THE HISTORICAL DEVELOPMENT OF THE QURAN

یعنی

قرآن کی تواریخی ترتیب کا اظہار

من تصنیف

ڈاکٹر ایڈورڈ سیل صاحب۔ ایم۔ آر۔ اے۔ ایس

جسکو

ڈاکٹر ای۔ ایم ویری صاحب کے اہتمام سے منشی محمد اسمٰعیل نے انگریزی زبان سے ترجمہ کیا

پنجاب رلیجس بک سوسائٹی انارکلی لاہور

سنہ ۱۹۰۲ء

طبع اول — قیمت ۶ر — تعداد جلد ۱۰۰۰

P. R. B. S. LAHORE

فہرستِ مضامین

التماسِ مُترجم

کشف القرآن یعنے سیل صاحب کی کتاب Historical Development of the Quran کا اُردو ترجمہ ہدیہ ناظرین کرنے وقت اسقدر عرض کرنا مناسب معلوم ہوتا ہی کہ اِس ترجمہ میں مصنّف کے خیالات اور دلائل کو حتی المقدور بغیر کسی طرح کی کمی بیشی کے پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہی اور طرزِ بیان بھی ایسا اختیار کیا گیا ہی جو ناظرین کو مرغوب ہو اور مصنّف کے مدعا و مقصود کو بالتوضیح ظاہر کرے۔
بعض امور میں یہہ ترجمہ انگریزی اصل پر فوق رکھتا ہی مثلاً جسقدر آیاتِ قرآنی اقتباس کی گئی ہیں وہ سب کی سب حرف بحرف اصل قرآنی عربی میں پیش کی گئی ہیں اور اُنکے ذیل میں عبدالقادر ابن شاہ ولی اللہ دہلوی کا اُردو ترجمہ مندرج ہی علاوہ بریں تمام مقتبسات کے حوالجات میں وہی طریق اختیار کیا گیا ہی جو علمائے اسلام میں رائج ہی اور جسکو مسلمان بآسانی اور بخوبی سمجھ سکتے ہیں ٭
مصنّف کا طرزِ بیان قابلِ تعریف ہی۔ وہ اپنے بیان و براہین کو

پیش کرتے وقت نہایت ہمدرد اور منصف مزاج معلوم ہوتا ہی۔ اس کا مرام ومقصد اور اصلی مطلوب سوائے اظہار حق اور کچھ منظور نہیں ہوتا۔ مترجم نے بھی حتی الوسع کوشش کی ہی کہ اس ترجمہ کا مفہوم بتمامہ وہی ہو جو انگریزی اصل میں متضمن ہی۔ خدائے تعالی اس ترجمہ کے مطالعہ پر برکت بخشے اور اس کو فی الحقیقت کشف القرآن بنا وے آمین ✝

دیباچۂ مصنف

اِس کتاب سے محمد صاحب کے سوانح عمری اور انکی زندگی کے تمام واقعات
مراد نہیں ہیں۔ بلکہ یہہ قرآن کے متدارج انکشاف کی تواریخ ہی جس سے اس امر
کی توضیح ہوتی ہی کہ قرآن نے کس طرح بتدریج موجودہ صورت اختیار کی اور کہانتک
آنحضرت کی اپنی ہی زندگی کے واقعات اُسکی بیخ و بن ثابت ہوتے ہیں۔ اس
پہلو سے قرآن پر نظر کی جاوے تو صاف معلوم ہوتا ہی کہ جن اقوام سے اُسے سابقہ
پڑا اُن کے حق میں کس قدر حسب ضرورت رخ بدلتا رہا ہی۔ اُس کے احکام کی مناسبت۔ اُسکے
عذرات اور زجر و عتاب وغیرہ پر غور کرنے سے ہم صاف نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ کس نادر
طور سے اسلام کی ضروریات کے مطابق قرآن کے مختصر الہامی فقرے نازل ہوتے
رہے +

قرآن کی سورتوں کے نزول کی تاریخ اور اُن کی ترتیب میں نے وہی اختیار
کی ہی جو کہ نولدیکی صاحب کی کتاب مسمی بہ گشیجتی دس قرآن میں پائی جاتی ہی میری
رائے میں یہہ تواریخی ترتیب نہایت ہی قابلِ اعتبار اور قرینِ صحت ہی۔ فہرست

ذیل سے معلوم ہو جائیگا کہ نولدیکی صاحب تمام مکی سورتوں کو تین سلسلوں میں منقسم کرتے ہیں یعنے ابتدائی - وسطی - اور زمانہ مابعد کی سورتیں اور تمام مدنی سورتوں کو سلسلہ چہارم قرار دیتے ہیں +

مکی سورتیں

سلسلہ اوّل

آنحضرت کی بعثت کے پہلے پانچ سال یعنے سنہ ۶۱۲ء سے سنہ ۶۱۷ء تک کی مکی

سورتیں بترتیب ذیل ہیں :-

(۱) علق - (۲) مدثر - (۳) لہب - (۴) قریش - (۵) کوثر - (۶) ہمزہ - (۷) ماعون - (۸) تکاثر - (۹) فیل - (۱۰) لیل - (۱۱) بلد
(۱۲) انشراح - (۱۳) ضحےٰ - (۱۴) قدر - (۱۵) طارق - (۱۶) شمس - (۱۷) عبس - (۱۸) قلم - (۱۹) اعلیٰ - (۲۰) تین - (۲۱) عصر - (۲۲) بروج -
(۲۳) مزمل - (۲۴) قارعہ - (۲۵) زلزال - (۲۶) انفطار - (۲۷) تکویر - (۲۸) نجم - (۲۹) انشقاق - (۳۰) عادیات - (۳۱) نازعات - (۳۲) مرسلات
(۳۳) نباء - (۳۴) غاشیہ - (۳۵) فجر - (۳۶) قیامت - (۳۷) تطفیف - (۳۸) حاقہ - (۳۹) ذریت - (۴۰) طور - (۴۱) واقعہ - (۴۲) معارج
(۴۳) رحمٰن - (۴۴) اخلاص - (۴۵) کافرون - (۴۶) فلق - (۴۷) ناس - (۴۸) فاتحہ +

سلسلہ دوم

آنحضرت کی بعثت کے پانچویں اور چھٹے سال یعنے سنہ ۶۱۷ء سے سنہ ۶۱۹ء تک

کی مکی سورتیں بترتیب ذیل ہیں :-

(۴۹) قمر - (۵۰) صفت - (۵۱) نوح - (۵۲) دھر - (۵۳) دخان - (۵۴) ق - (۵۵) طٰہٰ - (۵۶) شعرا - (۵۷) حجر - (۵۸) مریم - (۵۹) ص -

یٰسین - زخرف - جنّ - مُلک - مؤمنون - انبیاء - فرقان - بنی اسرائیل - نمل - کہف +

سلسلہ سوم

آنحضرت کی بعثت کے ساتویں سال سے ہجرت کے زمانہ تک یعنے ۶۱۹ سنہ ع سے ۶۲۲ سنہ ع تک کی مکّی سورتیں بترتیب ذیل ہیں :-

سجدہ - فصّلت - جاثیہ - نحل - روم - ہود - ابراہیم - یوسف - مؤمن - قصص - زمر - عنکبوت - لقمٰن - شوریٰ - یونس - سبا - فاطر - اعراف - احقاف - انعام - رعد +

سلسلہ چہارم

مدنی سورتیں

زمانۂ ہجرت سے آخر تک یعنے ۶۲۲ سنہ ع سے ۶۳۲ سنہ ع تک کی مدنی سورتوں کی ترتیب حسب ذیل ہے :-

بقر - بیّنہ - تغابن - جمعہ - انفال - محمد - آل عمران - صف - حدید - نساء - طلاق - حشر - احزاب - منٰفقون - نور - مجادلہ - حجّ - فتح - تحریم - ممتحنہ - نصر - حجرات - توبہ - مائدہ +

آیات قرآنی کے اقتباس کرنے میں مینے راڈویل صاحب اور پامر صاحب کے ترجموں کا استعمال کیا ہی اور بعض مقامات پر سیل صاحب اور لین صاحب کے ترجموں سے مدد لی ہی۔ نیز مینے حسین اور شاہ ولی اللہ محدث کے فارسی ترجموں اور عبد القادر کے اردو ترجمہ اور خلاصۃ التفاسیر سے ان ترجموں کا مقابلہ کرکے دیکھا اور علاوہ بریں بہت سی تفاسیر کو دیکھکر اور اُن پر غور و فکر کرنے کے بعد ترجمہ مندرجہ کتاب ہذا کو صحیح قرار دیا ہی۔ ان تفاسیر میں زیادہ تر الفاظ و فقرات کے مختلف معانی کی توضیح و تشریح کا بیان مندرج ہی اور اُن سے قرآن کی قراءتِ مختلفہ وقتِ نزول اور اجزائے مرکبہ کی کچھہ بہت صاف تشریح نہیں ہوتی حال کے علمائے اسلام میں نکتہ چینی اور زیادہ چھان بین کی روح ابھی پیدا نہیں ہوئی۔ اُن کی تفاسیر اور تحقیقات کا دار و مدار بجائے اَدِلّہ عقلیہ کے صرف روایات پر ہی +

کشف القرآن

باب اوّل

ایّامِ مکّہ

محمد صاحب کے حالاتِ زندگی کی تفہیم تامہ کے لئے نہایت ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اُنکے تمام تواریخی واقعات کا قرآن کے اُن حصص سے جن سے وہ علاقہ رکھتے ہیں اچھی طرح مقابلہ کیا جاوے۔ اِس مقابلہ سے یہہ امر بوجہ اتم منکشف ہوجائیگا کہ قرآن نے کس طرح بتدریج زور پکڑا۔ کس نادر طور پر الہامات و مکاشفات نے حسب موقعہ موجودہ حالات سے تطابق کھایا اور محمد صاحب کے افعال واقوال متناقضہ کو سہارا دیکر اذنِ الٰہی کی طرف منسوب کیا۔ سوائے اِس متذکرہ بالا طریقہ کے اور کوئی صورت نظر نہیں آتی جس سے آنحضرت کی متبدل حکمتِ عملی پر حرف نہ آوے اور خود بدولت بھی زمانہ سازی اور خلاف بیانی و مغائرت کے الزام سے محفوظ رہیں۔

قرآن کے ابواب یا سورتوں کی ترتیب از روئے تواریخ بالکل غیر حقیقی ہی طول طویل سورتیں کتاب کے شروع میں درج کی گئی ہیں اور یہہ موجودہ ترتیب ایسی خلط ملط ہی کہ قرآن کو اول سے آخر تک پڑھنے سے بھی پڑھنے والے پر محمد صاحب کی زندگی اور اُن کے افعال و کردار کا حال منکشف نہیں ہوتا بلکہ بدستور سابق بالکل مکنون و مکتوم اور سربمہر رہتا ہی اور محض پریشانی و گھبراہٹ حاصل ہوتی ہی +

عربی اور فارسی مفسرین نے مختلف طور پر سورتوں کو مرتب کیا ہی اور علاوہ ازیں میور اور نولدیکی صاحب نے بھی کوشش کی ہی کہ قرآن کی ترتیب تواریخی ترتیب ہو چند سورتوں کے ٹھیک وقتِ نزول کے باب میں بہت اختلاف ہی اور بعض سورتوں کے چند حِصص فی الحقیقت پورے مرکبات میں سے معلوم ہوتے ہیں یعنے اُن کی چند آیات کا نازل ہونا مکّہ میں بیان کیا جاتا ہی اور باقی کا مدینہ میں۔ لیکن اب ہم تمام عملی ضرورتوں کے لئے ان کو ایسی ترتیب میں مرتب کر سکتے ہیں جو حسب نزول ہو +

صفحات ذیل میں ظاہر کیا جاویگا کہ جب تمام سورتوں کو انکی اصلی اور حقیقی تواریخی ترتیب سے مرتب کیا جاوے تو کس قدر صفائی اور صراحت سے رسول عربی کی تعلیم اور کارروائی کے سارے معمّے صاف کُھل جاتے ہیں۔ قرآن کے پہلے الفاظ وہ ہیں جو کہ حضرت نے غار حرا میں سُنے اور اب سورہ علق میں مندرج ہیں کہ پڑھ*

* اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ ۚ خَلَقَ الْإِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۚ لفظ اقرار کے استعمال کے باعث بعض اوقات یہہ بھی کہا جاتا ہی کہ حضرت صاحب پڑھنا جانتے تھے لیکن عام بول چال میں اُس کے معنے محض پکارنے کے اور مرسلانہ بلاہٹ کے بھی ہیں جیسے نبی پکارتا ہی مثلاً عبرانی میں لفظ قارا کے معنی چلانا چنانچہ یسعیاہ ۴۰: ۶ میں ہی آواز آئی کہ پکار اُس نے کہا کہ میں کیا پکاروں دیکھو نولدیکی کی کتاب

اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا آدمی لہو کی پھٹکی سے +

بعض کا خیال ہے کہ محمد صاحب کو وعظ کرنے کا پہلا حکم سورہ شعرا کے گیارھویں رکوع میں ہوا انذر عشیرتک الاقربین یعنے اپنے قریبی رشتہ داروں کو خبردار کر یہہ الہام اوّل ہے جس کی منادی کا حکم ہوا لیکن اس پر یہہ اعتراض ہے کہ مابعد کی آیات میں لکھا ہے کہ واخفض جناحک لمن اتبعک من المؤمنین یعنے ایمانداروں کے لئے شفقت سے اپنے بازوؤں کو جھکا پھر یہہ الفاظ کہ اَلَّذِی یراك حین تقوم وتقلّبك فی السّٰجدین یعنے جب تو عبادت کرنے والوں کے ساتھہ ہوتا ہے تو کون تجھہ کو دیکھتا ہے (دیکھو آیات ۲۱۸ و ۲۱۹) اِن آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے بھی مسلمانوں کی ایک چھوٹی سی جماعت موجود تھی علاوہ ازیں اِس سورۃ کا طرزبیان بھی ابتدائی نہیں کیونکہ العزیز الرحیم اور السمیع العلیم وغیرہ جملے صرف آخری سورتوں میں پائے جاتے ہیں[۱] +

پھر وہ زمانہ آیا جسکو فاطرہ کہتے ہیں جس میں کچھہ نازل نہیں ہوا اور یہہ زمانہ تین سال کا بیان کیا گیا ہے اِس عرصہ میں حضرت کی حالت نہایت تذبذب کی تھی اور دل میں اپنی رسالت کی نسبت بہت سے شکوک پیدا ہو گئے تھے قبیلہ قریش نے جو کہ مکہ میں نہایت زبردست قوم تھی اور جس سے آنحضرت کو فخر نسب تھا اس وقت کسی طرح کی ظاہرا مخالفت نہیں کی بلکہ وہ حضرت کو دیوانہ سمجھتے رہے کیونکہ مشرقی ممالک میں الہام والقا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲- مسمی بہ گشختی قرآن صفحہ ۹ و ۱۰ یہہ سورۃ مخلوط سورتوں کا ایک کافی نمونہ ہے- چھٹی آیت سے لیکر ایام مکہ سے تعلق رکھتی ہے اور ابو جہل اور اُس کے رفقا کی مخالفت کا ذکر اُس میں اشارۃً درج ہے +

[۱] نولدیکی صاحب گشختی دس قسہ آن صفحہ ۹۷ +

دیوانگی وجنون کا ایک جزو خیال کیا جاتا تھا پس جب تک آنحضرت عام طور پر وعظ و نصیحت کرتے اور پاکیزہ زندگی بسر کرنے کی ترغیب و تحریص دلاتے اور قیامت کا ذکر اذکار کرتے رہے تب تک تو اہلِ قریش اُن کو صرف بے پروائی اور نظرِ حقارت سے دیکھتے رہے لیکن جب آپ نے کعبہ کی بُت پرستی پر علانیہ کھلا حملے شروع کئے اور اُن کی توہین و تردید کرنی شروع کی تو معاملہ بالکل معکوس ہو گیا اور سخت مخالفت شروع ہو گئی۔ اس مخالفت کا خاص سبب یہہ تھا کہ اہل مکہ کو اپنے قدیمی رسم و رواج کا بدلنا ازحد ناگوار تھا[۵] یہہ لوگ اُس مذہب کو جسکے باعث شہر مکہ اہل عرب کے لئے ایک نہایت مقدس مقام خیال کیا جاتا تھا بہت عزت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور اُس کا ازحد پاس و ادب اُنہیں ملحوظ رہتا تھا اب تک اُن کو مطلق خیال نہ تھا کہ محمد صاحب مکہ کے قدیم بُت پرستوں کی رسومات کو جو وہ مانتے تھے اسلام میں داخل کر کے اس خیال کو قائم رکھینگے علاوہ ازیں آنحضرت نے کوئی معجزہ بھی نہیں کیا تھا اور آپ کے دعووں کے ثبوت میں جو کچھ اُنہوں نے سُنا تھا وہ آنجناب کی اپنی ہی باتیں تھیں +

اِس بات کا ظاہر کرنا کچھہ دشوار نہیں ہے کہ محمد صاحب ابتدا ہی سے اپنے ہموطنوں کی خیر خواہی کے خیالات سے مؤثر تھے اور اُن کی یہہ کوشش تھی کہ ایک ایسا طریق جاری کریں جس سے اپنے ملک کا بھلا ہو +

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ چونکہ لوگ محمد صاحب کی باتوں کو سُنکر اُن کے

---

[۵] نولدیکی صاحب فرماتے ہیں کہ اہلِ مکہ کی برافروختگی کا باعث محمد صاحب کی نئی تعلیم نہیں تھی بلکہ آپ کی تعلیم میں اہلِ مکہ کے بزرگوں پر جو حملے کئے گئے تھے اُنکے باعث وہ برافروختہ ہوئے نولدیکی قرآن صفحہ ۱۳ +

رشتہ داروں کی حمایت کے سبب سے برداشت کرتے تھے اس لیئے بزرگان قریش نے اُن کے چچا ابوطالب سے درخواست کی کہ محمد صاحب سے اُن کا باہمی عہد و پیمان کرا کر صلح و صفائی کرا دیوے۔ جب ابوطالب نے اپنے بھتیجے سے دریافت کیا تو اُس نے جواب دیا کہ بہت خوب آپ مجھکو کوئی ایسا کلمہ بتائیے جسکے وسیلے سے اہل عرب پر حکمرانی کروں اور اہلِ فارس مطیع ہو جاویں اور علاوہ بریں آپ یہہ بھی کہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دوسرا خدا یا معبود نہیں ہی اور بتوں کی پرستش کو یک لخت ترک کر دیا یوں کہیں کہ محمد صاحب کے اس جواب کا لب لباب یہہ ہو سکتا ہی کہ میری تعلیم کو قبول کر واس سے تمام اہل عرب میں یگانگت پیدا ہو گی اور اُن کے دشمن مغلوب ہو جاوینگے۔ چنانچہ اہلِ مکّہ نے اس خطرے کو محسوس کر کے جواب دیا کہ ہمیں اندیشہ ہی کہ سلطنت ہم سے چھین لی جاویگی۔ اسلام کی ابتدائی حالت میں اُس کے اُس حصّہ کی طرف جو کہ ملک گیری سے علاقہ رکھتا ہی جیسا کہ چاہیئے توجہ نہیں کی گئی۔ لہذا اہل مکّہ نے خیال کیا کہ شاید تعلیم محمدی کے قبول کرنے کا نتیجہ لڑائی اور اس لڑائی کا انجام شکست ہو۔ اس خیال سے اُن کی مخالفت اور بھی روز افزوں ہوتی گئی۔ اب وہ آنحضرت کو دروغگو جادوگر شاعر آسیب زدہ اور فالگیر وغیرہ ناموں سے پکارنے لگے۔ یہہ لوگ یہانتک غضبناک ہو گئے تھے کہ خاص کعبہ کے دروازہ پر بھی اُنہوں نے آنحضرت پر حملہ کیا۔ ایکدفعہ آنحضرت نہایت طیش میں آگئے اور فرمانے لگے کہ ای قریش کے لوگو اس بات کو یاد رکھو کہ میں تلوار لیکر آیا ہوں[۹]۔ اس دھمکی کے مطابق عمل کرنے سے کئی سال تک آپ عاجز رہے لیکن قریش نے اُس وقت اس

[۹] اس واقعہ سے بھی صاف معلوم ہوتا ہی کہ ابتدا ہی سے آنحضرت کے خیالات میں معرکہ آرائی کوٹ کوٹکر بھری ہوئی تھی +

بات کو نہ سمجھا اور دوسرے ہی روز پھر حملہ آور ہوئے اس موقعہ پر حضرت ابوبکر کو آنحضرت کی مدد کے لئے آنا پڑا +

ابن اسحاق بیان کرتے ہیں کہ اُس روز کوئی غلام یا آزاد ایسا نہ تھا جس نے آنجناب کو دروغگو نہ کہا ہو اور توہین و بے عزتی میں حتی المقدور کوشش نہ کی ہو۔ ان تمام تکلیفات میں آپ کے چچا ابوطالب اگرچہ آپ کی تعلیم اور آپ کے دعاوی کے قائل نہ تھے تاہم آپ کے بڑے حامی اور مددگار تھے قبیلہ قریش نے ابوطالب کو بہت کچھ کہا سنا کہ وہ آئندہ محمد صاحب کی مدد نہ کریں لیکن ابوطالب نے اُن کی تمام ترغیب و کوشش کا نتیجہ اس امر میں دکھلایا کہ محمد صاحب کو کہنے اور سمجھانے لگے کہ مجھکو اور اپنے آپ کو بچا اور مجھ پر اس قدر بوجھ نہ ڈال جس کی میں برداشت نہیں کرسکتا پر محمد صاحب اپنے ارادہ پر جمے رہے اور آخرکار اُن کے چچا ابوطالب نے اپنے قریبی رشتہ کے باعث جو ان میں تھا مجبور ہوکر کہا کہ جو کچھ تجھے اچھا لگے سو کئے جا بخدا کسی حالت میں مَیں تجھ کو دشمنوں کے حوالہ نہیں کرونگا۔ حضرت ابوبکر اور آنحضرت کے چند اور پیرو جو کہ مکہ میں کسی زبردست خاندان سے علاقہ رکھتے تھے اگرچہ اُن کی حقارت و بے عزتی کیجاتی تھی تاہم وہ سب کے سب ہر طرح کے شخصی خطرہ سے محفوظ تھے۔ خاندانی اتحاد و تعلقات ہر طرح کی ایذارسانی کے مقابلہ میں ایک عمدہ پناہ گاہ تھی۔ اچھے خاندان کے لوگ نئی تعلیم کو قبول کرنے یعنے محمدی ہونے کے بعد بھی محفوظ تھے لیکن برخلاف اسکے اگرچہ حضرت محمد اور اُنکے چند پیرو ایسے محفوظ تھے تاہم جو لوگ غلاموں اور ادنیٰ قبائل عرب سے ایمان لائے تھے اور جن کے سر پر اہل مکہ کے زبردست سرداروں کی حفاظت کا سایہ نہ تھا نہایت ستائے جاتے اور قیدخانوں میں ڈالے جاتے تھے محمد صاحب

اِس حالت میں اُن کے ساتھ بہت ہمدردی ظاہر کرتے تھے اور اکثر اوقات اُن کو ترغیب دیتے تھے کہ یہاں سے بھاگ جاؤ اور اپنے آپ کو اِس ایذا و عذاب سے محفوظ رکھو۔ ایک دن آپ کی ایک شخص عمرو نامی سے جو کہ رو رہا تھا ملاقات ہوئی آپ کی بازپرس کے جواب میں اُس نے کہا کہ یا رسول اللہ اگر میں آپ کی توہین اور اُن کے معبودوں بتوں کی تعریف نہ کروں تو میری رہائی ناممکن ہی آپ نے فرمایا کہ تو اپنے دل کو کیسا پاتا ہی؟ (یعنے تیرے دل کی کیا حالت ہی) اُس نے عرض کی کہ میرا دِل اخلاص سے ایمان پر قائم ہی اِسپر آنحضرت نے فرمایا کہ اگر وہ لوگ تجھ پر پھر ظلم کریں تو جس طرح وہ تجھ سے اقرار کرانا چاہیں کر دیجیو اور جو کچھ تجھ سے کہلانا چاہیں کہہ دیجیو+

اِس قسم کے لوگوں کا بیان جن سے زبردستی کفار اسلام کا انکار کرواتے تھے قرآن میں بھی مذکور ہی چنانچہ سورۂ نحل میں مرقوم ہی مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ یعنے جس شخص نے ایمان لانے کے بعد خدا کا انکار کیا جبکہ اُسکو زبردستی مجبور کیا گیا اور وہ دل میں ایمان پر قائم رہا تو اُس کا کچھ گناہ نہیں ہی۔ سورہ نحل چودھواں [۱۴] رکوع۔ اِس موقع پر جبکہ آنحضرت کا دل تفکرات کے سمندر میں ڈوبا ہوا تھا سورۃ الضحیٰ اور سورۃ الانشراح جن میں خاص محمد صاحب کی طرف خطاب تھا اور سورۃ الکافرون اور سورۃ الاخلاص لوگوں کی طرف خطاب کر کے آپ کی تسلّی کے لئے نازل ہوئیں چنانچہ اُن میں مندرج ہی وَالضُّحٰی وَالَّيْلِ اِذَا سَجٰی مَا وَدَّعَكَ رَبُّكَ وَمَا قَلٰی وَلَلْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْاُوْلٰی ٥ اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ۰ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ

يُسْرًا إِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ وَإِلَى رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝ قُلْ
يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝
وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِينُكُمْ
وَلِيَ دِينِ ۝ یعنے قسم ہی دوپہر کی روشنی کی اور قسم رات کی جس وقت کہ اُس کی تاریکی
چھا جاتی ہی تیرا خدا تجھ سے ناراض نہیں ہی اور اُس نے تجھے ترک نہیں کیا یقیناً آئندہ
گذشتہ سے بہتر ہوگا۔ کیا ہم نے تیرے لئے نہیں کھول دیا تیرا سینہ اور تجھ سے تیرا بوجھ
ہم نے نہیں لے لیا جس سے تیری کمر ٹوٹ رہی تھی؟ اور کیا ہم نے تیرے مذکور کو بلند
نہیں کیا؟ سو البتہ مشکل کے ساتھ آسانی ہی پھر جب فارغ ہو تو محنت کر اور اپنے رب کی
طرف دِل لگا۔ کہہ دے کہ ای کافرو جس کی تم پرستش کرتے ہو میں اُسکو نہیں پوجتا اور
جس کو میں پوجتا ہوں تم اُسکو نہیں پوجتے جس کی تم پوجا کرتے ہو میں اُسے کبھی نہیں پوجونگا
اور وہ جس کی میں پوجا کرتا ہوں تم اُسکو نہیں پوجوگے پس تمہارے لئے تمہارا دین اور میرے
لئے میرا دین کافی ہی[1]۔ کہہ دے کہ خدا ایک ہی خدا ازلی ہی وہ کسی کو جنتا نہیں ہی اور نہ کسی
نے اُسکو جنا ہی اور اُسکی مانند کوئی نہیں ہی[2] اِسی طرح اِن سورتوں سے پژمردگی اور کمال ملال
کے زمانہ میں آنحضرت کی کھلم کھلا الہامات سے ہمت بڑھ گئی اور بڑے زور شور سے بُت پرستی

---

[1] یہہ سورۃ اُس وقت نازل ہوئی تھی جبکہ اہلِ مکہ میں سے ایک سردار نے یہہ بات پیش کی تھی کہ محمد صاحب
کے خدا کی بھی اُسی وقت پرستش ہوا کرے جس وقت دیگر اہلِ مکہ کے معبودوں کی ہوتی ہی یا ہر سال باری باری ہوا کرے محمد صاحب اس
دام تزویر میں نہ پھنسے اور اس سورۃ میں قدیمی بت پرستی کی صاف تردید کی اور دوسری سورۃ میں خدا تعالیٰ کی توحید اور
وحدانیت پر نہایت پُر زور گواہی دی +

[2] قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ ۝ اللّٰهُ الصَّمَدُ ۝ لَمْ يَلِدْ ۝ وَلَمْ يُولَدْ ۝ وَلَمْ يَكُنْ لَهُ كُفُوًا أَحَدٌ ۝

کی تردید اور خدا تعالیٰ کی وحدانیت کے خیالات میں مصروف و مشغول ہوئے +

سلسلہ وار سورتوں میں سے جب فاطر ختم ہو گئی تو سورۃ المدثر[ف ۱] نازل ہوئی جس کے بعد الہامات و مکاشفات کا سلسلہ ٹوٹ گیا۔ یہہ سورۃ اُس وقت نازل ہوئی تھی جب کہ حضرت صاحب پر لوگ تمسخر اُڑاتے اور شاعر۔ فالگیر اور ملحد وغیرہ کے ناموں سے نامزد کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہہ اپنی لغو بیانی اور بیہودہ گوئی سے لوگوں کو گمراہ کرتا ہے پھر یہہ الفاظ کہ یٰاَیُّهَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ یعنے او لحاف میں لپٹے ہوئے اُٹھ اور لوگوں کو خبردار کر (سورہ مدثر کی پہلی آیت) اس امر پر صاف دلالت کرتے ہیں کہ اُس کو بلا پس و پیش کیئے وعظ و نصیحت کرنے کا حکم ملا +

اہلِ مکہ نہایت تند اور سرکش تھے اور مفسر ابن عباس کے بیان کے مطابق محمد صاحب کی مخالفت میں اُن کا سرگروہ مکہ کا ایک بڑا بھاری رئیس ولید بن مغیرا تھا جس کا ذکر ذیل کی ملامت آمیز آیات میں اشارتاً کیا گیا ہے۔ چنانچہ سورۂ مدثر کی گیارھویں آیت سے یوں شروع ہوتا ہے کہ ذَرْنِیْ وَمَنْ خَلَقْتُ وَحِیْدًا وَّ جَعَلْتُ لَهٗ مَالًا مَّمْدُوْدًا وَّ بَنِیْنَ

ف ۱ اہل اسلام کے عام مفسیرین کا اس امر میں اتفاق ہے کہ سورہ فاطر کے بعد پہلے یہی صورت نازل ہوئی تھی اور پہلی سات آیات اس امر کی تائید کرتی ہیں کیونکہ آٹھویں آیت میں جملہ نقر فی النقور پہلی سورتوں سے مطابقت نہیں رکھتا لیکن ساتھ ہی یہہ سورۃ مخلوط المضمون معلوم ہوتی ہے کیونکہ گیارھویں آیت میں مندرج ہے کہ چھوڑ دے مجھکو اور جسکو میں نے پیدا کیا اکیلے۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہہ اُن مخالفوں کی طرف اشارہ ہے جو کہ کافروں میں سے تھے اور کہتے ہیں کہ اس سے ولید بن مغیر امراد ہے۔ ۳۱۔ ۳۴ ویں آیت تک ان مخالفوں کا ذکر ہے جو مدینہ میں تھے اور ان میں یہودی منکر ریاکار اور بت پرست بھی شامل ہیں۔ اِن گروہوں کے ذکر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہہ آئتیں ضرور اس آخری زمانہ میں اِس سورۃ میں درج کی گئی ہونگی +

شَهُوْدًا وَّمَهَّدْتُّ لَهٗ تَمْهِيْدًا ثُمَّ يَطْمَعُ اَنْ اَزِيْدَ كَلَّا ط اِنَّهٗ كَانَ لِاٰيٰتِنَا عَنِيْدًا سَاُرْ
هِقُهٗ صَعُوْدًا اِنَّهٗ فَكَّرَ وَقَدَّرَ فَقُتِلَ كَيْفَ قَدَّرَ یعنے چھوڑدے[۱] مجھکو اور اس شخص کو
جس کو مینے پیدا کیا اکیلے اور دیا مینے اُسکو مال پھیلا کر۔ اور اُس کے بیٹے اُسکے سامنے بود و باش
کرتے ہیں۔ اور مینے تیار کردی اُس کو خوب تیاری پھر لالچ کرتا ہی کہ میں اُسکو اور دوں۔ کوئی
نہیں! وہ ہی ہماری آیتوں کا مخالف۔ اب اُسے چڑھاؤنگا بڑی چڑھائی۔ اُس نے سوچ
کیا اور دل میں ٹھہرایا۔ سو مارا جائیو کیسا ٹھہرایا+

ولید بن مغیرا نے کہا تھا کہ محمد صاحب کا کلام جس کو وہ کلام آلٰہی کہتا ہی محض انسانی
کلام ہی اور اُسکو وہ خود سحری تاثیر کے ساتھہ بیان کرتا ہی۔ چنانچہ اس پر اُس کے حق میں
یہہ سنوی سنایا گیا کہ سَاُصْلِيْهِ سَقَرَ ہ وَمَا اَدْرٰىكَ مَا سَقَرُ ط لَا تُبْقِيْ وَلَا تَذَرُ ہ
لَوَّاحَةٌ لِّلْبَشَرِ یعنے اب اُس کو ڈالونگا آگ میں اور تونے بوجھا کیا ہی وہ آگ ؟ نہ باقی
رکھے نہ چھوڑے۔ نظر آتی ہی پنڈے پر (سورہ مدثر ۲۶-۲۹)

پھر سورہ قلم میں اسی شخص کے حق میں لکھا ہی کہ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍ بِنَمِيْمٍ مَّنَّاعٍ
لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ اَنْ كَانَ ذَا مَالٍ وَّبَنِيْنَ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ
اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ۔ یعنے قسمیں کھانیوالا بیقدر طعنے دیتا چغلی
کرتا پھرتا بھلے کام سے روکتا۔ حد سے بڑھنا۔ بڑا گنہگار اس سب کے پیچھے بدنام جب
اُس کو ہماری آیتیں سنائی جاتی ہیں تو کہتا ہی کہ یہہ تو پہلوں کی نقلیں ہیں اب داغ
دینگے ہم اُس کی سونڈ پر+

---

[۱] یہہ ترجمہ شیخ عبد القادر ابن شاہ ولی اللہ دہلوی کا ہی+

آنحضرت کا ایک اور سخت مخالف آپ کا چچا ابولہب تھا جس نے اپنی زوجہ سے آپ کی مخالفت کے لئے تحریک پائی اور نہایت برافروختہ ہوکر آپ کے دعوے کی تردید میں بڑے زور شور سے مصروف ہوا سورۃ اللہب میں ابولہب اور اُس کی زوجہ دونوں کے حق میں نہایت سخت لعنت سُنائی گئی چنانچہ لکھا ہی کہ تَبَّتْ یَدَا اَبِیْ لَهَبٍ وَّتَبَّ مَا اَغْنٰی عَنْهُ مَالُهٗ وَمَا کَسَبَ ۞ سَیَصْلٰی نَارًا ذَاتَ لَهَبٍ وَّامْرَاَتُهٗ حَمَّالَةَ الْحَطَبِ فِیْ جِیْدِهَا حَبْلٌ مِّنْ مَّسَدٍ ۞ یعنے ٹوٹ گئے ہاتھ ابی لہب کے اور ٹوٹ گیا وہ آپ نہ کام آیا اُسکو اُس کا مال اور نہ جو کمایا۔ اب شعلہ زن بھڑکتی ہوئی آگ تاپیگا اور اُس کی جورو بھی جو سر پر ایندھن لئے پھرتی ہی۔ اور اُس کی گردن میں کھجور کے پٹھے کی رسّی ہی[۵]

سورۃ الہمزہ اخناس ابن شریف ایک مالدار آدمی کی مخالفت میں نازل ہوئی اور یہہ بھی اسی زمانہ سے تعلق رکھتی ہی اگرچہ نولدکی کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ بہت سے علماء اسلام اس کو ایام مدینہ کی طرف منسوب کرتے ہیں۔ اِس سورۃ کی عبارت یوں ہی کہ وَیْلٌ لِّکُلِّ هُمَزَةٍ

[۵] اگر وہ سب کچھ جو احادیث میں ابولہب کی نسبت بیان کیا گیا ہو ٹھیک ہی تو یہہ سورۃ نہایت دلچسپ اور قابل لحاظ ہی کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ جس حالت میں محمد صاحب تھے کسقدر قرآن کے الفاظ پر بھی اُن کا اثر معلوم ہوتا ہی۔ چنانچہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ نے اپنی قوم کے لوگوں کو بلایا اور اُن کے سامنے اپنے دعاوی کو پیش کیا ابولہب نہایت برافروختہ ہوا اور کہنے لگا کہ کیا تو نے مجھ کو اِس لئے بُلایا ہی؟ تو ہلاک ہو وے یہہ کہہ کر ابولہب نے اپنے دونوں ہاتھوں سے ایک پتھر اُٹھا کر محمد صاحب کی طرف پھینکا جس پر اُس کے حق میں یہہ کہا گیا کہ تیرا ہاتھ ٹوٹ جاوے۔ ابولہب کی زوجہ ام جمیل نے آپ کے راستے میں کانٹے ڈال دیئے۔ ایک دن وہ ایندھن کی لکڑیوں کا گٹھا سر پر اُٹھائے ہوئے جارہی تھی اور رسّی اُس کی گردن میں پڑی ہوئی تھی اور وہ گلا گھونٹ کر مرگئی اس پر اُسے آنحضرت نے پھانسی ملی ہوئی کے نام سے نامزد کیا۔ ذَاتَ لَهَبٍ میں ابولہب کے نام پر مضحکہ اُڑایا گیا ہی کیونکہ ابولہب کے معنے شعلوں کا باپ ہیں۔

لِّكُلِّ هُمَزَةٍ لُّمَزَةٍۨ الَّذِيْ جَمَعَ مَالًا وَّعَدَّدَهٗ يَحْسَبُ اَنَّ مَالَهٗۤ اَخْلَدَهٗ كَلَّا لَيُنْۢبَذَنَّ فِي الْحُطَمَةِ وَمَاۤ اَدْرٰىكَ مَا الْحُطَمَةُ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ

یعنے خرابی ہی ہر طعنہ دینے اور عیب چننے والے کی جس نے سمیٹا مال اور گن گن رکھا۔ کیا خیال رکھتا ہی کہ اُس کا مال سدا رہیگا اُس کے ساتھہ؟ کوئی نہیں۔ اُس کو پھینکا ہی روندنے والی میں۔ اور تو کیا بوجھا۔ کیا ہی وہ روندنے والی؟ آگ ہی اللہ کی سلگائی وہ جو جھانک لیتی ہی دل کو +

پھر سورہ علق میں آپ کے ایک اور سخت مخالف ابو جہل[۱] کے حق میں مرقوم ہی کہ كَلَّاۤ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَيَطْغٰۤى اَنْ رَّاٰهُ اسْتَغْنٰى۔ یعنے کوئی نہیں آدمی سر چڑھتا ہی اور یہہ اس لئے کہ وہ اپنے آپ کو محظوظ دیکھتا ہی (آیات ۶ و ۷) +

بیضاوی فرماتے ہیں کہ ابو جہل نے آنحضرت کو یہہ دھمکی دی تھی کہ جب آپ نماز میں سجدہ کر رہے ہونگے اُس وقت آپ کی گردن پر کھڑا ہو جاویگا[۲] +

پھر سورۃ الحج کی آٹھویں آیت میں یوں مندرج ہی کہ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّجَادِلُ فِي اللّٰهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّلَا هُدًى وَّلَا كِتٰبٍ مُّنِيْرٍ۔ یعنے ایک شخص ہی جو جھگڑتا ہی اللہ کی بات میں بن خبر بن سوجھہ اور بغیر روشن کتاب کے + واضح رہے کہ یہہ سورۃ مدنی ہی اور اس کا حوالہ تواریخی اور زمانہ گذشتہ سے تعلق رکھتا ہی۔ لاکن بعد کی سورتوں میں بھی اس قسم کے الفاظ بکثرت پائے جاتے ہیں چنانچہ بعد کی ایک مدنی سورۃ یعنے سورۃ الانفال

---

[۱] ابو جہل جنگ بدر میں قتل کیا گیا +

[۲] روڈویل کا قرآن صفحہ ۲ +

کی اُنچاسویں آیت میں لکھا ہوا ہو وَلَا تَکُونُوا کَالَّذِیْنَ خَرَجُوا مِنْ دِیَارِھِمْ بَطَرًا وَّرِئَاءَ النَّاسِ وَیَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ بِمَا یَعْمَلُوْنَ مُحِیْطٌ ۔ یعنے مت ہو جیسے وہ اہلِ مکّہ جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کو دکھاتے اور اللہ کی راہ سے روکتے ہوئے اور اللہ کے قابو میں ہی جو کچھ وہ کرتے ہیں + اِس تمام مخالفت کے مقابلہ میں محمد صاحب کو فقط یہہ کہنے کا ارشاد ہوا کہ وہ خدا کی طرف سے ہی چنانچہ سورۂ قلم کی دوسری آیت میں مسطور ہی مَا اَنْتَ بِنِعْمَۃِ رَبِّکَ بِمَجْنُوْنٍ یعنے ای محمد تو اپنے رب کے فضل سے دیوانہ نہیں ہی +

اب ایک دو سال کے عرصہ میں وحی آسمانی کا خیال زیادہ تر تکمیل کو پہنچ گیا اور آنحضرت کی صحتِ بیان اور درستئی پیغام کا نہایت مستعدی اور سرگرمی سے دعویٰ ہونے لگا۔ اِن الہامات کی عبارت کی نسبت صرف اسی پر اکتفا نہیں کی گئی کہ اُس کو کلام اللہ اور اُس کے الفاظ کو خدائے تعالیٰ کے الفاظ کہیں بلکہ یہہ خیال کیا جاتا ہو کہ عرشِ معلیٰ پر ازل سے یہہ کلام موجود تھا چنانچہ سورۂ بروج کی اکیسویں آیت میں پایا جاتا ہو بَلْ ھُوَ قُرْاٰنٌ مَّجِیْدٌ فِیْ لَوْحٍ مَّحْفُوْظٍ یعنے یہہ بڑی شان و عظمت والا قرآن ہی جو کہ لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا ہی + لوحِ محفوظ کی نسبت یوں بیان کیا جاتا ہو کہ وہ ایک خفیہ تختی ہی جو اللہ جل جلالہ کے تختِ بریں اور عرشِ معلیٰ کے پاس ہی چنانچہ سورہ عبس کی تیرھویں اور چودھویں آیات میں یوں لکھا ہی کہ فِیْ صُحُفٍ مُّکَرَّمَۃٍ مَّرْفُوْعَۃٍ مُّطَھَّرَۃٍ بِاَیْدِیْ سَفَرَۃٍ کِرَامٍ بَرَرَۃٍ ۔ یعنے لکھی ادب کے ورقوں میں ۔ اونچے دھری ستھری ۔ ہاتھوں میں لکھنے والوں کے جو سردار ہیں نیک + مفسر زمخشاری اِس کا یوں بیان کرتا ہی کہ لوح محفوظ سے

نقل کر کے شیاطین کے ہاتھوں سے پاک اور محفوظ رکھا گیا اور صرف پاک فرشتگان ہی اُسے چھو سکتے تھے۔ اب آنحضرت کی بڑے شدّ و مد سے مخالفت ہونے لگی اور ابتدائی زمانہ کی مکّی سورتوں میں سے سورۃ المرسلٰت میں اس مخالفت کے مقابلہ میں نہایت زجر و توبیخ کی گئی۔ پچاس آیات میں دس دفعہ یہہ فقرہ دہرایا گیا ہی کہ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ یعنے خرابی ہی اُس روز جھٹلانے والوں کے لئے۔ اُنتالیسویں آیت سے محمد صاحب کا مخالفین کو مقابلہ کے لئے پکارنا ثابت ہوتا ہی چنانچہ یوں لکھا ہی کہ فَاِنْ كَانَ لَكُمْ كَيْدٌ فَكِيْدُوْنِ یعنے اگر تمہارا کچھہ داؤں ہی تو مجھہ پر چلالو! پھر اس زجر و عتاب کا خاتمہ اِس سخت خطاب سے یوں ہوتا ہی کہ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى مَا كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ۝ اِنْطَلِقُوْٓا اِلٰى ظِلٍّ ذِيْ ثَلٰثِ شُعَبٍ لَّا ظَلِيْلٍ وَّلَا يُغْنِيْ مِنَ اللَّهَبِ یعنے جس دوزخ کو تم جھٹلاتے تھے اب اُس میں داخل ہو اور ایک سایہ کی طرف چلو جوکہ تین پھانکوں والا ہی اور تپش کے دن کسی کام نہیں آسکتا۔

پھر سورۃ النبا میں اکیسویں آیت سے تیسویں آیت تک اِسی مضمون پر یوں مرقوم ہی اِنَّ جَهَنَّمَ كَانَتْ مِرْصَادًا لِّلطّٰغِيْنَ مَاٰبًا لّٰبِثِيْنَ فِيْهَآ اَحْقَابًا لَا يَذُوْقُوْنَ فِيْهَا بَرْدًا وَّلَا شَرَابًا اِلَّا حَمِيْمًا وَّغَسَّاقًا جَزَآءً وِّفَاقًا اِنَّهُمْ كَانُوْا لَا يَرْجُوْنَ حِسَابًا وَّ

---

[۱] ایسے ہی سورۃ الطارق کی پندرھویں اور سولھویں آیات میں مسطور ہی کہ وہ تیرے خلاف بندشیں باندھتے ہیں اور میں اُن کے خلاف بندش باندھونگا۔ بعض اس سورت کو حبشستان کی طرف ہجرت کے وقت کی خیال کرتے ہیں۔ اس تعلق میں ابتدائی مدنی سورتوں میں سے سورۃ اعراف کی تیسویں آیت قابل لحاظ ہی۔

[۲] اس سے ابتدائی مکّی سورتوں کے بحور و قوافی اور انکے طرز بیان کا کیسقدر اندازہ ہوسکتا ہی۔

كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا كِذَّابًا - کہ بیشک دوزخ ہی تاک میں شریروں کا ٹھکانا - رہتے ہیں اُس میں قرنوں - نہ چکھیں وہاں کچھ مزا ٹھنڈک کا اور نہ کچھ پینے کو ملے مگر گرم پانی اور بہتی پیپ - بدلہ ہی پورا - کیونکہ وہ حساب کی توقع نہ رکھتے تھے اور ہماری آیات کو جھٹلایا اور واہیات کے نام سے نام زد کیا - اور ہر چیز ہم نے گن رکھی ہی لکھکر - اب چکھو! ہم تم پر سوائے مار کے اور کچھ نہیں بڑھائینگے +

سورہ بروج میں اُن مظالم کا جو شروع میں معتقدانِ اسلام کا حصّہ تھے اور مومنین کو ستانے اور اذیت پہنچانے والوں کے سزایاب ہونے کا ذکر یوں ہی کہ جہنم کا عذاب اور اُسکی سوزش اُنکے (مخالفین کے) انتظار میں ہیں[۱] - جنہوں نے آنحضرت کی مخالفت اختیار کی اُن کے حق میں اِس تمام سخت گوئی کو قائم کرنے کے لئے سامعین سے یوں کہا جاتا ہی کہ یہہ حضرت صاحب کی اپنی باتیں نہیں ہیں بلکہ قرآنِ مجید کی آیات ہیں جو کہ لوحِ محفوظ پر لکھا ہوا ہی یعنے یہہ خود خدائے تعالیٰ کا کلام ہی +

اِس قسم کی عام ملامت سے جو کہ کفار کی آئندہ بدحالی کا بیان کرتی تھی بعض اوقات چند روزہ وبال اور اسی دنیا میں عذاب نازل ہونے کی دھمکی کا کام لیا جاتا تھا جس طرح زمانۂ قدیم میں خدا تعالیٰ نے کسی شہر کو برباد نہیں کیا جب تک کہ پہلے اُس میں اپنی طرف سے رسول نہ بھیجے اُسی طرح اب بھی ہوگا - چنانچہ سورہ شعرا کے گیارھویں رکوع میں یوں لکھا ہی کہ وَمَا أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا لَهَا مُنْذِرُونَ ذِكْرَىٰ وَمَا

---

[۱] اگر آٹھویں آیت سے گیارھویں آیت تک بعد میں نازل ہوئی ہوں جن سے کہ طرزِ بیان میں کچھ تبدیلی متصور ہوسکے تو یہی مطلب مراد ہوسکتا ہی -

کنّا ظٰلمین یعنے کوئی بستی نہیں کھپائی ہم نے جس کو نہ تھے ڈر سنانے والے یاد دلانے کو اور ہمارا کام نہیں ظلم کرنا + پھر سورہ حجر کی چوتھی اور پانچویں آیات میں یوں مندرج ہی کہ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ یعنے کوئی بستی ہم نے نہیں کھپائی مگر اُسکا لکھا تھا مقرر۔ نہ شتابی کرے کوئی فرقہ اپنے وعدہ سے اور نہ دیر کرے + جب اُن کے دل سخت ہوگئے اور وہ ایمان نہ لائے تو اُن پر ناگہاں ایسی حالت میں دردناک عذاب نازل ہوا جبکہ وہ بالکل گمان نہ کرتے تھے[۱]+

ممکن ہی کہ اہل مکّہ پر کچھ عرصہ کے لئے عذاب مذکورہ کی نسبت بار بار سننے سے کچھ رعب وخوف چھا گیا ہو لیکن جب مدت تک کوئی عذاب نازل نہ ہوا تو اُن کی جرأت دور ہوگئی اور بے ایمانی بڑھ گئی۔ یہانتک کہ وہ اب آنحضرت کی معاتب تقریروں کے مقابلہ میں بہت بُرا بھلا کہنے لگے اور عذاب موعودہ کے خواستگار ہوئے اور اختیار من اللہ کے ثبوت میں معجزات طلب کرنے لگے + اب وہ یوں کہنے لگے لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا۔ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا۔ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا یعنے ہم نہ مانینگے تیرا کہا جب تک تو بہا نکالے ہمارے واسطے زمین سے ایک چشمہ یا ہو جاوے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور انگور کا پھر بہا دے تو اُس کے بیچ نہریں چلا کر۔ یا گرا دے آسمان ہم پر جیسا کہا کرتا ہی ٹکڑے ٹکڑے

---

[۱] دیکھو سورہ شعرا آیات دو سو ایک و دو +

یا لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو ضامن (سورۂ بنی اسرائیل دسواں رکوع) پھر سورۂ رعد کی آٹھویں آیت میں یوں لکھا ہوا ہی وَیَقُوْلُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَیْہِ اٰیَۃٌ مِّنْ رَّبِّہٖ یعنے اور منکر کہتے ہیں۔ کیوں نہ اُتری اُس پر کوئی نشانی اُسکے رب سے؟+

محمد صاحب کو اس امر کا اقرار کرنا پڑا کہ اس کے پاس اس قسم کا کوئی نشان نہ تھا لیکن آنحضرت نے ایک اس مضمون کا الہام پیش کیا کہ خدائے تعالیٰ مکّہ کے سرکش لوگوں پر کسی قسم کا کوئی نشان ظاہر نہیں فرماویگا چنانچہ اس امر کے اظہار کے لئے کہ جسکو آپ محض خام خیالی خیال فرماتے تھے انجام تک نہیں پہنچ سکتی سورۂ حجر کی آٹھویں آیت میں یوں بیان فرمایا کہ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا کَانُوْٓا اِذًا مُّنْظَرِیْنَ یعنے ہم نہیں اتارتے فرشتوں کو مگر کام ٹھہرا کر اور اُسوقت اُن کو مہلت نہ ملیگی+

اس کا مطلب یہہ ہی کہ اگر وہ اُن لوگوں کے وقعات دیکھ کر جو اُنسے پیشتر گذر گئے ہیں ایمان نہیں لاتے اور اگر حال کے پیغمبر اور اُس کے عبرت انگیز پیغام کو رد کرتے ہیں تو وہ پھر اور کسی طرح سے ایمان نہیں لاوینگے چنانچہ سورۂ حجر کی چودھویں اور پندرھویں آیات میں یوں مرقوم ہی کہ لَوْ فَتَحْنَا عَلَیْہِمْ بَابًا مِّنَ السَّمَآءِ فَظَلُّوْا فِیْہِ یَعْرُجُوْنَ ۙ لَقَالُوْٓا اِنَّمَا سُکِّرَتْ اَبْصَارُنَا بَلْ نَحْنُ قَوْمٌ مَّسْحُوْرُوْنَ یعنے اگر ہم کھول دیں اُن پر دروازے آسمان کے اور تمام دن چڑھتے رہیں تو آخر یہی کہینگے کہ ہماری نگاہ ہی بند ہو گئی ہی اور ہم پر جادو کیا گیا ہی+ اس قسم کی آیات میں سے سب سے بڑھکر وہ آیت ہی جو کہ ایام مکّہ کے وسط میں نازل ہوئی اور جس میں یوں استدلال کیا گیا ہی کہ آنحضرت کو معجزات کی طاقت دینا بالکل بےسود تھا[۱]

---

[۱] اس امر کے بیان کی کچھ ضرورت نہیں کہ آنحضرت معجزات کے دکھلانے سے قاصر رہے کیونکہ قرآن میں یہہ امر

کیونکہ اس قسم کے انعام اور بخششیں انبیائے سلف کے وقت میں صاف طور پر بیفائدہ ثابت ہوچکی تھیں۔ چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل کے چھٹے رکوع میں اس طرح مرقوم ہی وَمَا مَنَعَنَا اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ یعنے اور ہم نے اسی سے موقوف کیں نشانیاں بھیجنی کہ اگلوں نے اُن کو جھٹلایا + مخالفین نے معجزہ طلب کرنے میں بہت اصرار کیا پر آپ یہی کہتے رہے کہ قرآن بذاتہٖ ایک خاص معجزہ ہی اور اسی کو مُہر نبوّت گردانتے رہے +

قیامت کی تعلیم کو اہل مکّہ محض توہمات تصوّر کرتے تھے۔ جب اس سلسلہ میں آیات نازل ہوئیں تو کہنے لگے کہ یہہ سب کچھ محمد صاحب نے اُن لوگوں سے سُنا ہوا ہی جو کہ اور ملکوں سے آکر مکہ میں بود و باش کر رہے ہیں۔ اور یہہ سب باتیں اگلے لوگوں کی کہانیاں اور شاعرانہ خیال کا نتیجہ ہیں۔ سورۃ التطفیف[1] جو کہ آنحضرت کی بشارت کے شروع میں مکّہ میں نازل ہوئی تھی اُس کی دسویں آیت سے سترھویں آیت تک یوں مرقوم ہی کہ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ وَمَا يُكَذِّبُ بِهٖٓ اِلَّا كُلُّ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۝ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا قَالَ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝ كَلَّا بَلْ ۜ رَانَ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝ كَلَّآ اِنَّهُمْ عَنْ رَّبِّهِمْ يَوْمَئِذٍ لَّمَحْجُوْبُوْنَ ۝ ثُمَّ اِنَّهُمْ لَصَالُوا الْجَحِيْمِ ۝ ثُمَّ يُقَالُ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ یعنے خرابی ہی اُس دن جھٹلانے والوں کی جو جھوٹ جانتے ہیں انصاف کا دن اور اُس کو جھٹلاتا ہی وہی جو بڑھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۔ نہایت صفائی سے مندرج ہی پر تعجب ہی کہ علماء اسلام اسکو نہیں مانتے سیل کا رسالہ عقیدۂ اسلام صفحہ ۲۱۸ +

[1] بعض مفسرین اس سورت کو مدنی بیان کرتے ہیں اور بعضوں کا خیال ہی کہ یہہ بعد کی مکی سورتوں میں سے ہی لیکن میور اور نولدیکی اسکو آنحضرت کی بشارت کے چوتھے سال کی مکی سورتوں میں شمار کرتے ہیں +

چلنے والا گنہگار ہی جب سُنائی جاتی ہیں اُس کو ہماری آئیتیں کہتا ہی کہ یہہ پہلوں کی نقلیں ہیں۔ بے شک ان کی بدکاری ان کے دلوں پر غالب ہی۔ البتہ وہ اُس دن اپنے رب سے روکے جاوینگے۔ پھر وہ ضرور آتش دوزخ کا لقمہ ہونگے۔ پھر اُن سے کہا جائیگا کہ یہہ وہی ہی جس کو تم جھوٹ جانتے تھے +

اگر یہہ خیال کیا جائے کہ مذکورہ بالا آیات ایک ابتدا کی صورت سے اقتباس کی گئی ہیں تو پھر کچھہ آگے چل کر یہی عبارت جس کا نازل ہونا مکہ ہی میں ثابت ہی سورۂ فرقان کی پانچویں اور چھٹی آیات میں مندرج ہی۔ وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ ۖ فَقَدْ جَاءُوا ظُلْمًا وَزُورًا ۝ وَقَالُوا أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ۝ ترجمہ۔ اور کہنے لگے جو مُنکر ہیں اور کچھہ نہیں یہہ مگر جھوٹ باندھہ لایا ہی اور ساتھہ دیا ہی اس میں اُس کا اور لوگوں نے۔ سو آئے بے انصافی اور جھوٹ پر۔ اور کہنے لگے یہہ نقلیں ہیں پہلوں کی جو لکھہ لیا ہی اور لکھوائی جاتی ہیں اُس پاس صبح اور شام +

ابتدائی زمانہ کی مکی سورتوں کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہی کہ اگرچہ اُن کی عبارت نہایت شستہ فصاحت سے پُر اور شاعرانہ رنگ میں رنگی ہوئی ہی تاہم آنحضرت کے دل پر شکوک کے بادل چھا رہے تھے + جن قسموں کے ذریعہ سے آپ اپنی تعلیم کو لوگوں کے دلوں میں بٹھانا چاہتے تھے نہایت عجیب اور قابل غور ہیں۔ آنحضرت کے اِس زمانہ کی طرز زندگی کو وہ سخت اور قہر آلود حملے جو آپ نے مخالفین پر کئے نہایت صفائی سے ظاہر

کرتے ہیں[۱]۔ تمام قرآن میں یہہ سورتیں سب سے عمدہ ہیں اور ان سے ظاہر ہوتا ہی کہ حضرت صاحب کے جوش و خروش اور تشویش کی کچھہ حد نہ تھی۔ آپ نے اہلِ مکّہ سے ان کے حقوق پیش کرکے صلح کی درخواست کی۔ چنانچہ سورۂ فیل میں یوں لکھا ہی۔ اَلَمْ تَرَ كَيْفَ فَعَلَ رَبُّكَ بِاَصْحٰبِ الْفِيْلِ ۝ اَلَمْ يَجْعَلْ كَيْدَهُمْ فِيْ تَضْلِيْلٍ ۝ وَّ اَرْسَلَ عَلَيْهِمْ طَيْرًا اَبَابِيْلَ ۝ تَرْمِيْهِمْ بِحِجَارَةٍ مِّنْ سِجِّيْلٍ ۝ فَجَعَلَهُمْ كَعَصْفٍ مَّاْكُوْلٍ ۝ ترجمہ۔ کیا تو نے نہیں دیکھا کیسا کیا تیرے رب نے ہاتھی والوں سے؟ نہ کر دیا ان کا داؤ غلط؟ اور ان پر ابابیل پرندوں کو بھیجا۔ پھینکتے ان پر پتھریاں کنکر کی۔ پھر کر ڈالا ان کو جیسا بھس کھایا ہوا۔

اس مذکورہ بالا سورۃ میں اہلِ مکّہ کے اس لشکرِ جرار سے رہائی پانے کی طرف اشارہ ہی جو شاہ حبش نجاشی کی طرف سے آنحضرت کی پیدائش کے وقت کعبہ کو منہدم کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا۔ پھر سورۃ القریش کی تیسری اور چوتھی آیات میں کعبہ شریف اور اس کے علاقہ کی حفاظت کا یوں ذکر ہی فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۝ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۝ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ۝ ترجمہ۔ تو چاہیئے بندگی کرنی اس گھر کے رب کی جس نے کھانا دیا ان کو بھوکھہ میں اور امن دیا ڈر میں۔ نیز سورۃ التّین کی پہلی تین آیات اور سورۂ طور کی پہلی چار آیات میں بھی اسی امر کو حلفاً پیش کیا گیا ہی۔ چنانچہ سورۃ التّین میں مرقوم ہی۔ وَالتِّيْنِ وَالزَّيْتُوْنِ ۝ وَطُوْرِ سِيْنِيْنَ وَهٰذَا الْبَلَدِ الْاَمِيْنِ ۝ ترجمہ۔ قسم انجیر کی اور زیتون کی اور طورِ سینین کی اور اس شہر امن والے

---

[۱] دیکھو نولدیکی کا گشتی دس قرآن صفحہ ۶۰ و ۷۸۔

کی اور سورۂ طور میں مندرج ہی وَالطُّوْرِ ۝ وَكِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ ۝ فِيْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ ۝ وَّالْبَيْتِ الْمَعْمُوْرِ ۝ ترجمہ۔ قسم ہی طور کی اور لکھی کتاب کی کشادہ ورق میں۔ اور آباد گھر کی +

اِن مندکرہ بالاحوالجات سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ رسول عربی اپنے ایامِ مکّہ کے آغاز میں کعبہ کی جو اہلِ عرب کا مقدس مقام تھا نہایت تعظیم و تکریم کرتے تھے +

اب محمد صاحب نے ایک نئے پیرایۂ تقریر کو اختیار کیا اور انسانی طبیعت کے حیوانی و شہوانی پہلو کی طرف مائل ہوئے۔ چنانچہ آپ نے اپنے پست ہمت اور خستہ خاطر پیرؤں کی جماعت کی ہمت بڑھانے کے لئے بہشتی خوشیوں یعنے عروسی پلنگوں مشک و کستوری اور شراب طہور کا نقشہ کھینچ دکھایا اور بیان کیا کہ بہشت کی خاص خوشیوں میں سے مومنین کے لئے ایک بڑی خوشی یہہ بھی ہوگی کہ جب وہ عروسی سیجوں پر حور و غلمان کے ساتھہ عیش کرینگے اور متلذذ ہونگے اُس وقت کفار پر نظر کرینگے اور اُن کو عذاب میں مبتلا دیکھکر ازراہِ حقارت ہنسینگے۔ اس بیان کو مفسرین یوں سمجھاتے ہیں کہ بہشت اور دوزخ کے درمیان ایک دروازہ کھولا جائیگا اور دوزخیوں کو اس کھُلے دروازہ کی طرف بلایا جائیگا۔ وہ بڑی امید و آرزو سے بھاگتے ہوئے آئینگے لیکن جونہی کہ وہ دروازہ پر پہنچینگے دروازہ بند ہوجائیگا۔ اسپر اہلِ جنت جو کہ نفسانی خوشیوں میں مشغول ہونگے اہل جہنم کی مایوسی پر مضحکہ اُڑائینگے اور اس طرح اپنی عیش عشرت کو دوبالا کرینگے + اس وقت بہشت و دوزخ کے نقشے نہایت مشرح اور واضح طور پر بیان کئے گئے تھے اور اس سے محض یہی غرض نہ تھی کہ ابتدائی زمانہ کے مسلمان اپنی مشکلات میں ہمت نہ ہاریں بلکہ کفار و

مخالفین کو مرعوب ومغلوب کرنا بھی بدرجۂ غایت ملحوظ ومتصور تھا + بہشت کی خوشیاں یہہ ہیں کہ وہاں ہر طرح سے آرام وآسائش مہیا ہوگی اہل جنّت کا لباس حریری ہوگا۔ خوشبو اور شراب بکثرت ہوگی۔ پلانے کے لئے نہایت خوبصورت غلام خدمت میں کھڑے ہونگے اور علاوہ اِس کے یہہ تمام عیش وعشرت منانے کا موقع ایسا ہوگا کہ وہاں کے نظارہ سے حواس میں فرحت اور تازگی پیدا ہوگی + بہشت کے اِس تحریص دہ بیان کی کشش کی تکمیل کے لئے ذیل کی آیات پیش کی جاتی ہیں۔ اول سورۃ النبا میں اکتیسویں سے چونتیسویں آیت تک یوں لکھا ہوا ہے۔ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ مَفَازًا ۙ حَدَآئِقَ وَاَعْنَابًا ۙ وَّكَوَاعِبَ اَتْرَابًا ۙ وَّكَاْسًا دِهَاقًا ۙ ترجمہ۔ بے شک ڈر والوں کو مراد ملنی ہے۔ باغ ہیں اور انگور اور نوجوان ونارپستان عورتیں ایک عمر کی سب۔ اور پیالہ چھلکتا + دوم سورۃ الواقعہ کی ۲۲ ویں اور ۳۴ ویں آیات میں مندرج ہے۔ وَحُوْرٌ عِیْنٌ ۙ كَاَمْثَالِ اللُّؤْلُؤِ الْمَكْنُوْنِ فَجَعَلْنٰهُنَّ اَبْكَارًا ۙ عُرُبًا اَتْرَابًا ۙ ترجمہ۔ اور گوریاں بڑی آنکھوں والیاں برابر لپٹے موتی کے۔ ہم نے وے عورتیں اُٹھائیں ایک اُٹھان پر۔ پھر کیا اُن کو کنواریاں + سوم سورۃ الطور کی بیسویں آیت میں مسطور ہے مُتَّكِـِٕیْنَ عَلٰى سُرُرٍ مَّصْفُوْفَةٍ ۚ وَزَوَّجْنٰهُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ ۝ ترجمہ لگے بیٹھے تختوں پر برابر بچھے قطار۔ اور بیاہ دیں ہم نے اُن کو گوریاں بڑی آنکھوں والیاں + پھر سورۃ الصّافات جو کہ ایام مکہ کے وسط کی خیال کی جاتی ہے اس کی ۴۰ ویں سے ۴۷ ویں آیت تک یوں مرقوم ہے کہ اُولٰٓىِٕكَ لَهُمْ رِزْقٌ مَّعْلُوْمٌ ۙ فَوَاكِهُ ۚ وَهُمْ مُّكْرَمُوْنَ ۙ فِیْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ ۝ عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِیْنَ ۝ یُطَافُ عَلَیْهِمْ بِكَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ ۙ بَیْضَآءَ لَذَّةٍ

لِلشّٰرِبِیْنَ ۚ لَا فِیْهَا غَوْلٌ وَّلَا هُمْ عَنْهَا یُنْزَفُوْنَ ۝ وَعِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ عِیْنٌ ۙ كَاَنَّهُنَّ بَیْضٌ مَّكْنُوْنٌ ۝ ترجمہ۔ جو ہیں اُن کو روزی ہی مقرر میوے اور اُن کی عزت ہی۔ باغوں میں نعمت کے تختوں پر ایک دوسرے کے سامنے لوگ لئے پھرتے ہیں اُن کے پاس پیالہ شراب نتھری کا۔ سفید رنگ مزا دیتی پینے والوں کو۔ نہ اُس سے سر پھرتا ہی اور نہ اُس سے بہکتے ہیں اور اُن کے پاس ہیں عورتیں نیچی نگاہ رکھتیاں بڑی آنکھوں والیاں گویا وے انڈے ہیں چھپے دھرے +

بہشت کے اس بیان کی نسبت گبن صاحب طنزاً فرماتے ہیں کہ محمد صاحب نے اہل جنّت کے ہم صحبتانِ ذکور کا بالکل بیان نہیں کیا اور اِس کی تشریح سے اِس لئے کترا گئے کہ مبادا پہلے شوہروں کے دلوں میں حسد کی آگ مشتعل ہو یا شاید نکاح کے ابدی اور دائمی رشتہ کے شکوک سے کسی طرح اُن کے آرام و آسائش میں خلل واقع ہو۔ جبکہ سب مومنین اور مومنات بہشت میں دوبارہ شباب کے عالم میں ہونگے تو اِنصاف اس امر کا متقاضی ہی کہ اُناث کو بھی وہی آزادی اور حقوق حاصل ہونے چاہئیں جو کہ ذکور کو ہونگے پر آنحضرت اپنی تعلیم کے اس صحیح اور صریح نتیجہ کو صاف اُڑا گئے اور اِس کے بیان سے عمداً پہلو تہی کیا +

بہشت کے اس مذکورہ بالا بیان کی نسبت اب خواہ مخواہ یہہ سوال پیش آتا ہی کہ آیا یہہ فی الواقعہ لفظی طور پر صحیح اور درست ہی یا اس سے کوئی ایسا بہشت مراد ہی جس کا یہاں تشبیہہ اور استعارہ کے پیرایہ میں بیان کیا گیا ہی۔ اِس میں کلام نہیں کہ مسلمان حکما اور عارفین نے اِس کو بہت کچھ تشبیہہ و استعارہ کے پیرایہ میں رکھ کر حتی المقدور

مہذبانہ صورت میں پیش کیا ہی اور زمانہ حال کی مہذب اور شائستہ اسلامی جماعت کے لئے
جو کہ مسیحیوں کی تہذیب اور مغربی تعلیم سے اثر پذیر ہو رہی ہی یہہ ایک نہایت ضروری اور
طبعی امر ہی کہ اِس قسم کی رنگین بیانیوں کو اچھی صورت میں پیش کرے لیکن یہہ ماننا
کہ محمد صاحب کا یہی مطلب تھا یا اُنکے سامعین نے اسوقت یونہی سمجھا بعید از فہم اور نہایت مشکل
ہو۔ کیونکہ محمد صاحب کا دل بدرجۂ غایت عملی تھا اور اُس میں عرفان و تصوف کا نام بھی
نہ تھا۔ انتظام دنیوی اور انسانی اِنسداد میں آنحضرت کو کوئی مشکل نظر نہ آتی تھی اور اس قسم
کے امور کو آپ کسی صورت میں راز و معمّا نہ سمجھتے تھے۔ جہنّم کے عذاب کا بیان حرف بحرف
صحیح اور حقیقی خیال کیا جاتا ہی اور کوئی بھی اس امر کی کوشش نہیں کرتا کہ اسکو تشبیہات
و استعاروں کے پیرایہ میں پیش کرے۔ پھر کیا وجہ ہی کہ بہشت کی خوشیوں کے بیان
کو ویسا ہی بلا کم و کاست لفظ بلفظ صحیح اور حقیقی قرار نہیں دیا جاتا اور اُن کی کئی طرح
سے تاویلات کی جاتی ہیں؟ یہہ بھی خیال رہے کہ اِس شہوت رانی اور نفس پرستی کے
بہشت کا آپ نے اُس وقت بیان کیا تھا جب آپ صرف ایک ہی بیوی کے ساتھ
پرہیزگاری اور پاکیزگی کی زندگی بسر کر رہے تھے۔ بعض آپ کی اسی پاکیزہ زندگی کو اس
امر کی دلیل گردانتے ہیں کہ آنحضرت نے جو بہشت پر از لذائذ نفسانی اور عیش و عشرت
سے مملو بیان کیا وہ محض تشبیہہ اور استعارہ کے طور پر تھا لیکن اس مقام پر یہہ یاد رہے
کہ اگرچہ آپ بی بی خدیجہ کے ساتھ وفاداری کرتے تھے اور اُس کے از حد شیفتہ و فریفتہ
تھے تو بھی آپ اُس کے تابع اور مطیع و منقاد تھے۔ خدیجہ آپ کی مالک سمجھی جاتی تھی اُسی نے
آپ کو افلاس سے رہا کیا اور ایک خاصے متمول آدمی کے رتبہ کو پہنچایا لیکن پھر بھی تمام جائداد

خدیجہ کے اپنے ہی قبضہ و تصرف میں تھی۔ اس عرصہ میں آنحضرت کبھی کسی صورت میں ظاہر نہ کر سکے کہ آپ دیگر زوجات مطہرات یا جہیز وغیرہ کے خواہشمند تھے۔ بعض محققین اور نکتہ رس اشخاص کے نزدیک یہہ امر اظہر من الشمس ہے کہ یہہ میانہ روی آنحضرت کے لئے ایک مجبوری امر تھی کیونکہ جب آپ کو موقعہ ملا تو آپ نے خوب ہی دل کھول کر حسرتیں نکالیں۔ روضتہ الاحباب میں لکھا ہے کہ خدیجہ کی وفات پر محمد صاحب نہایت ہی پژمردہ اور شکستہ خاطر تھے۔ کسی دوست نے پوچھا کہ آپ اور نکاح کیوں نہیں کر لیتے؟ آپ نے فرمایا کہ میں کس سے نکاح کروں؟ اِس پر اُس دوست نے کہا کہ اگر آپ کوئی باکرہ اور دوشیزہ لڑکی چاہتے ہیں تو آپ کے دوست ابوبکر کی بیٹی عائشہ موجود ہے اور اگر آپ کسی جوان عورت کو ترجیح دیتے ہوں تو سودہ جو کہ آپ کی معتقد ہے اور آپ پر ایمان لائی ہے حاضر ہے۔ آنحضرت نے اِس عقدۂ مالاینحل کو یوں حل کیا اور فرمایا کہ اُن دونو سے دریافت کرو کہ آیا وہ مجھ سے نکاح کرنے کو خوش ہیں یا نہیں۔ خدیجہ کی آنکھ بند ہوئے ابھی دو ہی مہینے گذرے تھے کہ آپ نے سودہ سے نکاح کیا اور عائشہ سے جو اس وقت ابھی چھ برس کی لڑکی تھی اور تین سال بعد آپ کی سلک زوجات مطہرات میں منسلک ہوئی نسبت ٹھہر گئی۔ اب یہہ بات بھی قابلِ توجہ ہے کہ بہشت کی اِن جسمانی اور نفسانی خوشیوں کی روش بیانیاں بعد کے زمانہ کی سورتوں میں کیوں نہیں پائی جاتیں؟[۱] اِس کا ایک یہہ سبب بیان

[۱] حضرت کی مکہ سے مدینہ کی طرف ہجرت کے بعد قریباً عرصہ دس سال کی مدنی سورتوں میں اس بات کا صرف دو دفعہ ذکر پایا جاتا ہے کہ حوریں یعنی خوبصورت عورتیں بہشت کی خوشیوں اور عیش و عشرت

کیا جاتا ہی کہ آنحضرت کے مدنی مرید اب ہر طرح ظلم تعدی سے محفوظ تھے اسواسطے کچھ ضرورت نہ تھی کہ اس قسم کے وعدوں سے اُن کی ہمت بڑھائی جاتی۔ پر بعض یہہ بھی کہتے ہیں کہ جب آنحضرت نے ہر طرح سے حتیٰ المقدور اپنی نفسانی خواہشوں اور شہوات کو پورا کر لیا تو پھر اِس قسم کے بیانات کی حظِ نفس کے لئے چنداں ضرورت نہ رہی۔ جب آنحضرت کو عیش و عشرت کی دست رس نہ تھی تو آپ کی نظر میں اہل جنت کے لئے بہشت میں حور و غلمان سے بڑھ کر کوئی اچھی جزا نہ تھی پر جب بے روک ٹوک حسرتیں نکال چکے تو جس قدر عشقیہ مضمون دماغ میں بھرے ہوئے تھے سب کے سب ہوا ہو گئے +

ایام مکہ کے دوسرے حصہ میں دوزخ اور اُس کے عذاب کا بیان نہایت ہولناک ہی۔ اہل دوزخ ہمیشہ سخت عذاب میں مبتلا رہینگے اُن کو سر سے پکڑ کر اور کھینچتے ہوئے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵۔ کا ایک حصہ ہونگی۔ بعدازاں انکو منکوحہ بیویوں کی حیثیت میں بیان کیا ہی اور حوروں کے پیرایہ میں پیش نہیں کیا۔ سورہ بقر کی تیئیسویں آیت میں لکھا ہی وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ یعنے اہل جنت کے لئے وہاں پاکیزہ عورتیں ہیں پھر سورہ نساء کے آٹھویں رکوع میں یہی لکھا ہی وَلَهُمْ فِيهَا أَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ اور وہاں ہیں ان کے لئے عورتیں ستھری۔ جس نفسانیت اور شہوت پرستی کے بہشت کو مکہ میں اس زور و شور سے پیش کیا جاتا تھا اب مدینہ میں یا تو یہودیوں سے میل ملاپ رکھنے سے آنحضرت پر اسقدر اُن کے اخلاق کا اثر ہوا کہ آپ کے یہہ خیالات تبدیل ہو گئے یا ڈر گئے یا اِس کا باعث یہہ ہو سکتا ہی کہ اب مدینہ میں مسلمانوں کو بہشت کی عیش و عشرت کا ذکر سُنا کر انکی ہمت بڑھانیکی ضرورت نہ تھی کیونکہ یہہ سب کچھ حسب خواہش اور ضرورت سے زیادہ اسی دنیا میں حاصل تھا بس اُنہوں نے ایسے بہشت کی خوشخبری سے کیا حظ اُٹھانا تھا +

سل آسبرن صاحب کی کتاب مسمی بہ اسلام در عہد عرب کا صفحہ نمبر ۶۳ ملاحظہ کیجئے +

دوزخ میں پھینکا جاویگا اور اُن کو زبردستی اُبلتا ہوا پانی پلایا جائیگا اور آتشی لباس پہنائے جائینگے
لوہے کے گرزوں سے اُن کو مارینگے اور جب وہ چھٹکارے کے لئے بھاگینگے تو ان کو پھر پکڑ کر گھسیٹتے
ہوئے دوزخ میں ڈالینگے اور کہینگے ذُوقُوا مَسَّ سَقَرَ یعنے چکھو مزا آگ کا۔ پس اسی طرح
وہ رہینگے جلانے والی ہوا کے جھونکوں اور کھولتے پانی میں اور دھوئیں کے سایہ میں جو کہ نہ
ٹھنڈا ہی اور نہ اُس سے کچھ آرام حاصل ہوسکتا ہی +

پھر ایام مکہ کے تیسرے حصہ میں یہی زجر و عتاب اور ہیبتناک لعنتیں سُنائی گئی ہیں
جن سے صاف پتہ لگتا ہی کہ آپ جب تک مکہ میں رہے اپنے مخالفین کے ساتھ اسی قسم
کی دھمکیوں سے پیش آتے تھے چنانچہ سورہ ابراہیم کی چوالیسویں و اکاونویں آیت میں
یوں لکھا ہوا ہی کہ مُهْطِعِينَ مُقْنِعِي رُءُوسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ إِلَيْهِمْ طَرْفُهُمْ ۖ وَأَفْئِدَتُهُمْ هَوَاءٌ ۝ وَأَنذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَأْتِيهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُولُ الَّذِينَ
ظَلَمُوا رَبَّنَا أَخِّرْنَا إِلَىٰ أَجَلٍ قَرِيبٍ ۝ وَتَرَى الْمُجْرِمِينَ يَوْمَئِذٍ مُّقَرَّنِينَ
فِي الْأَصْفَادِ ۝ سَرَابِيلُهُم مِّن قَطِرَانٍ وَتَغْشَىٰ وُجُوهَهُمُ النَّارُ ۝ یعنے
دوڑتے ہونگے اوپر اُٹھائے ہوئے اپنے سر پھرتی نہیں اپنی طرف اُن کی آنکھیں۔ اور دل
اُن کے اُڑ گئے ہیں۔ اور ڈراوے لوگوں کو اُس دن سے کہ آویگا اُن کو عذاب تب کہینگے
بے انصاف اے رب ہمارے فرصت دے ہم کو تھوڑی مدت۔ اور دیکھہ تو گنہگار اُس دن
جوڑے ہوئے زنجیروں میں۔ کُرتے اُن کے ہیں گندک کے اور ڈھانکے لیتی ہو اُن کے
مُنہہ کو آگ +

پھر سورہ مومن کے آٹھویں رکوع میں یوں مرقوم ہی الَّذِينَ كَذَّبُوا بِالْكِتَابِ

وَبِمَآ اَرْسَلْنَا بِهٖ رُسُلَنَا فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۙ اِذِ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ وَالسَّلٰسِلُ ۭ يُسْحَبُوْنَ ۙ فِي الْحَمِيْمِ ڏ ثُمَّ فِي النَّارِ يُسْجَرُوْنَ ۚ یعنے جنھوں نے جھٹلائی یہہ کتاب[1] اور جو بھیجا ہم نے اپنے رسولوں کے ساتھہ سو آخر جان لینگے جب طوق پڑے ہیں اُن کی گردنوں میں اور زنجیریں۔ گھسیٹے جاتے ہیں جلتے پانی میں۔ پھر آگ میں اُن کو جھونکتے ہیں + علاوہ اِس کے سورۂ یونس کے تیسرے رکوع میں اس طرح مندرج ہی۔ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّـيِّاٰتِ جَزَاۗءُ سَـيِّئَةٍۢ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُھُمْ ذِلَّةٌ ۭ مَا لَھُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُھُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ یعنے اور جنھوں نے کمائی بُرائیاں بدلہ بُرائی کا اُس کے برابر اور اُن پر چڑھیگی رسوائی۔ کوئی نہیں اُن کو اللہ سے بچانے والا۔ جیسے ڈھانک دیا ہی اُن کے مُنہہ پر ایک اندھیرا ٹکڑا رات کا۔ وے ہیں آگ والے۔ وے اُس میں رہا کرینگے +

واضح رہے کہ محمد صاحب بلا روک بار بار یہی کہتے رہے کہ میں نذیر من اللہ ہوں پر قریش نے اُن کی ایک نہ سُنی چنانچہ سورۂ حجر کے پانچویں رکوع میں لکھا ہی وَقُلْ اِنِّىْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ۝ یعنے اور کہہ کہ میں وہی ہوں ڈرانے والا کھول کر۔ پھر سورۂ ص کی تیسری آیت میں مرقوم ہی وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَاۗءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۡ وَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ ھٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ یعنے اچنبھا کرنے لگے اسپر کہ آیا اُن کو ایک ڈر سُنانے والا انہیں میں سے اور کہنے لگے منکر یہہ جادوگر ہی جھوٹا + ایساہی

---

[1] قرآن۔ [2] زمانہ سلف کی کتب مقدسہ یعنے توریت زبور اور انجیل +

سورۂ یٰس کی پانچویں آیت اور سورۂ انبیاء کی چھیالیسویں آیت میں مرقوم ہی۔ لِتُنذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ ۝ قُلْ اِنَّمَآ اُنذِرُكُمْ بِالْوَحْيِ یعنے تا کہ ڈرا وے تو ایک لوگوں کو کہ ڈر نہیں سنا اُن کے باپ دادوں نے۔ سو خبر نہیں رکھتے کہہ تو کہ مَیں تم کو خدا کے حکم کے موافق ڈر سناتا ہوں +

یہہ تمام سورتیں جن کی آیات اقتباس کی گئی ہیں ایام مکہ کے وسطی زمانہ کی ہیں جبکہ آنحضرت قبیلۂ قریش کے مطیع و منقاد بنانے میں سرگرم و مصروف تھے۔ پھر ایک آخری مدنی سورۃ یعنے سورۂ فتح کی آٹھویں آیت میں مندرج ہی اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا یعنے ہم نے تجھ کو بھیجا احوال بتانے والا اور خوشی اور ڈر سنانا۔ لیکن بیان کیا جاتا ہی کہ اِس ڈر سنانے کا خاص مطلب یہہ تھا کہ لوگ اللہ اور اللہ کے رسول پر ایمان لاویں۔ جائے غور ہی کہ اس ایمان کی اِن اغراض کا بیان عموماً آخری سورتوں میں پایا جاتا ہی اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ مکّہ میں جب تک آنحضرت تشریف فرما رہے زیادہ حلیم تھے۔ سورۂ فلق اور سورۃ الناس کی نسبت اگرچہ تحقیق معلوم نہیں کہ وہ مکہ میں نازل ہوئیں[1] پر اگر اُن کو

[1] نولدیکی صاحب فرماتے ہیں کہ ان دونوں سورتوں کے نزول کا وقت مقرر کرنا بہت مشکل ہی اور اس امر کا فیصلہ کرنا کہ یہہ محمد صاحب کی مکہ سے مدینہ کی طرف مہاجرت سے پہلے کی ہیں سخت دشوار ہی دیکھو نولدیکی صاحب کا گشحتی دس قرآن صفحہ ۸۵ +

پھر مندرج ہی۔ وَاِمَّا يَنْزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ یعنے اور کبھی چوک لگے تجھ کو شیطان کے چوکنے سے تو پناہ پکڑ اللہ کی۔ اور سورۂ نحل کے تیرھویں رکوع میں مرقوم ہی۔ فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۔ یعنے جب تو پڑھنے لگے قرآن تو پناہ لے اللہ کی شیطان راندے ہوئے سے +۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہہ سورتیں مکّی ہیں اور اُس وقت

کی تسلیم کرلیا جاوے تو معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت اپنی معمولی خوش الحانی کو استعمال کرتے تھے اور اس قدر زمانہ سازی اور توہمات کے بس میں تھے کہ آپ اس بات کا اکثر اظہار کرتے تھے کہ اُن کے دشمن اگر اُن کو کسی سحری تاثیر سے ضرر پہنچانا چاہیں تو وہ اس سے مامون و مصئون رہ سکتے تھے چنانچہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک شخص لبید نامی نے جو کہ یہودی تھا اپنی بیٹیوں کی مدد سے آنحضرت پر جادو کیا اور حضرت جبرائیل نے یہہ دو سورتیں (فلق و والناس)[۵] پڑھکر آپ کو اُس کے جادو کی تاثیر اور ضرر سے بچایا۔ چنانچہ سورۂ فلق اور سورۂ الناس کی عبارت یہہ ہے قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ۙ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ۙ وَمِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ ۙ وَمِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ۙ وَمِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ۔ قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ۙ الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ۙ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ ۔ یعنے تو کہہ میں پناہ میں آیا صبح کے رب کی۔ ہر چیز کی بدی سے جو اُس نے بنائی۔ اور بدی سے اندھیرے کی جب سمٹ آئے۔ اور بدی سے پھونکنے والی عورتوں کی گرہوں میں۔ اور بدی سے بُرا چاہنے والوں کی جب لگے ہونسنے + تو کہہ میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی۔ لوگوں کے بادشاہ کی۔ لوگوں کے پوجے ہوئے کی۔ بدی سے اُس کی جو سنکارے چھپ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹۔ سے علاقہ رکھتی ہیں جبکہ محمد صاحب ابھی اہل عرب کے توہمات سے نجات یافتہ نہ تھے بہت سے مسلمان مفسرین کہتے ہیں کہ لبید یہودی مدینہ میں رہتا تھا اسواسطے یہہ سورتیں یعنے فلق و والناس مدنی اور ہجرت کے بعد کی ہیں۔ اس قسم کے بیانات سے اُن کے نزول کی کوئی ٹھیک تاریخ مقرر نہیں ہوسکتی +

[۵] دیکھو تفسیر حسینی سورۂ فلق +

جاوے وہ جو خیال ڈالتا ہی لوگوں کے دل ہیں۔ جنوں یا آدمیوں ہیں سے۔ ان سورتوں کو سورۃ المعوذتین یعنے حفاظت و نگہبانی کی سورتیں کہتے ہیں اور دفع ضرر آسیب و بلیات کے لئے اُن کو لوگ تعویذ کے طور پر کسی چیز پر لکھ کر یا کندہ کر کے پہنتے ہیں +

باوجود بہشت کی تمام موعودہ عیش و عشرت۔ عذاب جہنم کی دھمکیوں اور سحر و جادو پر غالب ہونے کے بیان اور دعووں کے محمد صاحب قبیلۂ قریش کو اپنا معتقد نہ بنا سکے۔ اب آنحضرت اپنے غریب مومنین[۱] کی حفاظت سے قاصر تھے اور یہہ بھی آپ کو گوارا نہ ہو سکتا تھا کہ اُن کو اسلام سے منکر اور برگشتہ ہوتے ہوئے دیکھیں۔ اس وقت عرب اور حبش میں تجارتی رشتہ بہت محکم و استوار تھا۔ پس آپ نے اپنے غریب اور مظلوم مومنین کو حکم دیا کہ عرب سے ہجرت کر کے حبش میں چلے جاویں۔ یہہ مہاجرین تعداد میں بہت تھوڑے تھے اور انہوں نے اپنے مخالفین کے ظلم و تعدی کے باعث اسلام سے منکر ہونے پر جلاوطنی اور غربت کو ترجیح دی۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ یہہ لوگ فی الحقیقت سچے ایماندار

---

[۱] اس وقت اُن تمام غلاموں نے جو خود مسیحی ملکوں سے عرب میں پہنچائے گئے یا جو مکہ میں ان مسیحیوں کی اولاد تھے اسلام قبول کر لیا جب اُنہوں نے دیکھا کہ محمد صاحب ایک شخص ہی جو غلامی سے چھڑانے اور مخلصی دینے والا ہی تو وہ اسپر ایمان لائے اور اُن کا ایمان ایسا پختہ تھا کہ اُن میں سے کئی اسلام کے اقرار پر شہید ہو گئے۔ سورۂ علق کی دسویں آیت میں عَبْدًا اِذَا صَلّٰی۔ (یعنے بندہ کو جب وہ نماز پڑھے) نولدیکی صاحب کے نزدیک انہی غلاموں کی طرف اشارہ ہی لیکن اسکا عام ترجمہ یہہ ہی کہ "خدا کا خادم جبکہ وہ نماز پڑھتا ہی" اور اس سے بعض کے نزدیک خود محمد صاحب مراد ہیں اور اس میں اُس دھمکی کی طرف اشارہ ہی جو ابوجہل نے آنحضرت کو یہہ کہہ کر سنائی تھی کہ جب تو نماز میں مصروف ہوگا میں تیری گردن پر پاؤں رکھہ کر کھڑا ہو جاؤنگا۔ دیکھو نولدیکی صاحب کی کتاب گشختی دس قرآن صفحہ ۶۶ اور تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۴۶۸ +

تھے۔ اے بی سینیا میں جا کر ان میں سے بعض مسیحی کلیسیا میں داخل ہو گئے کیونکہ مسلمانوں اور عیسائیوں میں اُس وقت ایسی مخالفت نہ تھی جیسی کہ بعد میں ظہور پذیر ہوئی۔ اور اگر اس کے چند سال بعد خود محمد صاحب بھی مدینہ میں نہ جا رہتے تو شاید اے بی سینیا میں تشریف لے جاتے اور بجائے اسلام کے کسی مسیحی بدعتی فرقہ کے بانی ہوتے*

چونکہ اب قریش کے ساتھ کچھ صلح کے آثار نظر آنے لگے تھے اس لئے جو مسلمان اے بی سینیا کو چلے گئے تھے تین مہینے کے بعد مکہ میں واپس آ گئے۔ سرداران مکہ میں سے ایک شخص مقرر کیا گیا کہ محمد صاحب سے ملاقات کرے اور عہد و پیمان کے باب میں اُسکو کسی ڈھنگ پر لاوے چنانچہ اُس نے آنحضرت کے پاس جا کر یوں کہا کہ ای بھائی آپ جانتے ہیں کہ آپ ہماری قوم میں اعلیٰ رتبہ پر ممتاز ہیں اور آپ نے آجکل ہمارے سامنے ایک نہایت نازک معاملہ پیش کیا ہے جس سے ہماری جماعت کے اجزا متفرق ہو گئے ہیں۔ آپ نے ہم کو بیوقوف اور احمق کے نام سے نامزد کیا ہمارے دین و مذہب کی توہین کی اور ہمارے متوفی آبا و اجداد پر کفر و بے ایمانی کا الزام لگایا ہے۔ اب میں آپ سے ایک درخواست کرتا ہوں اگر آپ اِس کے نفس مضمون پر بخوبی غور کرینگے تو آپ کو صاف معلوم ہو جاویگا کہ یہہ درخواست نہایت معقول اور قابل قبول ہے۔ اب عزت و دولت محمد صاحب کے سامنے پیش کی گئیں اور یہہ شرط قرار پائی کہ اگر محمد صاحب قریش کے معبودوں کو تسلیم کریں تو وہ بھی اللہ کو اپنا خدا مانینگے اور اپنے دیگر معبودوں کی طرح اُسکی بھی پرستش کرینگے۔ اِس معاملہ میں آنحضرت کے سامنے بڑی بھاری آزمائش تھی۔[۵]

[۵] دیکھو کتاب Muir's Life of Muhammad جلد دوم صفحہ ۱۵۰ سے ۱۵۶ تک

محمد صاحب کی یہہ تمنّا اور آرزو تھی کہ اہل مکّہ کو مسلمان کرے لیکن صرف چالیس پچاس آدمی ایمان لائے اور اُس وقت ان میں سے بھی بعض جلا وطن تھے۔قبیلۂ قریش کے لوگ اب بھی بدستور سابق بالکل مخالف و ضدی تھے اور اُن میں کسی طرح کی تبدیلی کا تا حال نام و نشان بھی نہ تھا۔ ہر طرح سے مایوسی اور نا امیدی کی گھٹا چھائی ہوئی تھی پر اب مخالف جماعت کی طرف سے دعوئے توحید الٰہی کے بارہ میں کسیقدر رضامندی حاصل کرنے کا موقع تھا۔ چنانچہ یہہ قصّہ یوں بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دن محمد صاحب کعبہ کے قریب سرداران مکّہ کی ایک جماعت کے پاس پہنچے اور اُن کی مجلس میں شامل ہو کر اپنے استقلال و استحکام کے باب میں سورۂ نجم سے شروع کی آیات یوں پڑھیں وَالنَّجْمِ إِذَا هَوَىٰ ۝ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ ۝ وَمَا يَنطِقُ عَنِ الْهَوَىٰ ۝ إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَىٰ ۝ عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ یعنے قسم ہے تارے کی جب گرے۔ بہکا نہیں تمہارا رفیق اور بے راہ نہیں چلا۔ اور نہیں بولتا ہے اپنے چاؤ سے۔ یہہ تو حکم ہے جو پہنچتا ہے+ اُس کو سکھایا سخت قوتوں والے نے+ پھر اُن رازوں کی طرف اشارہ کر کے جو آپ پر منکشف کئے گئے آپ نے مکّہ کے بتوں کا یوں بیان کیا اور فرمایا أَفَرَأَيْتُمُ اللَّاتَ وَالْعُزَّىٰ ۝ وَمَنَاةَ الثَّالِثَةَ الْأُخْرَىٰ ۝ یعنے بھلا تم دیکھو تولات و عزّیٰ اور مناۃ تیسرا پچھلا+ بعد ازاں آپ نے قریش کی صلح و یگانگت کا ذکر کیا اس وقت قریش کے لوگ بڑے شوق اور غور کے ساتھ سُن رہے تھے اور آپ کی باتوں میں محو ہو رہے تھے۔ اُن کی خوشی اور حیرانی کی کچھہ حد نہ رہی جب اُنہوں نے یہہ سنا کہ یہہ سب بزرگ نام ہیں[۱]

---

[۱] مسلمان موءرخین اور مفسرین یا تو اسکا یوں بیان کرتے ہیں کہ سامعین کے کانوں پر شیطان کی طرف سے کچھہ ایسی سحری تاثیر کی گئی کہ اُنہوں نے یہہ الفاظ جو کہ آنحضرت کی زبان سے نہیں نکلے تھے سنے اور یا بیضاوی

اور اُن کی سفارش کی امید رکھنی چاہئیے +

اِس سورت کے آخری الفاظ جیسا کہ محمد صاحب نے پڑھ کر سُنائے یہہ ہیں فَاسْجُدُوْا لِلّٰہِ وَاعْبُدُوْا یعنے سجدہ کرو اللہ کے آگے اور بندگی کرو + سب حاضرین نے ایک دل ہوکر خدا کے حضور سجدہ کیا۔ یہہ ایک نہایت ہی دل پسند اور عجیب وغریب نظارہ تھا + قریش کے لوگ بہت خوش ہو گئے اور کہنے لگے کہ اب ہم نے جانا کہ صرف خدا ہی زندہ کرتا اور مارتا ہی اور وہی پیدا کرتا اور برقرار رکھتا ہی۔ یہہ ہماری دیویاں اُسی کے حضور ہماری سفارش کرتی ہیں اور جب تو نے اُن کے لئے ایک درجہ مقرر کر دیا ہی ہم اس سے خوش ہیں تیری پیروی کرنے پر راضی ہیں۔لیکن باوجود اس سب کے محمد صاحب نے بہت جلد معلوم کر لیا کہ مینے اس معاملہ میں بہت دھوکہ کھایا اور بڑی غلطی کی ہی اور جس بے حقیقت رتبہ کو مینے حاصل کیا ہی مجھے فی الفور اس سے دست بردار ہونا چاہئے۔ آنحضرت نے دیکھا کہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳ کی طرح اس قصہ ہی کے صاف انکاری ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہہ مشرکین کی اختراع اور جعلسازی ہی + روضۃ الاحباب میں لکھا ہی کہ جب سورہ نجم نازل ہوئی تو سرورعالم کعبہ شریف کی طرف گئے اور مجمعہ قریش میں اسکو پڑھکر سُنایا پڑھنے وقت آپ ہر آیت پر اس غرض سے ٹھہر جاتے تھے کہ سامعین اچھی طرح سن لیں اور بخوبی یاد رکھہ سکیں۔جب اُس مشہور آیت پر پہنچے جسکا ترجمہ یہہ ہی کہ کیا تم دیکھتے ہو لات اور عزیٰ اور منوۃ کو جو کہ تیسرا ہی ماسوا پہلے دو کے۔ تو شیطان نے منکرین کے کانوں میں یہہ الفاظ پہنچائے کہ یہہ مبارک اور بزرگ دیویاں ہیں اور ان کی سفارش کی امید و آرزو مناسب اور جائز ہی اس سے کفار خوش ہو گئے۔ دیکھئے کیلی صاحب کی کتاب Muhammad and Muhammadanism صفحہ ۲۸۱ اور ویری صاحب کی تفسیر قرآن جلد سوم صفحہ ۱۶۷ جہاں کہ اور بہت سی تفسیروں کے حوالے دئے گئے ہیں +

لوگ بت پرستی سے باز نہیں آتے۔ اور اسکی صلح اور عہد و پیمان سے در اصل کچھ بھی فائدہ نہیں ہوا؛
احادیث کے بیان کے مطابق اسوقت بذریعہ وحی خدائے تعالیٰ نے آپ کی یوں تسلی کی کہ پہلے
پیغمبروں کو بھی شیطان نے اسی طرح آزمائش میں ڈالا ہی چنانچہ سورۂ حج کے ساتویں رکوع میں
یوں مندرج ہی۔ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِيٍّ اِلَّآ اِذَا تَمَنّٰٓى اَلْقَى الشَّيْطٰنُ
فِيْٓ اُمْنِيَّتِهٖ ۚ فَيَنْسَخُ اللّٰهُ مَا يُلْقِي الشَّيْطٰنُ یعنے اور جو رسول بھیجا ہم نے تجھسے پہلے یا نبی
سو جب خیال باندھنے شیطان نے ملا دیا اُس کے خیال میں۔ پھر اللہ ہٹاتا ہی شیطان کا ملایا ہوا[1]

جب خدا نے آنحضرت کے اعتماد و وثوق کو اس طرح پھر بحال کر دیا تو اُن بتوں کے حق
میں جیسا کہ اب قرآن میں مندرج ہی بذریعہ وحی صحیح طور پر آیات نازل ہوئیں اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ
وَالْعُزّٰى ۝ وَمَنٰوةَ الثَّالِثَةَ الْاُخْرٰى ۝ اَلَكُمُ الذَّكَرُ وَلَهُ الْاُنْثٰى ۝ تِلْكَ اِذًا قِسْمَةٌ
ضِيْزٰى ۝ اِنْ هِيَ اِلَّآ اَسْمَآءٌ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ یعنے بھلا تم دیکھو تو لات اور عزیٰ
اور منوہ تیسرا اچھلا۔ کیا تم کو بیٹے اور اسکو بیٹیاں؟ تو تو یہہ بانٹنا بھونڈا۔ یہہ سب نام ہیں
جو رکھہ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے؛

[1] یہہ سورۂ مدنی ہی اور اس میں دور کی گذشتہ کی لغزش کی طرف اشارہ ہی اور تواریخ اسکی صحت کی ایک
کافی دلیل ہی؛ سیل صاحب الفاظ اِذَا تَمَنّٰى کا ترجمہ جب اسنے پڑھا کرتے ہیں اور راڈویل صاحب کی
طرح انکا ترجمہ یہہ نہیں کرتے کہ جسکی خواہشوں یا خیالوں میں؛ تفسیر حسینی میں انکا ترجمہ یوں ہی۔ چوں تلاوت کردیعنے
جب اسنے پڑھا اور اس ماجرا کی طرف اشارہ کرکے جو مکہ میں گذرا تھا اسکی تشریح کی گئی ہی؛ شاہ ولی اللہ صاحب
کے فارسی ترجمہ میں آرزو بخاطر بست لکھا ہی۔ اور تفسیر ابن عباس میں قراۃ الرسول یعنے رسول کا
پڑھنا مرقوم ہی اور یہی معنے سب سے عمدہ معلوم ہوتے ہیں اور اس کے لئے کافی دلائل
موجود ہیں؛

اب یہہ سنکر قبیلۂ قریش کے لوگ نہایت ناراض ہو گئے اور کہنے لگے کہ محمد صاحب نے ہماری دیویوں کی نکوئی اور خدا کے حضور اُن کی خوبیوں کے باب میں جو کچھہ بیان کیا تھا اب اُس سے پچھتاتا ہے اور اب اُس نے اُس بیان کو تبدیل کر لیا ہے۔ پس اسپر قریش نے لوگوں کو برانگیختہ کیا اور وہ آنحضرت کو تمام مریدوں سمیت سخت ستانے اور اذیت پہنچانے لگے۔

اس معاملہ میں محمد صاحب نے خواہ کتنی ہی کمزوری ظاہر کی ہو تاہم اس وقت سے ہمیشہ کے لئے بُت پرستی سے بوجہ اتم دست بردار ہو گئے اور بت پرستوں کی سزا و عقوبت کا علانیہ بیان کرنے لگے چنانچہ سورۂ والصّٰفّٰت کے تیسرے رکوع میں مندرج ہے اَتَعْبُدُوْنَ مَا تَنْحِتُوْنَ ٥ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ ٥ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ٥ یعنے کیوں پوجتے ہو جو آپ تراشتے ہو اور اللہ نے بنایا تم کو اور جو بناتے ہو۔ پھر چاہنے لگے اُسپر بُرا داؤ۔ پھر ہم نے ڈالا اُنہیں کو نیچے + بت پرستی سے خدائے تعالیٰ کی ناراضگی کے ثبوت میں حضرت موسیٰ ایک گواہ کے طور پر بنی اسرائیل کو سورۂ طٰہٰ کے پانچویں رکوع میں یوں کہتا ہوا پیش کیا جاتا ہے وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِىْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا لَنُحَرِّقَنَّهٗ یعنے دیکھ اپنے ٹھاکر کو جسپر سارے دن لگا بیٹھا تھا ہم اُسکو جلا وینگے +

اس لغزش کے تھوڑی دیر بعد آنحضرت کو بذریعہ وحی آگاہی ملی کہ آئندہ اس قسم کے عہد و پیمان سے دور رہیں چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل کے آٹھویں رکوع میں مرقوم ہے وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِىْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ لِتَفْتَرِىَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ٥ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ۙ یعنے اور وے تو لگے تھے کہ تجھہ کو بچلا دیں اُس چیز سے جو وحی بھیجی ہم نے تیری طرف۔ تا باندھہ لاوے تو

اُس کے سوا اور تب پکڑتے تجھہ کو دوست۔ اور اگر یہہ نہ ہوتا کہ ہم نے تجھہ کو ٹھہرا رکھا تو تو لگ ہی جاتا جُھکنے اُن کی طرف تھوڑا سا[1]۔

بتوں کی سفارش کی بیہودگی اور اس امر کے معتقدوں کے واہیات خیالات کا بیان سورۂ فاطر کے پانچویں رکوع میں یوں مندرج ہی۔ قُلْ اَرَءَیْتُمْ شُرَکَآءَکُمُ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ؕ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ج اَمْ اٰتَیْنٰھُمْ کِتٰبًا فَھُمْ عَلٰی بَیِّنَتٍ مِّنْہُ ج بَلْ اِنْ یَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُھُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ۝ یعنے تو کہہ بھلا دیکھو اپنے شریک جن کو پکارتے ہو اللہ کے سوا۔ دکھاؤ تو مجھہ کو کیا بنایا اُنھوں نے زمین میں یا اُن کی کچھہ شراکت ہی آسمانوں میں یا ہم نے دی ہی اُن کو

---

[1] بعض علما کا گمان ہی کہ یہہ اُس آزمائش کی طرف اشارہ ہی جو ساکنان طائف کی طرف سے آنحضرت کو پیش آئی جبکہ آپ کی درخواست و بلاہٹ کے جواب میں اُنہوں نے چند حقوق طلب کئے مثلاً یہہ کہ خیرات و زکوٰۃ سے بری رہیں۔ مقررہ وقتوں کی نماروں سے معذور رکھے جاویں اور کچھہ عرصہ کے لئے اُنکے معبود بت لات کو قائم رکھا جاوے۔ یہہ بھی ہوسکتا ہی کہ اس سے اُسوقت کیطرف اشارہ ہو جبکہ طائف کا محاصرہ کیا گیا تھا۔ پر اس صورت میں اسکا تعلق سنہ ۹ ہجری سے ہوگا اور یہہ سورۃ مکی ٹھہریگی۔ تفسیر حسینی میں لکھا ہی کہ اس سے وہ وقت مراد ہی جب قریش نے آنحضرت سے کہا تھا کہ جب تک آپ ہمارے بتوں کو خواہ اپنی سر انگشت سے ہی عزت کی راہ سے نہ چھوئیں ہم آپ کو حجر اسود کے بوسہ کی اجازت نہیں دینگے اسوقت چونکہ سرور عالم کے دل میں طواف کعبہ کا از حد شوق تھا آپ نے سوچا کہ اگر میں اسقدر کروں تو اس سے کیا خرابی متصور ہوسکتی ہی۔ چنانچہ تفسیر حسینی کی عبارت یہہ ہی کہ قریش با آنحضرت گفتند کہ نمیگذاریم تراکہ استلام حجر کنی تا وقتیکہ مس کنی بتان مارا اگرچہ بسر انگشت باشد آنحضرت کہ غایت شوق بطواف حرم داشت درخاطر مبارک خطور کرد چہ شود اگرچہ چنیں کنم۔ میور صاحب فرماتے ہیں کہ اس میں اُس ادبار و زوال کی طرف اشارہ ہی جو مکہ میں واقع ہوا اور جسکا اوپر بیان ہو چکا ہی۔

کوئی کتاب سو یہہ سند رکھتے ہیں اُس کی۔ کوئی نہیں پر جو وعدہ بتاتے ہیں گنہگار ایک دوسرے کو سب فریب ہیں + اس طرح سے اہل مکہ کو بت پرستی کی جہالت سے متنبہ کیا گیا۔ جس ماجرے سے یہہ تمام نتائج ظہور پذیر ہوئے اُسی پر آنحضرت کی آئندہ زندگی کا ظلم و تشدد مبنی تھا*

اب محمد صاحب اِس سستی کی حالت سے پھر جلد اُٹھ کھڑے ہوئے اور اپنے مریدوں میں پھر اُسی دھوم دھام اور استحکام کے ساتھ اپنا سکہ جمایا پر عوام النّاس کے خیالات اس موقعہ پر اور ہی تھے۔ وہ نہ تو اس کے قائل تھے کہ جس شیطانی اثر کا قرآن ذکر کرتا ہے اِس کے باعث آپ نے لغزش کھائی ہے اور نہ یہہ مانتے تھے کہ اس کی تصدیق اس طرح علانیہ طور پر وحی کے وسیلہ سے ہوئی۔ اگر فی الحقیقت قرآن خدا کا کلام تھا تو یہہ تنسیخ و تردید اور ادل بدل ہرگز ہرگز کلام اللہ نہیں ہو سکتا۔ پس آنحضرت کی تمام کوششیں جن سے آپ ان کو بت پرستی سے دست بردار کرنا چاہتے تھے اُن پر وہ بہت ہنستے اور مضحکہ اُڑاتے تھے۔ جب آنحضرت پر یہہ الزام لگا کہ آپ نے آیت تبدیل کر لی ہے تو اس کے جواب میں آپ نے ایک اور آیت پڑھ سُنائی جو کہ اسلامی تعلیم ناسخ و منسوخ کی بنیاد ہے چنانچہ سورہ نحل کے چودھویں رکوع کی پہلی آیت میں یوں مرقوم ہے۔ وَإِذَا بَدَّلْنَا آيَةً مَّكَانَ آيَةٍ ۙ وَاللَّهُ أَعْلَمُ بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوا إِنَّمَا أَنتَ مُفْتَرٍ ۚ بَلْ أَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُونَ ۝ قُلْ نَزَّلَهُ رُوحُ الْقُدُسِ مِن رَّبِّكَ بِالْحَقِّ۔ یعنے اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری۔ اور اللہ بہتر جانتا ہے جو اُتارتا ہے۔ کہتے ہیں تو تو بنا لایا ہے۔ یوں نہیں پر اُن بہتوں کو خبر نہیں تو کہہ اِس کو اُتارا ہے پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے تحقیق+

اب بھی قریش کے لوگ آپ پر ہنستے اور ٹھٹھا مار کر یوں کہتے تھے کہ دیکھو یہ وہ شخص ہے جسکو خدا نے رسول مقرر کر کے بھیجا ہے! اگر ہم صبر و استقلال کے ساتھ قائم نہ رہتے تو اِس نے ہم کو ہمارے معبودوں سے برگشتہ کرنے میں کسی طرح کا کوئی دقیقہ باقی نہیں رکھا + اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اگر آنحضرت کے سر پر ابو طالب جیسے صاحب قدرت آدمی کی حمایت کا سایہ نہ ہوتا تو اِس وقت آپ نہایت خطرہ میں تھے۔ لیکن اُس عم مہربان اور شفیق حامی نے باوجود اس کے کہ اپنے بھتیجے کی کارروائیوں سے خوش نہ تھا کسی حالت میں اُس کا ساتھ نہ چھوڑا اور ہمیشہ مردانہ وار نہایت جوانمردی کے ساتھ اس کی حمایت و حفاظت کرتا رہا۔ ایک دفعہ مخالفین کی مخالفت یہانتک بڑھ گئی کہ آنحضرت کے ہلاک کئے جانے کا شبہ پڑ گیا۔ بعد میں جب ابو طالب کو خبر ہوئی تو اُس نے اُنہیں بہت دھمکایا اور کہا کہ خدا کی قسم اگر تم محمد کو قتل کر دیتے تو میں تم میں سے ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑتا +

شہر مکہ میں محمد صاحب کی اِس وقت جو حالت تھی اُس کا بیان یوں ہو سکتا ہے کہ قبیلہ قریش کے لوگ پہلے کی نسبت اب آپ کے زیادہ مخالف تھے اور آپ کے مومنین بیدل اور بے ہمت ہو رہے تھے۔ عوام الناس یا تو آپ سے متنفر تھے یا اُن کو کچھ پروا ہی نہ تھی پر آپ اپنے چچا ابو طالب کے رعب داب کے باعث ہر طرح کے مخاطر و مخافت سے محفوظ و مامون تھے۔ اِن تمام نامساعد و ناموافق حالات کے مقابلہ میں آپ نے دو قسم کے دلائل پیش کرنے شروع کئے۔ پس پہلے آنحضرت نے وحیٔ آسمانی کو پیش کیا اور اس سے اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کی کہ زمانہ قدیم میں بھی پیغمبروں پر ایسی مصیبتیں وارد ہوتی رہی ہیں اور اسی کو آپ نے اپنے من جانب اللہ ہونے کی ایک

صاف دلیل گردانا چنانچہ سورۂ حجر کی دسویں آیت سے یوں مرقوم ہی وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ فِي شِيَعِ الْاَوَّلِيْنَ ۝ وَمَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝ كَذٰلِكَ نَسْلُكُهٗ فِيْ قُلُوْبِ الْمُجْرِمِيْنَ ۝ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ یعنے اور ہم بھیج چکے ہیں رسول تجھ سے پہلے کئی فرقوں میں اگلے۔ اور نہیں آیا اُن پاس کوئی رسول مگر کرتے رہے اُس سے ہنسی۔ اِسی طرح بیٹھاتے ہیں اس کو دل میں گنہگاروں کے۔ یقین نہ لاوینگے اُسپر +

دوسری دلیل میں آپ بار بار اپنی الٰہی بلاہٹ اور وحی کی سچّائی اور صداقت کو پیش کرتے رہے۔ یہہ زمانہ خصوصاً اس لئے بھی کہ آپ اپنے دعاوی کے منکروں کے حق میں نہایت سخت گوئی کو کام میں لاتے رہے از حد غور کے لائق اور قابل توجہ ہی +

ذیل کی آیات میں زمانہ قدیم کے پیغمبروں کے ساتھہ جو کچھہ بدسلوکیوں کے بیان مندرج ہیں اُنہی کو آنحضرت نے اپنی پیغمبری اور رسالت کی دلیل قرار دیا ہی۔ سورۂ صٓ کی گیارھویں آیت میں ہی كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّعَادٌ وَّفِرْعَوْنُ ذُو الْاَوْتَادِ یعنے جھٹلا چکے ہیں اُن سے پہلے نوح کی قوم اور عاد اور فرعون میخوں والا +

اگرچہ سورۂ الانبیا کی آٹھویں آیت مدنی خیال کی جاتی ہی پر یہہ سورۂ ایام مکہ کے وسطی زمانہ کی ہی اور اس میں اہل مکہ کو اُن شہروں کا حوالہ دیکر جن پر سابق الایام میں خدائے تعالیٰ کا غضب نازل ہوا اس امر سے متنبہ و آگاہ کیا گیا ہی کہ ان کا شہر بڑے خطرہ میں ہی۔ چنانچہ گیارھویں آیت میں یوں لکھا ہوا ہی وَكَمْ قَصَمْنَا مِنْ قَرْيَةٍ كَانَتْ ظَالِمَةً وَّاَنْشَاْنَا بَعْدَهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝ یعنے اور کتنی توڑ ماریں ہم نے

بستیاں جو تھیں گنہگار اور اُٹھا کھڑے کئے اُن کے پیچھے اور لوگ۔ پھر اکیسویں آیت میں اُن کے معبودوں کی نسبت لکھا ہے۔ اَمِ اتَّخَذُوۡۤا اٰلِهَةً مِّنَ الۡاَرۡضِ هُمۡ يُنۡشِرُوۡنَ۝ یعنے کیا مقرر کئے ہیں اُنہوں نے معبود زمین میں سے کہ وہ اُٹھا کھڑا کرینگے پھر ذرا آگے چلکر یوں مندرج ہے اَمِ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِهٖۤ اٰلِهَةً ؕ قُلۡ هَاتُوۡا بُرۡهَانَكُمۡ ۚ هٰذَا ذِكۡرُ مَنۡ مَّعِىَ وَذِكۡرُ مَنۡ قَبۡلِىۡ ؕ یعنے کیا پکڑے انہوں نے اس سے ورے اور صاحب۔ تو کہہ لاؤ اپنی سند۔ یہی بات ہے میرے ساتھ والوں کی اور مجھ سے پہلوں کی +

اب آنحضرت نے سلف کے پیغمبروں اور بزرگوں کے حوالے دینے شروع کئے اور زکریا کے زمانہ تک بیان کیا کہ کس طرح خدائے تعالیٰ نے اُن کی محافظت اور نگہبانی کی۔ نیز آپ نے یہہ بھی بیان کیا کہ کسقدر خدائے تعالیٰ نے کنواری مریم پر اپنا فضل کیا اور کس پاکیزہ اور معجزانہ طور پر یسوع مسیح[1] اُس کے رحم میں آئے۔ پس جس طرح یہہ تمام بزرگان سلف

[1] وَالَّتِىۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِيۡهَا مِنۡ رُّوۡحِنَا وَجَعَلۡنٰهَا وَابۡنَهَاۤ اٰيَةً لِّـلۡعٰلَمِيۡنَ۔ ترجمہ اور وہ عورت جس نے قید میں رکھی اپنی شہوت۔ پھر پھونک دی ہم نے اُس عورت میں اپنی روح اور کیا اس کو اور اُس کے بیٹے کو نمونہ تمام عالم کے لئے (سورۃ الانبیاء رکوع ۶) وَاذۡكُرۡ فِى الۡكِتٰبِ مَرۡيَمَ ۘ اِذِ انْتَبَذَتۡ مِنۡ اَهۡلِهَا مَكَانًا شَرۡقِيًّا۝ فَاتَّخَذَتۡ مِنۡ دُوۡنِهِمۡ حِجَابًا فَاَرۡسَلۡنَاۤ اِلَيۡهَا رُوۡحَنَا فَتَمَثَّلَ لَهَا بَشَرًا سَوِيًّا۝ قَالَتۡ اِنِّىۡۤ اَعُوۡذُ بِالرَّحۡمٰنِ مِنۡكَ اِنۡ كُنۡتَ تَقِيًّا۝ قَالَ اِنَّمَاۤ اَنَا رَسُوۡلُ رَبِّكِ لِاَهَبَ لَكِ غُلٰمًا زَكِيًّا۝ ترجمہ اور مذکور کر کتاب میں مریم کا جب کنارے ہوئی اپنے لوگوں سے ایک شرقی مکان میں پھر پکڑ لیا اُن سے ورے ایک پردہ پھر بھیجا ہم نے اُس پاس اپنا فرشتہ۔ پھر بن آیا اُس کے آگے آدمی پورا۔ بولی مجھ کو رحمان کی پناہ تجھ سے اگر تو ڈر رکھتا ہے۔ بولا میں تو بھیجا ہوں تیرے رب کا کہ دے جاؤں تجھ کو ایک لڑکا ستھرا (سورۃ مریم سولھویں سے اُنیسویں آیت تک)

مقبول الٰہی تھے اُسی طرح اب آپنے اپنے آپکو افضل الانبیا اور مورد عنایات الٰہی قرار دیا۔ جس طرح اُن کی تحقیر کی گئی تھی اُسی صورت میں آنحضرت نے اپنے آپ کو اُن کا مثیل بیان کیا اور مماثلت کے ثبوت میں آپ نے اُس مخالفت کا بیان پیش کیا جو کہ زمانۂ قدیم کے انبیاء کو پیش آئی تھی۔ چنانچہ سورۃ القمر کی تیسری آیت میں یوں مرقوم ہے وَكَذَّبُوا وَاتَّبَعُوا أَهْوَاءَهُمْ یعنے اور جھٹلایا اُنہوں نے اور چلے اپنے چاؤں پر۔

حضرت نوح کی قوم نے اُسکو مُفتری کا خطاب دیکر رد کیا اور قوم لوط نے حضرت لوط کی تمام وعظ ونصیحت کو دروغگوئی اور لغو بیانی سے منسوب کیا اور جب قوم فرعون کو غضب الٰہی سے آگاہ کیا گیا تو اُنہوں نے تمام معجزات کو دھوکہ اور شعبدہ بازی بتایا۔ اب

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱ مذکورہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ روح نے انسانی صورت اختیار کی اور سورۂ انعام کی نویں آیت وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ یعنے اور اگر ہم رسول کرتے کوئی فرشتہ تو وہ بھی صورت میں ایک مرد کرتے اور اُنپر شبہ ڈالتے وہی شبہ جو لاتے ہیں۔ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر کوئی فرشتہ بھی مرسل من اللہ ہوکر آتا تو وہ بھی ضرور انسانی صورت اختیار کرتا پس اس لئے کہتے ہیں کہ جس کے مریم کے پاس جانے کا ذکر ہے وہ ضرور جبرائیل فرشتہ تھا پھر سورۂ اعراف جو آخری زمانہ کی ایک مکی سورت ہے اُس کے چوبیسویں رکوع میں اسبات کا صاف بیان ہے کہ یسوع مسیح ایک نیک اور صالح لڑکا پیدا ہوا تھا چنانچہ لکھا ہے فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ یعنے پھر جب دیا ان کو چنگا بھلا ٹھہرانے لگے اس کے شریک اُسکی بخشی چیز میں سو اللہ بلند ہے اُن کے شریک بتانے سے یسوع مسیح کی پاکیزگی اور معجزانہ پیدائش کا بیان سورۂ آل عمران کے چھٹے رکوع میں یوں مندرج ہے اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ۭ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔ یعنے تحقیق عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک آدم کی مثال کی سی ہے۔ بنایا اُسکو مٹی سے۔ پھر کہا اُسکو ہو جا۔ وہ ہو گیا۔ مطلب یہہ کہ خدا نے آدم اور عیسیٰ دونوں کو بغیر باپ کے پیدا کیا۔

محمد صاحب ساکنان مکہ کی طرف متوجہ ہوئے اور اسی سورہ کے تیسرے رکوع میں یوں فرمایا
اَکُفَّارُکُمْ خَیْرٌ مِّنْ اُولٰٓئِکُمْ اَمْ لَکُمْ بَرَآءَۃٌ فِی الزُّبُرِ ذُوْقُوْا مَسَّ سَقَرَ ۝ یعنے اب
تم میں جو منکر ہیں کیا وہ بہتر ہیں اُن سب سے یا تم کو فارغخطی لکھی گئی ورقوں میں؟ چکھو
مزا آگ کا+ سورۂ شعرا میں مذکور ہی کہ حضرت موسیٰ۔ نوح۔ لوط اور دیگر انبیاء کی کس قدر
تحقیر کی گئی اور ان میں سے ہر ایک پر مفتری اور کذاب کا الزام لگایا گیا+ یہہ قصے
نہایت طویل ہیں اور اُن سے یہہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ اہل مکہ نے جو آنحضرت کی مخالفت کی
اُس سے انبیاء سلف کے حالات پر نظر ڈالنے سے یہی ثابت ہوتا ہی کہ اس قسم کی تکالیف
اور مخالفت کا پیش آنا سچے پیغمبر کے لئے ازبس ضروری اور لابدی امر ہی لیکن اس
سے اہل مکہ کی اصلی روش کا ٹھیک پتہ نہیں لگتا کیونکہ سورۂ شعرا کے گیارھویں رکوع
میں ان کو سخت سرزنش کی گئی ہی چنانچہ لکھا ہی کہ هَلْ اُنَبِّئُکُمْ عَلٰی مَنْ تَنَزَّلُ
الشَّیٰطِیْنُ تَنَزَّلُ عَلٰی کُلِّ اَفَّاکٍ اَثِیْمٍ ۝ یعنے کیا میں بتاؤں تم کو کس پر اترتے ہیں
شیطان۔ اُترتے ہیں ہر جھوٹے گنہگار پر+ پھر سورۃ الانبیاء کے تیسرے رکوع میں
اس امر کی طرف اشارہ ہی کہ تمام استہزائی مزاج کے لوگوں اور تحقیر کرنے والوں کو لازم
ہی کہ جن لوگوں پر زمانہ قدیم میں خدائے تعالیٰ کا عذاب نازل ہوا اُن کے حال پر نظر کرکے
عبرت حاصل کریں کیونکہ ایک وقت آئیگا جب اُن کو معلوم ہو جائیگا چنانچہ لکھا ہی
لَوْ یَعْلَمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا حِیْنَ لَا یَکُفُّوْنَ عَنْ وُّجُوْهِهِمُ النَّارَ وَلَا عَنْ
ظُهُوْرِهِمْ وَلَا هُمْ یُنْصَرُوْنَ ۝ بَلْ تَاْتِیْهِمْ بَغْتَةً فَتَبْهَتُهُمْ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ
رَدَّهَا وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِیْنَ

سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ؀ یعنے کبھی جانیں یہہ منکر اُس وقت کو

کہ نہ روک سکینگے اپنے منہہ سے آگ۔ اور نہ اپنی پیٹھ سے اور نہ اُن کو مدد پہنچیگی۔ کوئی نہیں۔

وہ آوے گی اُن پر بے خبر پھر اُن کی ہوش کھو دیگی۔ پھر نہ سکینگے کہ اُس کو پھیر دیں نہ اُن کو

فرصت ملیگی۔ اور ٹھٹھے ہو چکے ہیں کتنے رسولوں کے ساتھ تجھ سے پہلے۔ پھر اُلٹ پڑی ٹھٹھے

والوں پر اُن میں سے۔ جس چیز کا ٹھٹھا کرتے تھے +

سورۂ والصّٰفّٰت اُس زمانہ کی معلوم ہوتی ہے جبکہ آنحضرت کی مخالفت بہت شدّ و مدّ

سے نہ ہوتی تھی بلکہ حقیقی دشمنی اور عداوت کی جگہ ایک گونہ نا اتفاقی اور بے پروائی پائی

جاتی تھی۔ اس سورت سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مکہ میں سے منکرین نے کس طرح اُن لوگوں

کی قدم قدم پر تقلید و پیروی کی جنہوں نے زمانہ قدیم میں حضرت نوح۔ موسیٰ۔ ہارون

الیاس۔ لوط اور یونس کو جھٹلایا اور رد کیا تھا۔ اور تمام قصّے کسی قدر طوالت کے ساتھ

بیان کیئے ہیں۔ اہل مکّہ اپنی بریّت کے باب میں یوں عذر کرتے تھے لَوْ اَنَّ عِنْدَنَا

ذِكْرًا مِّنَ الْاَوَّلِيْنَ ؀ لَكُنَّا عِبَادَ اللّٰهِ الْمُخْلَصِيْنَ ؀ یعنے اگر ہم پاس احوال ہوتا

پہلے لوگوں کا تو ہم اللہ کے چُنے ہوئے بندے ہوتے (آیا ۱۶۸ و ۱۶۹) +

آنحضرت کو ارشاد ہوا کہ کفار سے الگ ہو جاویں کیونکہ اُن پر عنقریب ہی عذاب

نازل ہونے والا تھا چنانچہ لکھا ہے وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ؀ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ

يُبْصِرُوْنَ ؀ یعنے اور پھر آ اُن سے ایک وقت تک اور دیکھتا رہ۔ اب آگے دیکھ

لینگے (آیت ۱۷۹) +

پھر سورۂ مومن آخری زمانہ کی مکی سورتوں میں سے ہے اور اس کا نفس مضمون

اور طرز بیان بھی سورۂ والصّٰفّٰت کا سا ہی بلکہ یہاں تک کہ اس میں کفار کے لئے توبہ کا بھی موقع نہیں۔ اس کی آخری تین آیتوں میں یوں بیان کیا گیا ہی فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ٥ یعنے پھر جب پہنچے اُن پاس رسول اُن کے کھلی نشانیاں لیکر۔ رتبجنے لگے اُس پر جو اُن کے پاس تھی خبر اور اُلٹ پڑی اُن پر جس چیز پر ٹھٹھا کرتے تھے۔ پھر جب دیکھی اُنہوں نے ہماری آفت بولے ہم یقین لائے اللہ اکیلے پر اور چھوڑیں جو چیزیں شریک بتاتے تھے۔ پھر نہ ہوا کہ کام آوے اُن کو یقین لانا اُن کا جس وقت دیکھ چکے ہمارا عذاب۔ رسم پڑی ہوئی اللہ کی جو چلی آئی ہی اُسکے بندوں میں اور خراب ہوئے اُس جگہ منکر +

سورۂ صٓ ایام مکہ کے وسطی زمانہ کی ایک نہایت مشہور سورت ہی۔ اس کی پہلی دس آیات اُس وقت نازل ہوئی تھیں جبکہ قریش نے ابو طالب سے یہہ درخواست کی تھی کہ وہ آنحضرت کی مدد و حمایت سے دست بردار ہو جاوے اور ابو طالب نے ایسا کرنے سے صاف انکار کیا تھا۔ قریش نے ایکدفعہ تو غالباً ۶۱۵ء میں یہہ درخواست کی تھی اور بعض حدیثوں میں یوں مندرج ہی کہ جب ۶۲۰ء میں ابو طالب بستر مرگ پر پڑا تھا اُسوقت اُس سے یہہ درخواست کی گئی تھی پر زیادہ تر احتمال یہی ہی کہ قریش نے یہہ درخواست ۶۱۵ء میں کی تھی۔ اِس صورت میں قریش کو پہلی امتوں پر جو عذاب

نازل ہوئے تھے ان کا حال سُنا کر نہایت سختی سے تنبہ کیا گیا ہی چنانچہ پہلی سات آیات ہیں یوں مرقوم ہی۔ صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ۞ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّشِقَاقٍ ۞ کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّلَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۞ وَعَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَھُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْھُمْ ز وَقَالَ الْکٰفِرُوْنَ ھٰذَا سٰحِرٌ کَذَّابٌ ۞ اَجَعَلَ الْاٰلِھَۃَ اِلٰھًا وَّاحِدًا ۞ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ ۞ وَانْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْھُمْ اَنِ امْشُوْا وَاصْبِرُوْا عَلٰٓی اٰلِھَتِکُمْ اِنَّ ھٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۞ مَا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِی الْمِلَّۃِ الْاٰخِرَۃِ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۞ ءَاُنْزِلَ عَلَیْہِ الذِّکْرُ مِنْ بَیْنِنَا بَلْ ھُمْ فِیْ شَکٍّ مِّنْ ذِکْرِیْ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ

یعنے صٓ۔ قسم ہی اس قرآن کے سمجھانے والے کی۔ بلکہ جو لوگ منکر ہیں۔ غرور میں ہیں اور مقابلہ میں بہت کھپا دیں ہم نے ان سے پہلے سنگتیں۔ پھر لگے پکارنے اور وقت نہ رہا خلاصی کا۔ اور اچنبھا کرنے لگے اسپر کہ اُن کو ایک ڈر سُنانے والا انہیں میں سے۔ اور لگے کہنے منکر یہہ جادوگر ہی جھوٹا۔ کیا اُس نے کر دی اتنوں کی بندگی کے بدلے ایک ہی کی بندگی؟ یہہ ہی بڑی تعجب کی بات اور چل کھڑے ہوئے کتنے پنچ ان میں سے کہ چلو اور ٹھہرے رہو اپنے ٹھاکروں پر۔ بیشک اس بات میں کچھ غرض ہی۔ یہہ نہیں سُنا ہم نے اس پچھلے دین میں[1]۔ اور کچھ نہیں یہہ بنائی بات ہی

---

[1] محمد صاحب مَا سَمِعْنَا بِھٰذَا فِی الْمِلَّۃِ الْاٰخِرَۃِ کو اس ڈھنگ سے پیش کرتے ہیں کہ گویا یہہ مشرکین کا قول ہی اور طنزاً اس سے آپ کی مراد یہہ ہی کہ مسیحی دین بجائے توحید کے تثلیث کی تعلیم دیتا ہی۔ تفسیر حسینی میں لکھا ہی کہ اس سے مسیحی مذہب کے لوگ مراد ہیں جو کہ آخری دین کے لوگ ہیں اور

کیا اسی پر اُتری سمجھوتی ہم سب میں سے؟ کوئی نہیں۔ ان کو دھوکہ ہی میری نصیحت میں۔ کوئی نہیں۔ ابھی چکھی نہیں میری مار +

ایام مکہ کے اِس وسطی زمانہ کے وحی والہام کا اظہار قرآن کے متواتر نازل ہوتے رہنے سے بہت توضیح کے ساتھہ کیا گیا ہی۔ قرآن کی تعظیم وتکریم کے باب میں بھی آیات نازل ہوئیں چنانچہ اس کو مبارک کتاب۔ روشن کتاب اور قرآنِ مجید وغیرہ ناموں سے نامزد کیا گیا ہی۔ یہہ بھی لکھا ہی کہ یہہ کتاب خدا کی طرف سے ہی اور خدا نے اس کو عرش معلیٰ سے نازل فرمایا اور سب کتابوں پر فوق دیا ہی چنانچہ سورۂ صٓ کی اٹھائیسویں آیت میں یوں مندرج ہی کِتٰبٌ اَنزَلنٰهُ اِلَيكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الاَلبَابِ یعنے ایک کتاب ہی جو اُتاری ہم نے تیری طرف برکت کی تا دھیان کریں لوگ اُس کی باتیں اور سمجھیں عقل والے +

اس موقعہ پر محمد صاحب کو یہہ بھی ارشاد ہوا کہ آپ سامعین کی سخت دلی پر غم نہ کھاویں اور یہہ بھی اطمینان دلایا گیا کہ آپ کی رسالت سچ مچ من جانب اللہ ہی۔ اور اس کتابِ منیر یعنے قرآن کے نشانات سورۂ شعرا کی دوسری آیت سے پانچویں آیت تک اس طرح مندرج ہیں لَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفسَكَ اَلَّا يَكُونُوا مُؤمِنِينَ ۝ اِن

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۶۔ بلا تحقیق ناراستی سے اُن کی نسبت کہا گیا ہی کہ وہ تثلیث کے قائل اور توحید کے منکر ہیں چنانچہ لکھا ہی کہ ملت عیسیٰ کہ آخرین ملت است چہ ایشان بتثلیث قائل اند نہ بتوحید۔ ابن عباس بھی تفسیر حسینی کے بیان سے متفق ہی پر مجاہد کہتا ہی کہ اس سے قریشی مذہب مراد ہی خلاصۃ التفاسیر جلد چہارم صفحہ ۴۴ +

نَّشَأْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِم مِّنَ السَّمَاءِ آيَةً فَظَلَّتْ أَعْنَاقُهُمْ لَهَا خَاضِعِينَ ○ وَمَا يَأْتِيهِم مِّن ذِكْرٍ مِّنَ الرَّحْمَٰنِ مُحْدَثٍ إِلَّا كَانُوا عَنْهُ مُعْرِضِينَ ○ فَقَدْ كَذَّبُوا فَسَيَأْتِيهِمْ أَنبَاءُ مَا كَانُوا بِهِ يَسْتَهْزِئُونَ ○ یعنے شاید تو گھونٹ مارے اپنی جان اسپر کہ وے یقین نہیں کرتے۔ اگر ہم چاہیں اُتاریں اُن پر آسمان سے ایک نشانی۔ پھر رہ جاویں اُن کی گردنیں اُس کے آگے نیچی اور نہیں پہنچی اُن پاس کوئی نصیحت رحمان سے نئی جس سے منہہ نہیں موڑتے۔ سو یہہ جھٹلا چکے۔ اب پہنچیگی اُن پر حقیقت اُس بات کی جس پر ٹھٹھا کرتے تھے پھر اس سورت کے گیارھویں رکوع کی چند آیات میں اس امر پر بہت زور دیا گیا ہے کہ قرآن حضرت جبرائیل کی معرفت آسمان سے نازل ہوا لیکن چونکہ ان آیات میں کچھہ یہودیوں کا حال مندرج ہے جلال الدین السیوطی کے نزدیک اس سورت کا یہہ حصہ مدینہ سے علاقہ رکھتا ہے اور اس لئے ان آیات کو اسجگہ اقتباس کرنا مناسب نہیں سمجھا گیا لیکن اس سورت کے دیگر چند مقامات میں زمانہ قدیم

کے پانچ نبیوں کو یہہ کہتے ہوئے پیش کیا ہے کہ خدا سے ڈرو اور میری تابعداری کرو اور اس سے نتیجہ یہہ نکالا ہے کہ اسی طرح قریش پر فرض ہے کہ محمد صاحب کی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور اگر نافرمانی اور سرکشی سے باز نہیں آئینگے تو اس نافرمانی کی سزا پاوینگے۔ پس جب وہ آنحضرت کی اطاعت نہ کریں تو آپ خدا کی طرف سے اُن کو یوں کہہ سکتے تھے إِنِّي بَرِيءٌ مِّمَّا تَعْمَلُونَ ○ یعنے میں الگ ہوں تمہارے کام سے (آیت ۲۱۶) مخالفین آنحضرت پر یہہ الزام بھی لگاتے تھے کہ آپ قرآن کی آیات خود بنا کر سناتے ہیں اور یہہ من جانب اللہ نہیں ہے۔ اسکے جواب میں آپنے سورہ طور سے قرآن

کی طرز بیان اور اس کے فوق العادت مضامین کو بطور معجزہ پیش کیا اور خدا کی طرف سے ارشاد پاکر فرمایا اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۔ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ۔ یعنے یا کہتے ہیں یہہ بات بنالایا۔ کوئی نہیں پر اُن کو یقین نہیں۔ پھر چاہیئے لے آویں کوئی بات اسی طرح کی اگر وہ سچے ہیں (دوسرا رکوع) اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ ۔ یعنے کیا اُن کو خبر ہی بھید کی سو وہ لکھہ رکھتے ہیں (دوسرا رکوع) وَاِنَّ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا عَذَابًا یعنے تحقیق اُن لوگوں کے لئے جو گنہگار ہیں مار ہی (آیت ۴۷) +

سورۃ الحاقۃ ابتدائی زمانہ کی مکی سورت ہی اور ہر طرح کی بناوٹ واختلاق سے قرآن کو بری اور محفوظ ٹھہرانے میں اس سورت میں بہت زور دیا گیا ہی چنانچہ اڑتیسویں آیت سے سینتالیسویں تک یوں مرقوم ہی کہ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ ۙ وَمَا لَا تُبْصِرُوْنَ ۙ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِیْمٍ ۚ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۙ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَیْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِیْلِ ۙ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْیَمِیْنِ ۙ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِیْنَ ۖ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِیْنَ ۔ یعنے سو قسم کھاتا ہوں ان چیزوں کی جو دیکھتے اور ان چیزوں کی جو تم نہیں دیکھتے۔ یہہ کہا ہی ایک پیغام لانیوالے سردار کا اور نہیں یہہ کہا کسی شاعر[1] کا۔ تم تھوڑا یقین کرتے ہو۔ اور نہ کہا پریوں والے کا۔ تم تھوڑا دھیان کرتے ہو۔

---

[1] جو شاعر آنحضرت کے برخلاف لکھا کرتے تھے اُن کو آپ نے دیوانے اور جنون زدہ بیان کیا چنانچہ سورۂ شعراء کے گیارھویں رکوع میں لکھا ہی وَالشُّعَرَآءُ یَتَّبِعُهُمُ الْغَاوٗنَ۔ اَلَمْ تَرَ

یہہ اتارا ہی جہان کے رب کا اور اگر یہہ بنا لاتا ہم پر کوئی بات تو ہم پکڑتے اُس کا دہنا ہاتھہ پھر کاٹ ڈالتے ہم اُس سے رگ گردن کی۔ پھر تم میں کوئی نہیں اس سے روکنے والا+

یا یوں کہیں کہ لفظ ہم جسکا مفہوم مندرجہ بالا عبارت میں خدا ہی اس کے استعمال سے خاص غرض یہہ تھی کہ منکرین پر ایسا رعب چھا جاوے کہ وہ آنحضرت کو تکلیف دینے اور اذیت پہنچانے سے باز آجاویں+ اِس وقت اہل مکہ میں یہہ عام خیال تھا کہ آنحضرت پر قرآن خدا کی طرف سے نازل نہ ہوا تھا بلکہ آپ کی اپنی شاعرانہ لیاقت کا اظہار و نتیجہ تھا۔ اس خیال سے بریت حاصل کرنے کے لئے محمد صاحب از حد متفکر و متردد تھے چنانچہ متذکرہ بالا سورت میں آپ نے خدا کی طرف سے یوں اعلان کیا کہ یہہ جو الزام آنحضرت پر لگایا جاتا ہی سچ نہیں ہی تمام قرآن میں کوئی آیت اِن آیات سے زیادہ زور وشور سے اس امر کا بیان نہیں کرتی کہ قرآن من جانب اللہ ہی لیکن اس جوش و خروش اور سرگرمی ہی سے معلوم ہوتا ہی کہ محمد صاحب کے دل میں بجائے اُس تسلی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۹۔ اَنَّهُمْ فِي كُلِّ وَادٍ يَهِيمُونَ ۝ یعنے اور شاعروں کی بات پر چلے وہی جو گمراہ ہیں تو نے نہیں دیکھا کہ وہ ہر میدان میں سر مارتے پھرتے ہیں لیکن ساتھہ ہی طرفہ تر ماجرا یہہ ہی کہ آنحضرت شاعروں کی مدد سے اُن کو اشعار میں مقابلۃً جواب دیا کرتے تھے اور اپنے شاعروں کی تعریف کرتے تھے۔ چنانچہ سورہ شعرا کی آخری آیت میں یوں لکھا ہوا ہی وَانْتَصَرُوا مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوا وَسَيَعْلَمُ الَّذِينَ ظَلَمُوا أَيَّ مُنْقَلَبٍ يَنْقَلِبُونَ ۝ یعنے اور بدلا لیا اس پیچھے کہ اُن پر ظلم ہوا اور اب معلوم کرینگے ظلم کرنیوالے کس کروٹ اُلٹتے ہیں معالم کے بیان کے مطابق آخری جملہ میں ان لوگوں کی طرف اشارہ ہی جو آپکی ہجو لکھا کرتے تھے خلاصۃ التفاسیر جلد سوم کا صفحہ ۲۰۸ ملاحظہ فرمائیے+

واطمینان کے جو ایسے شخص کو نصیب ہوتا ہی جس کو اپنی باتوں پر کامل اعتماد و وثوق ہو بہت سے شکوک بھرے ہوئے تھے۔ جو ایمان و اعتماد امن وچین خدا کے پیغمبر و رسل کے دل میں ہونا چاہئے وہ آنحضرت میں مطلق نظر نہیں آتا۔ قرآن کے جن مقامات سے مذکورہ بالا حالات کا پتہ ملتا ہی اُن میں سے بعض کو ہم یہاں پیش کرتے ہیں چنانچہ سورۂ تکویر کی پندرھویں آیت سے یوں مرقوم ہی فَلَآ اُقْسِمُ بِالْخُنَّسِ ۙ الْجَوَارِ الْكُنَّسِ ۙ وَالَّيْلِ اِذَا عَسْعَسَ ۙ وَالصُّبْحِ اِذَا تَنَفَّسَ ۙ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۙ ذِيْ قُوَّةٍ عِنْدَ ذِي الْعَرْشِ مَكِيْنٍ ۙ مُّطَاعٍ ثَمَّ اَمِيْنٍ ۙ وَمَا صَاحِبُكُمْ بِمَجْنُوْنٍ ۚ یعنے سو قسم کھاتا ہوں میں پیچھے ہٹ جاتے سیدھے چلتے دبک جانے والوں کی اور رات کی جب اس کا اٹھان ہو۔ اور صبح کی جب دم لیوے تحقیق یہہ کہنا پیغام پہنچانے والے بزرگ کا ہی۔ قوت والا نزدیک صاحب عرش کے مرتبے والا۔ کہا مانا گیا اس جگہ با امانت اور یہہ تمہارا رفیق کچھہ نہیں دیوانہ + پھر سورۂ نجم کی چوتھی اور پانچویں آیات میں اس طرح مندرج ہی۔ اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى ۙ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى یعنے یہہ تو حکم ہی جو پہنچتا ہی۔ اُس کو سکھایا سخت قوتوں والے نے + پھر سورۂ واقعہ کے تیسرے رکوع میں پایا جاتا ہی کہ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۙ وَاِنَّهٗ لَقَسَمٌ لَّوْ تَعْلَمُوْنَ عَظِيْمٌ ۙ اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۙ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۙ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۙ یعنے سو میں قسم کھاتا ہوں تارے ڈوبنے کی اور یہہ قسم ہی اگر سمجھو تو بڑی قسم۔ بے شک یہہ قرآن ہی عزت والا۔ لکھا چھپی کتاب میں۔ اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک بنے ہیں۔ اور اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْقُرْاٰنَ

تَنْزِیْلًا یعنے ہم نے اُتارا تجھپر قرآن سہج سہج اُتارنا (سورۂ دہر رکوع دوم) +

حٰمٓ۔ وَالْکِتٰبِ الْمُبِیْنِ۔ اِنَّا جَعَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ وَاِنَّہٗ فِیْٓ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ۔ یعنے قسم ہی اُس کتاب واضح کی ہم نے رکھا اس کو قرآن عربی زبان کا۔ شاید تم بوجھو اور یہہ بڑی کتاب[۱] میں ہم پاس ہی اونچا محکم (سورۂ زخرف کی پہلی تین آیات) اور سورۂ فرقان کی چوتھی آیت سے یوں شروع ہوتا ہی۔ وَقَالَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْٓا اِنْ ھٰذَآ اِلَّآ اِفْکُ اِفْتَرٰىہُ وَاَعَانَہٗ عَلَیْہِ قَوْمٌ اٰخَرُوْنَ فَقَدْ جَآءُوْ ظُلْمًا وَّزُوْرًا۔ وَقَالُوْٓا اَسَاطِیْرُ الْاَوَّلِیْنَ اکْتَتَبَھَا فَھِیَ تُمْلٰی عَلَیْہِ بُکْرَۃً وَّاَصِیْلًا۔ قُلْ اَنْزَلَہُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَقَالَ الرَّسُوْلُ یٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِی اتَّخَذُوْا ھٰذَا الْقُرْاٰنَ مَھْجُوْرًا۔ یعنے اور کہنے لگے جو منکر ہیں اور کچھہ نہیں یہہ مگر جھوٹ باندھہ لایا ہی اور ساتھہ دیا ہی اُس کا اس میں اور لوگوں نے۔ سو آئے بے انصافی اور جھوٹ پر اور کہنے لگے یہہ نقلیں ہیں اگلوں کی جو لکھہ لیا ہی۔ سو وہی لکھوائی جاتی ہیں اُس پاس صبح و شام۔ تو کہہ اس کو اتارا ہی اُس شخص نے جو جانتا ہی چھپے بھید آسمانوں میں اور زمین میں۔ اور کہا رسول نے ای رب میرے میری قوم نے ٹھہرایا ہی اس قرآن کو جھک جھک +

پھر سورۂ سجدہ کی دوسری آیت میں یوں لکھا ہی اَمْ یَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىہُ بَلْ

---

[۱] اُمّ الکتاب یا کتاب کی ماں سے قرآن وہ اصل مراد ہی جو خدا کے حضور ہر طرح کے تغیر و تبدل سے محفوظ و مامون رکھا ہوا تھا چنانچہ تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۳۰۰ میں مندرج ہی کہ در اصل ہمہ کتب سماوی یعنے لوح محفوظ کہ ایمن ست از تغیر

هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ یعنے کیا کہتے ہیں یہہ باندھ لایا؟ کوئی نہیں وہ ٹھیک ہی تیرے رب کی طرف سے کہ تو ڈر سناوے ایک لوگوں کو جن کو نہیں آیا کوئی ڈر سنانے والا تجھہ سے پہلے شاید وے راہ پر آویں * پھر سورۂ نحل کے چودھویں رکوع کے شروع میں یوں مندرج ہی قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ یعنے تو کہہ اسکو اتارا ہی پاک فرشتہ نے تیرے رب کی طرف سے ساتھہ حق کے *

سورۃ الزمر غالباً اسوقت نازل ہوئی تھی جبکہ پہلی دفعہ مسلمانوں نے ابیسینیا کی طرف ہجرت کی - اِس سورت میں اس بات پر بہت زور دیا گیا ہی کہ قرآن کلام خدائے تعالی کی طرف سے نازل ہوا + نیز اس سورت سے یہہ بات بہت اچھی طرح واضح ہوتی ہی کہ اس قسم کے وحی سے کس قدر لوگوں پر خوف و ہراس چھا جاتا تھا چنانچہ دوسری اور چوبیسویں آیات میں اس طرح مرقوم ہی کہ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّيْنَ - یعنے ہم نے اتاری ہی تیری طرف کتاب ٹھیک سو بندگی کر اللہ کی خالص کرکے اُس کے واسطے بندگی + اور اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ[1] تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ یعنے اللہ نے اتاری بہتر بات کتاب آپس میں ملتی دہرائی[1] ہوئی - بال کھڑے ہوتے ہیں اس سے کھال پر اُن لوگوں کے جو ڈرتے

[1] لفظ مَثَانِيَ یعنے دو دو یا جوڑے جوڑے کا ترجمہ راڈویل صاحب کے نزدیک ایسی تعلیم ہی جو کہ بالتکرار ہو اور پالگریو اور پامر صاحب نے اس کا ترجمہ محض دہرانا کیا ہی سیل صاحب اِس کے

ہیں اپنے رب سے ۔

متذکرہ بالا طریقے جو محمد صاحب نے اپنی بریت اور بیگناہی کے ثبوت میں استعمال کیئے ان کی بنیاد اس بات پر تھی کہ اگلے زمانہ کے پیغمبروں کے ساتھ بھی لوگوں نے ایسا ہی سلوک کیا تھا۔ قرآن کا عبارتی یا لفظی تکرار اور وحیٌ من اللہ ہونے کا متواتر دعویٰ اس امر کو ثابت نہیں کرتے بلکہ قرآن کے پڑھنے سے عموماً جو پڑھنے والے کے دل پر تاثیر ہوتی ہے وہ یہہ کہ قرآن ایک ایسے شخص کی سخن سازی ہے جس کے اپنے دل ہی کو اطمینان حاصل نہیں ہے اور زیادہ گوئی سے اس کی غرض صرف یہی نہیں ہے کہ اپنے مخالفوں کا منہہ بند کرے بلکہ اپنے نامستقیم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۳ - ترجمہ کے باب میں قرآن کے موجودہ مروجہ ترجمہ سے متفق ہیں + راڈویل صاحب کے قرآن صفحہ ۱۲۶ میں سورہ حجر کی ۸۷ آیت اور اس پر جو نوٹ ہے ملاحظہ کیجئے + ایک اردو ترجمہ میں یوں مندرج ہے کہ ایک مدعا کئی طرح بیان کیا + کتاباً مُتَشَابِهاً مَثَانِیَ پورے جملہ پر مفسر حسین فارسی میں یوں تحریر فرماتے ہیں کہ کتاب مانند یکدیگر یعنے قرآن کہ بعضے ازاں مشابہ بعضے ست در اعجاز یا در جودت لفظ و صحت معنیٰ یا برخے ازاں مصدق برخے دیگر است و درآں تناقض و اختلاف نیست مَثَانِیَ + دوبارہ و دوتو کردہ یعنے مشتمل است بر زوجات چوں امرونہی و وعدہ و وعید و ذکر و فکر و رحمت و عذاب و بہشت و دوزخ و مومن و کافر۔ دیکھو تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۲۶۲ + ربی گائگر فرماتے ہیں کہ لفظ مَثَانِیَ کی نسبت تمام تر تشویش و گھبراہٹ کا باعث یہہ ہے کہ یہہ لفظ عربی خیال کیا گیا ہے اور اس کے اصلی ماخذ کی تحقیق و تدقیق نہیں کی گئی [illegible] یہودی شریعت مکتوب و غیر مکتوب دو حصوں میں منقسم تھی غیر مکتوب کو مشناہ کہتے تھے۔ رفتہ رفتہ تمام تعلیم احادیث اسی نام سے نامزد ہوگئیں ایک حرفی غلطی کے واقع ہونے سے لفظ مشناہ ایک لفظ کے مشتقات

دل کو قرار دینا اور اپنے مقلدوں کے ایمان کو مضبوط و مستحکم کرنا بھی اس کا مقصد اعلیٰ معلوم ہوتا ہی +

ایام مکہ کے آغاز میں آنحضرت نے مشتہر کیا کہ جو لوگ قرآن کو میری جعلسازی بیان کرتے ہیں اگر وہ سچے ہیں تو اس کی مانند کوئی کتاب بنا لاویں۔ چنانچہ سورۂ طور کے دوسرے رکوع میں مسطور ہی اَمْ یَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا یُؤْمِنُوْنَ ۝ فَلْیَاْتُوْا بِحَدِیْثٍ مِّثْلِهٖٓ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِیْنَ ۝ یعنے یا کہتے ہیں یہہ بات بنا لایا۔ کوئی نہیں۔ پر ان کو یقین نہیں بھر چاہئے کوئی لے آویں بات اسی طرح کی اگر وہ سچے ہیں +

سورۂ بنی اسرائیل[۵] ایام مکہ کے دوسرے زمانہ کی سورتوں میں سے ہی اور اس کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۵۴ میں سے خیال کیا گیا جسکے معنے دہرانے یا مکرر کہنے کے ہیں۔ سو یہہ لفظ بجائے مجموعہ احادیث و روایات کے مرقومہ یا مکتوبہ شریعت کے دہرانے اور مکرر کہنے کے معنوں میں استعمال ہونے لگا + عربی یہودیوں نے بھی یہی غلطی کی اور مثانی ہو گیا + اگر محمد صاحب نے اس لفظ کا درست استعمال کیا ہی تو انہوں نے ضرور قرآن کو تمام یہودی شریعت یعنے مشناہ کی جگہ قرار دیا ہی۔ اور ہرگز ہرگز ان کی مراد اس سے دہرانے یا مکرر کہنے کی نہ تھی + گائیگر کی کتاب یہودیت و اسلام کے صفحہ ۴۳ میں مندرج ہی کہ کم از کم طاوس ایک عربی مفسر اس بات کا قائل ہی کہ تمام قرآن مثانی ہی چنانچہ لکھا ہی وقال الطاوس القرآن كله مثانی + وحی سے جو لوگوں پر خوف طاری ہوتا تھا یہہ کچھ تعجب کی بات نہ تھی کیونکہ آسمان پر بھی وحی کی تاثیر اسقدر مانی جاتی تھی کہ وحی کے وقت تمام نظام قدرت پر تشنج کا عالم ہوتا تھا فرشتگان بے حس و حرکت ہو جاتے تھے اور صرف جبرائیل کو پہلے ہوش آتا تھا۔ خلاصۃ التفاسیر جلد چہارم صفحہ ۷۵ +

حاشیہ صفحہ ہذا۔ ۵ یہہ سورت ایک مرکب المضمون سورت ہی ۲۳ سے ۴۱ آیت تک ضرور ایام مکہ سے متعلق ہی اور ۷۵ سے ۸۲ تک اور ۸۷ آیت بھی اسی زمانہ سے علاقہ رکھتی ہی +

دسویں رکوع میں بھی متذکرہ بالا دعوے کا الحاح پایا جاتا ہی چنانچہ یوں لکھا ہی قُل لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْإِنسُ وَالْجِنُّ عَلَىٰ أَن يَأْتُوا بِمِثْلِ هَٰذَا الْقُرْآنِ لَا يَأْتُونَ بِمِثْلِهِ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيرًا۔ یعنے کہہ اگر جمع ہوویں آدمی اور جن اسپر کہ لاویں ایسا قرآن نہ لاوینگے ایسا قرآن۔ اور پڑے مدد کریں ایک کی ایک۔ پھر تھوڑے دن بعد آپ نے اسی طرح سے دعویٰ کیا چنانچہ سورہ ہود کی سولھویں آیت میں یوں مرقوم ہی کہ أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ قُلْ فَأْتُوا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهِ مُفْتَرَيَاتٍ وَادْعُوا مَنِ اسْتَطَعْتُم مِّن دُونِ اللَّهِ إِن كُنتُمْ صَادِقِينَ ۔ یعنے کیا کہتے ہیں باندھہ لایا ہی اسکو توکہہ تم لے آؤ ایک دس سورتیں ایسی باندھہ کر اور پکارو جسکو پکار سکو اللہ کے سوا اگر ہو تم سچے +

یہہ دلیل ایسی قاطع اور مضبوط خیال کیجاتی تھی کہ مدینہ میں جا کر بھی آنحضرت نے اسی کو پیش کیا چنانچہ سورہ بقر کی اکیسویں آیت میں یوں مندرج ہی وَإِن كُنتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُورَةٍ مِّن مِّثْلِهِ۔ یعنے اور اگر تم ہو شک میں اس کلام سے جو اُتارا ہم نے اپنے بندے پر تو لے آؤ ایک سورت اس قسم کی +

برادران اہل اسلام اس امر کا دعویٰ کرتے ہیں کہ اُسوقت سے لیکر آجتک کسی عرب و عجم نے اس قرآنی للکار کے مقابلہ کی جرأت نہیں کی اور کسی نے کبھی یہہ حوصلہ نہیں کیا کہ قرآن کے مقابلہ میں کچھہ لکھنے یا اُس کی نظیر پیش کرنے کا دم مارے۔ لیکن اس دعوے کے بیان میں بہت مبالغہ کیا جاتا ہی کیونکہ قرآن کی یہہ للکار اس امر کی

متقاضی نہ تھی کہ قرآن کی عروض اور اُس کی منظوم عبارت کی نظیر پیش کی جاوے بلکہ اسکا اشارہ نفس مضمون یعنے تعلیم توحید الٰہی اور آخرت کی سزا وجزا وغیرہ کی طرف تھا +

پس قریش کے لیئے اِن مضامین پر قرآن کی نظیر پیش کرنا ایک امرِ محال تھا۔ وہ جو کہ بت پرست و باطل پرست تھے اور اس قسم کے مسائل کے معتقد نہ تھے اُن کے لیئے کس طرح ممکن تھا کہ ایک ایسی کتاب پیش کریں جو قرآن کی نظیر ہو اور اُسی طرح توحید الٰہی کا بیان کرے؟ اگر وہ اس قسم کی کتاب لکھنے کی کوشش بھی کرتے تو اس میں شک نہیں کہ وہ ضرور قرآن ہی کی نقل کرتے اور چونکہ نقل کا درجہ ہمیشہ اصل سے کم ہوتا ہے اِس لیئے محمد صاحب ضرور اُن پر سبقت لے جاتے۔ تو بھی اگر فوقیت طرز بیان اور عبارت کے ربط ضبط سے مراد ہے تو بیرن ڈی سیلن صاحب کا بیان بالکل سچا اور بیتر بہ ہدف کا حکم رکھتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ اگر اب ہم قرآن کو قواعد عروض کی رو سے بہ نظرِ غور دیکھیں تو موجودہ اسلامی کالجوں کے علوم کے بموجب قرآن عبارتی نظم و نسق اور ربط ضبط کا ایک اعلیٰ اور بے نظیر نمونہ ہے کیونکہ عروض وغیرہ کے متعلق موجودہ قواعد جس قدر ہیں وہ سب کے سب اسی سے لئے گئے ہیں + پامر صاحب فرماتے ہیں کہ اہل عرب کے لائق و فائق مصنفین کا قرآن کے مقابلہ میں اس پایہ کی کوئی کتاب پیش نہ کرنا باعث حیرت اور جائے تعجب نہیں ہے کیونکہ وہ پہلے ہی سے اس امر کو ناممکن قرار دے چکے ہیں اور اُس کے طرز بیان کو بے نظیر اور عدیم المثال مان چکے ہیں پس اس سے ہر طرح کا خلاف و انحراف

[1] نولدیکی صاحب کی کتاب تحقیق دس قرآن کا چوالیسواں صفحہ ملاحظہ فرمایئے +

اعلیٰ درجہ کا نقص اور عیب خیال کیا جاتا ہے۔ قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے مسلمہ دعاوی کے باعث اہل اسلام کے لئے اس کے کسی نقطہ یا حرف پر بھی انگشت اعتراض اٹھانا ناممکن ہے اور برخلاف اس کے کہ کوئی قرآن کی نقطہ چینی کرے قرآن اس درجہ کا اعلیٰ و برتر تسلیم کیا گیا ہے کہ دیگر کتب کا اسکو منصف و مصدق قرار دیا جاتا ہے۔ عالمان[1] علم ادب۔ مؤلفان لغت اور تمام فصیح و بلیغ عالم و فاضل علمائے اسلام اس امر کو بلا دلیل ہی تسلیم کر چکے ہیں کہ قرآن میں کسی طرح کی غلطی کا امکان ہی نہیں ہے اور دیگر کتب کو وہیں تک فصاحت و بلاغت کا رتبہ حاصل ہے جہاں تک اُن میں قرآن کی مطابقت اور موافقت[2] پائی جاتی ہے۔ اہل اسلام نے ابتک بالاتفاق اس بات کا فیصلہ نہیں کیا کہ قرآن کن معنوں میں فوقیت کا دعویدار ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ یہہ فوقیت قرآن کی فصاحت و بلاغت یا اُس کے نفس مضمون یا مختلف حصص کی مطابقت اور مشابہت سے ثابت ہوتی ہے۔ فرقہ معتزلین کا اعتقاد ہے کہ اگر خدا انسان کو اجازت دیتا تو ضرور لوگ قرآن کی مانند فصاحت و بلاغت اور استدلال[3] سے بھری ہوئی سورتیں بنا کر پیش کر سکتے تھے ۔

سورۃ الشوریٰ جو کہ آخری زمانہ کی مکی سورتوں میں سے ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب تک آنحضرت مکہ میں تشریف فرما رہے ہمیشہ اہل مکہ آپ پر یہہ الزام

---

[1] Sacred books of the East. Vol. vi pp. 55, 71
[2] Muir's Beacon of Truth صفحہ ۲۶۔
[3] Faith of Islam مصنفہ سیل صاحب صفحہ ۹۔

لگاتے رہے کہ قرآن من جانب اللہ نہیں ہی بلکہ آپ کی افترا و اختراع کا ظہور ہی۔ چنانچہ تیئیسویں آیت میں مرقوم ہوا اَمۡ یَقُوۡلُوۡنَ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ۚ فَاِنۡ یَّشَاِ اللّٰہُ یَخۡتِمۡ عَلٰی قَلۡبِکَ۔ یعنے کیا کہتے ہیں اُس نے باندھا اللہ پر جھوٹ سو اگر اللہ چاہے مُہر کردے[1] تیرے دل پر؀

آنحضرت کے ایام حیات میں یہہ اول موقعہ تھا کہ یہودی دین کے معتقدوں اور آپ کے درمیان ایک رشتہ قائم ہوا جبتک آپ مکّہ میں رہے آپ کی نظر میں مذہب یہود اور دین عیسوی اسلام کے ہم پلّہ اور ہم رتبہ تھے اور آپ کا خیال تھا کہ اِن ادیان کے معتقد اُن کے مطابق چلنے سے نجات حاصل کرینگے بلکہ زمانۂ مابعد میں آپ نے مدینہ پہنچکر بھی فرمایا تھا اِنَّ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ الَّذِیۡنَ ہَادُوۡا وَ النَّصٰرٰی وَ الصّٰبِئِیۡنَ مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَ الۡیَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَہُمۡ اَجۡرُہُمۡ عِنۡدَ رَبِّہِمۡ ۪ۚ وَ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۝ یعنے تحقیق

---

[1] اس آیت کا ٹھیک مطلب بیان کرنا بہت مشکل ہی غالباً اس کے معنے یہی معلوم ہوتے ہیں کہ اگر خدا چاہتا تو تیرے ایسا کرنے پر تجھہ سے رسالت و پیغمبری کو واپس لے لیتا اور اگر یہہ الزام ٹھیک نہیں بلکہ محض اتہام ہی تو اپنے دل کو مضبوط کر اور صبر سے برداشت کر؀ تفسیر حسینی کی جلد دوم کے صفحہ ۲۹۵ پر یختم علیٰ قلبک کی یوں تشریح کی جاتی ہی کہ مہر نہد بر دل تو اگر افترا کنی۔ و قرآن بر تو فراموش گرداند۔ یا مہر نہد بر دل تو بصبر و شکیبائی تا از آزار و جفاے ایشاں متضرر نہ باشی یا مہر شوق ابدی و محبت لم یزلی مد دل تو نہد تا التفات بغیر وے نہ کنی و از اجابت دعاہاے خلق فارغ گردی؀

جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابئیں۔ جو کوئی یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر اور کام کیا نیک تو اُن کو ہی اُن کی مزدوری اپنے رب کے پاس اور نہ اُن کو ڈر ہی اور نہ وہ غم کھاوینگے +

سورۂ رعد جو کہ آخری زمانہ کی مکی سورت ہی اُس میں بھی محمد صاحب نے بیان فرمایا ہی کہ آپ پر وحی نازل ہونے کے باعث یہودی بہت خوش تھے چنانچہ پانچویں رکوع میں مندرج ہی وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰھُمُ الْکِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ۔ یعنے اور جو لوگ کہ دی ہی ہم نے اُن کو کتاب خوش ہوتے ہیں اُس سے جو اُتارا گیا تیری طرف +

اگرچہ آنحضرت کے ایام مکہ میں ظاہری طور پر یہودیوں سے رابطۂ اتحاد قائم تھا تو بھی آپ یہودی دین کو اسلام سے کم درجہ کا قرار دیتے تھے اور جب آپ مدینہ تشریف لے گئے تو اس امر کا صاف بیان کر دیا۔ اور دو آخری مکی سورتوں میں اس طرح مرقوم ہی وَاِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنِ۔ یعنے اور یہہ لوگ ہیں تمہارے دین کے سب ایک دین پر اور میں ہوں تمہارا رب سو مجھ سے ڈرتے رہو (سورۃ المومنون رکوع چہارم) اور اِنَّ ھٰذِہٖٓ

۱؎ اس جگہ صاحب کتاب سے یہودی لوگ مراد ہیں جو کہ محمد صاحب کی مرسلانہ زندگی کے اُس حصہ میں جب انہوں نے اپنی کتابوں اور تواریخ کی تعریف سُنی تو بہت خوش ہو گئے۔ ان باتوں کا بیان آخری زمانہ کی مکی سورتوں میں مندرج ہی۔ راڈویل صاحب کے قرآن کا صفحہ ۲۰۴ ملاحظہ فرمایئے +

اُمَّتُکُمۡ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّاَنَا رَبُّکُمۡ فَاعۡبُدُوۡنِ یعنے یہہ لوگ ہیں تمہارے دین کے سب ایک دین پر اور میں ہوں رب تمہارا سو میری بندگی کرو (سورۂ الانبیا رکوع ششم)+

عہد عتیق اور تواریخ یہود کی نسبت قرآن میں بہت سی باتیں مندرج ہیں اور اُنکا بیان کئی طرح پر ہی قرآن کا مدعا محض یہی نہیں کہ وہ اپنے آپ کو من جانب اللہ اور کلام الٰہی ثابت کرے بلکہ پہلی کتب مقدسہ کی صداقت کا اظہار بھی اسکا مقصد اعلیٰ ہی چنانچہ سورۂ احقاف کے دوسرے رکوع کی دوسری آیت میں یوں مندرج ہی وَمِنۡ قَبۡلِہٖ کِتٰبُ مُوۡسٰۤی اِمَامًا وَّرَحۡمَۃً وَھٰذَا کِتٰبٌ مُّصَدِّقٌ لِّسَانًا عَرَبِیًّا یعنے اور اس سے پہلے کتاب موسیٰ کی ہی راہ ڈالتی اور رحمت اور یہہ کتاب سچا کرنے والی ہی اسکو عربی زبان میں +

یہہ بھی بیان کیا جاتا ہی کہ مکہ میں جن یہودیوں سے آنحضرت کا رابطۂ اتحاد قائم تھا انہوں نے آپ سے کہا کہ توریت میں خدائے تعالیٰ اکثر رحمٰن کے نام سے پکارا گیا ہی اور ہم دیکھتے ہیں کہ آپ اس کو کبھی اس نام سے نہیں پکارتے۔ آپ پر فی الفور وحی نازل ہوا اور فرمایا قُلِ ادۡعُوا اللّٰہَ اَوِ ادۡعُوا الرَّحۡمٰنَ اَیًّامَّا تَدۡعُوۡا فَلَہُ الۡاَسۡمَآءُ الۡحُسۡنٰی۔ یعنے کہہ اللہ کر پکارو یا رحمٰن کر۔ جو کہکر پکاروگے سو اُس کے ہیں سب نام خاصے (سورۂ بنی اسرائیل رکوع بارھواں) +

آخری سورتوں میں لفظ الرحمٰن[1] اس خوف سے کہ مبادا اللّٰہ اور الرَّحۡمٰن

[1] لفظ الرَّحۡمٰن کے استعمال سے ان سورتوں کے وقت نزول کا بھی کسیقدر پتہ ملتا ہی +

دو خدا سمجھے جاویں بالکل استعمال نہیں کیا گیا۔ اس خطرہ کی نسبت قرآن بھی متنبہ کرتا ہی چنانچہ سورۂ نحل کے ساتویں رکوع کی پہلی آیت میں یوں مندرج ہی وَقَالَ اللّٰہُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰـهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ یعنے اور کہا اللہ نے نہ پکڑو معبود دو وہ معبود ایک ہی ہی سو مجھ سے ڈرو +

قبیلۂ قریش کے لوگوں نے بھی لفظ الرحمٰن پر اعتراض کیا اور کہنے لگے مَا الرَّحْمٰنُ اَنَسْجُدُ لِمَا تَاْمُرُنَا یعنے کیا ہی رحمٰن؟ کیا سجدہ کرنے لگیں ہم جسکو تو فرماویگا؟ (سورۂ فرقان رکوع پنجم) جب قریش نے یہہ کہا تھا کہ کیا ہم ایک پاگل اور دیوانے شاعر کے کہنے سے اپنے معبودوں کو چھوڑ دیں؟ تو اسکا جواب یوں دیا گیا تھا کہ نہیں وہ پاگل اور دیوانہ نہیں ہی بلکہ وہ سچائی کے ساتھ آیا ہی اور جو اُس سے پہلے بھیجے گئے اُن کی باتوں کی تائید کرتا ہی اور اُن کے پیغام کو سچ ثابت کرتا ہی۔ مفسرین کے بیان کے مطابق جو اُس سے پہلے بھیجے گئے تھے اُن سے قدیم زمانہ کے نبی اور پیغمبر مراد ہیں جو آنحضرت سے پہلے اللہ جلشانہ کی طرف سے لوگوں کی ہدایت و رہبری کے لئے دنیا میں بھیجے گئے۔ چنانچہ سورہ جاثیہ کی پندرھویں اور سترھویں آیات میں یوں پایا جاتا ہی وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ۝ ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰي شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا یعنے اور ہم نے دی ہی بنی اسرائیل کو کتاب اور حکومت اور پیغمبری۔ پھر تجھ کو رکھا ہم نے ایک رستے پر اس کام کے سو تو اُسی پر چل +

بہت سے اس قسم کے جملات پائے جاتے ہیں جن سے ثابت ہوتا ہی کہ محمد صاحب

نے زمانۂ قدیم کی یہودی تواریخ سے کسیقدر واقفیت حاصل کرلی تھی لیکن اس بات کا کوئی ثبوت نہیں کہ آنحضرت نے کبھی بائبل شریف کا مطالعہؔ کیا۔ آنحضرت کے

ؔ اس میں کلام نہیں کہ محمد صاحب نے یہودی یا عیسائی دین کی کوئی کتاب خود نہیں پڑھی اور یہی وجہ ہے کہ قرآن میں جس قدر عہد عتیق کے قصص درج ہیں وہ سچے اور اصلی ہونے کی نسبت بناوٹی کہانیوں اور افسانوں سے زیادہ تر مشابہت رکھتے ہیں اور عہد جدید کی نسبت جسقدر بیانات ہیں وہ سب کے سب پرانی خیالی کہانیوں کی مانند ہیں اور غیر معتبر اناجیل کے بیان سے ملتے جلتے ہیں۔ نولڈیکی صاحب کی کتاب گشختی دس قرآن کا چھٹا صفحہ ملاحظہ فرمایئے۔ سورۂ اعراف کی ۱۵۶ اور ۱۵۷ ویں آیات میں اَلنَّبِیَّ الْاُمِّیَّ یعنے ان پڑھ نبی سے بھی متذکرہ بالا امر کی تائید ہوتی ہے۔ سورۂ بقر کی ۷۳ ویں آیت میں وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ یعنے وہ جو یہودیوں میں سے اَن پڑھ ہیں مندرج ہے اور اس سے وہ یہودی مراد ہیں جو توریت شریف سے ناواقف ہیں اور اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ یہہ وہ لوگ تھے جن کو کتب مقدسہ کا کچھ علم نہ تھا۔ اسی طرح محمد صاحب کے حق میں جو لفظ الاُمّی استعمال کیا گیا ہے اس کے معنے بھی یہی ہیں کہ آنحضرت کو بائبل شریف یعنی قدیمی کتب مقدسہ کا کچھ علم نہ تھا۔ اہل اسلام کے بیان کے مطابق ہرگز ہرگز اسکا یہہ مطلب نہ تھا کہ چونکہ آنحضرت ایسے لکھے پڑھے اور خواندہ نہ تھے کہ قرآن جیسی کتاب بنا لیتے اس لئے قرآن کلام الٰہی ہے۔ سیل صاحب کی کتاب عقیدۂ اسلام کا تیرھواں صفحہ مطالعہ کیجئے + الاُمی سے یہہ بات مطلق ثابت نہیں ہوتی کہ آنحضرت پڑھنے سے عاجز تھے یا ایک ان پڑھ اور جاہل آدمی تھے۔ دیکھو صفحہ ۱۱ نولڈیکی صاحب کا گشختی دس قرآن۔ علاوہ اسکے گائیگر صاحب کی کتاب یہودیت و اسلام کے بیسویں صفحہ پر ایک نہایت دلچسپ حاشیہ کا بھی مطالعہ کیجئے + عہد عتیق سے قرآن میں صرف ۳۷ ویں زبور کی ۲۹ ویں آیت اقتباس کی گئی ہے۔ چنانچہ سورۂ الانبیاء کے ساتویں رکوع میں مندرج ہے وَلَقَدْ كَتَبْنَا فِي الزَّبُورِ مِنْ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ یعنے اور ہم نے لکھدیا ہے زبور میں نصیحت کے بعد کہ آخر زمین پر مالک ہونگے میرے نیک بندے

بیانات بائبل شریف سے تو کچھ مطابقت نہیں رکھتے پر یہودیوں کے ربیوں کے قصہ کہانیوں
اور تذکرۃ الاولیا سے بہت کچھ ملتے جلتے ہیں۔ ایسا معلوم ہوتا ہی کہ ضرور آپ کی چند
یہودیوں سے آشنائی اور دوستی تھی جن سے آپ نے وہ تمام سرمایہ مضامین جمع کیا
جسکا آپ نے بعد میں قرآنی وحی والہام کے پیرایہ میں ذکر کیا۔ میور صاحب کا
بیان ہی کہ قرآن میں سچ اور جھوٹ دونوں ملے ہوئے ہیں یہہ وضعی تشریحات
وتصورات اور طفلانہ بے مغزی سے پُر ہی۔ اِس میں بہت سے بناوٹی قصے اور
کہانیاں بار بار بیان کی گئی ہیں۔ اور آنحضرت کی یہہ متواتر جدوجہد کہ اپنے آپ کو
اگلے زمانہ کے انبیاء سے مانا و مشابہ ثابت کرے اور آپ کا اپنے زمانہ کی گفتگو
اور محاورات کو اُن کے منہہ میں ڈالنا اور اُن کے مفروضہ مخالفین کے جوابات
کا بار بار پیش کرنا قرآن کے پڑھنے والے کو مضمحل اور متنفر کردیتا ہی[۱] اس جگہ زیادہ تر
قابل غور یہہ بات ہی کہ آپ کا ان تمام اخبار کو وحی کی زبانی بیان کرنے سے یہہ
مطلب تھا کہ میں اپنی طرف سے کچھہ نہیں کہتا بلکہ جیسا خدا کی طرف سے حکم آتا ہی
ویسا ہی بیان کرتا ہوں۔ چنانچہ سورۂ صٓ کے پانچویں رکوع میں یوں مندرج
ہی وَمَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَإِ الْأَعْلَىٰ إِذْ يَخْتَصِمُونَ إِنْ يُوحَىٰ
إِلَيَّ إِلَّا أَنَّمَا أَنَا نَذِيرٌ مُبِينٌ ۔ یعنے مجھہ کو کچھہ خبر نہ تھی اوپر کی مجلس کی جب
آپس میں تکرار کرتے ہیں۔ مجھہ کو تو یہی حکم آتا ہی کہ اور نہیں میں ڈر سنانیوالا
ہوں کھول کر۔

---

[۱] لائف اوف محمد مصنفہ میور صاحب دوسری جلد ۱۸۵ واں صفحہ۔

گمان غالب ہے کہ آپ نے یہہ باتیں یہودیوں سے سیکھیں ہونگی لیکن اُنکو نبی اللہ ہونے کی دلیل گردانتے ہیں۔ نیز آنحضرت کا دعویٰ ہے کہ حضرت یوسف کا قصہ بھی آپ کو بذریعہ وحی الٰہی معلوم ہوا چنانچہ سورۂ یوسف کی تیسری آیت میں مرقوم ہے نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ أَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَا أَوْحَيْنَا إِلَيْكَ هَٰذَا الْقُرْآنَ۔ یعنے ہم بیان کرتے ہیں تیرے پاس بہتر بیان اس واسطے کہ بھیجا ہم نے تیری طرف یہہ قرآن۔ اس کے بعد حضرت یوسف کا قصہ شروع ہوتا ہے اور وہ بالکل ایسا ہی ہے جیسا کہ یہودیوں کے تذکرۃ الاولیا میں پایا جاتا ہے پر سورۂ یوسف کے گیارھویں رکوع سے ثابت ہوتا ہے کہ یہہ قصہ محمد صاحب کو خود خدا نے وحی کے وسیلہ سے یعنے فرشتہ جبرائیل کی معرفت سکھلایا[1] چنانچہ لکھا ہے ذَٰلِكَ مِنْ أَنبَاءِ الْغَيْبِ نُوحِيهِ إِلَيْكَ یعنے یہہ خبریں ہیں غیب کی ہم بھیجتے ہیں تجھکو

باوجود اِن تمام الٰہی دعووں اور اظہار وحی کے اہلِ مکہ نے آپکا اعتبار نہ کیا اور یوں کہنے لگے انّما یعلمهٗ بشرٌ یعنے اُس کو تو سکھاتا ہے آدمی۔ آنحضرت اِس اتہام کا جواب اسی آیت میں یوں دیتے ہیں کہ جس شخص کی نسبت تم کو شک ہے کہ وہ مجھہ کو سکھاتا ہے وہ تو اجنبی ہے عرب[2] نہیں یعنے اُس کی زبان عربی نہیں ہے اور

---

[1] سورہ ص ۳۸ کی ۷۰ ویں آیت میں پیدائش مخلوقات کے باب میں بھی ایسا بیان پایا جاتا ہے۔

[2] اَعْجَمِیٌّ کا ترجمہ مفسر حسین کے نزدیک فصاحت سے خالی ہے اور وہ بیان کرتا ہے کہ محمد صاحب کی تقریر فصاحت و بلاغت سے پر تھی پھر کیونکر ہو سکتا ہے کہ آنحضرت نے ایک ایسے شخص سے قرآن سیکھا ہو جو کہ فصیح و بلیغ نہ تھا۔ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اعجمی سے عبرانی مراد ہے۔ ویری صاحب کی تفسیر قرآن کی جلد سوم ۴۵ ویں صفحہ پر اس آیت پر ایک بہت لمبا چوڑا نوٹ قابل ملاحظہ ہے ۱۱۹ و ۱۲۰۔ اور ۱۲۵ ویں آیات صاف مدنی ہیں اور اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سورۂ نحل مکی و مدنی (جلی)

قرآن صاف عربی زبان میں ہے +

آنحضرت کے مندرجہ بالا جواب کی اس طرح باآسانی تردید ہو سکتی ہو کہ وہ شخص آپ کو مضامین بتاتا تھا اور آپ اُن کو عربی زبان میں پیش کرتے اور سُناتے تھے۔ محمد صاحب کو بار بار اس قسم کے الزامات کی تردید کرنی پڑتی تھی۔ چنانچہ سورۂ فرقان کی پانچویں آیت میں یہہ الزام پایا جاتا ہے وَقَالَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنْ هَٰذَا إِلَّا إِفْكٌ افْتَرَاهُ وَأَعَانَهُ عَلَيْهِ قَوْمٌ آخَرُونَ ؕ یعنے اور کہنے لگے جو منکر ہیں اور کچھ نہیں مگر یہہ جھوٹ باندھ لایا ہے اور ساتھہ دیا ہے اسکا اس میں اور لوگوں نے +

قبیلۂ قریش کے لوگ اپنے معتقدات پر جمے رہے اور جن قصوں کی بابت آنحضرت کا یہہ دعویٰ تھا کہ جبرائیل کی معرفت آپ کو خدا نے سکھلائے وہ اُن سب کو یہودی تواریخ سے منسوب کرتے رہے چنانچہ سورۂ فرقان کی چھٹی آیت میں مرقوم ہے أَسَاطِيرُ الْأَوَّلِينَ اكْتَتَبَهَا فَهِيَ تُمْلَىٰ عَلَيْهِ بُكْرَةً وَأَصِيلًا ؕ یعنے نقلیں ہیں اگلوں کی کہ لکھہ لیا ہے اُن کو سو وہی لکھوائی جاتی ہیں اُس پاس صبح و شام +

اب قبیلۂ قریش کے لوگوں نے ایک نئی روش اختیار کی اور وہ یہہ تھی کہ اُنھوں نے محمد صاحب کے خاندان کو برادری سے خارج کر دیا اور اُن سے ہر طرح کی برادرانہ راہ رسم کو منقطع اور بند کر دیا اور کچھہ عرصہ تک محمد صاحب اپنے تمام خاندان سمیت شہر مکہ کے ایک حصہ میں بالکل تنہا اور علیحدہ رہے پر اس کے بعد چند قریشی آپ پر ترس کھانے اور نرم دل ہونے لگے۔ عین اسی موقع پر آنحضرت کے حامی و حافظ عم مشفق ابو طالب وفات پا گئے اور ان سے پانچ ہفتے

بعد آپ کی مہربان اور پیاری زوجہ خدیجہ بھی اس دارِ ناپائدار سے کوچ کر گئیں اور ان حادثات کے باعث اب معاملہ نہایت نازک ہو گیا۔

اب حضرت صاحب نہایت غمزدہ بے یار و غمخوار اور از حد ناامیدی کی حالت میں پڑ کر اِس شش و پنج میں تھے کہ اہالیانِ طائف مجھے اس حالت میں کہ اہل مکہ رد کر چکے ہیں قبول کرینگے یا نہیں۔ طائف مکہ سے مشرق کی طرف قریباً ستر میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ آنحضرت اپنے وفادار غلام زید کے ساتھ جو آپکا متبنیٰ بھی تھا طائف میں وارد ہوئے اور رؤسائے شہر سے ملاقات کی اور اپنے مدعا سے آگاہ کیا پر اُنہوں نے آپ کو قبول نہ کیا اور آپ کی تعلیم کے شنوا نہ ہوئے۔ دس دن کے بعد آنحضرت پر پتھراؤ کیا گیا اور آپ کو نہایت زخمی اور خستہ خاطر ہو کر اُس شہر سے بھاگنا پڑا۔ جب آپ مکہ کو واپس آتے وقت نصف راہ طے کر چکے تو وادیٔ نخلہ میں آپ نے قیام کیا اور اپنے پیغام کی تردید اور خستہ حالی کے باعث آپ پر ایک ایسی حالت طاری ہوئی کہ اپنے توہمات و خیالات میں غلطان و پیچاں ہو کر آپ نے جنّوں کی ایک جماعت کو اسلام قبول کرتے ہوئے دیکھا اور سورہ جن نازل[1] ہوئی قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۔۔۔ وَاَنَّهٗ لَمَّا قَامَ عَبْدُ اللّٰهِ يَدْعُوْهُ كَادُوْا

---

[1] راڈویل صاحب کے قرآن کے صفحہ ۵۱ کا حاشیہ نمبر ۳ ملاحظہ فرمائیے۔ اس سفر کا مفصل حال دریافت کرنے کے لئے Life of Muhammad جلد دوم مصنفہ میور صاحب کو ۲۰۰ سے ۲۰۷ صفحہ تک مطالعہ کیجئے۔

یَکُوۡنُوۡنَ عَلَیۡہِ لِبَدًا یعنے تو کہہ کہ مجھہ کو حکم آیا کہ سُن گئے کتنے لوگ جنّوں کے۔ پھر کہا ہم نے سُنا ہے ایک قرآن عجیب۔ سمجھاتا ہے نیک راہ سو ہم اُس پر یقین لائے۔ اور یہہ کہ جس وقت کھڑا ہوا اللہ کا بندہ اسکو پکارتا تو لوگ ہونے لگتے ہیں اُسپر ٹھٹھہ +

جب آنحضرت کے پیغام کو جنّات نے اسقدر سرگرمی سے قبول کیا تو آپ کو بہت تسکین ہوئی کیونکہ انسانوں کی حقارت و بے پروائی سے آپ نہایت آزردہ دل اور پژمردہ خاطر تھے۔ اس واقعہ کا بیان سورۂ احقاف کے چوتھے رکوع میں یوں مندرج ہے وَاِذۡ صَرَفۡنَاۤ اِلَیۡکَ نَفَرًا مِّنَ الۡجِنِّ یَسۡتَمِعُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ یعنے اور جب متوجہ کر دیئے ہم نے تیری طرف کئی لوگ جنّوں میں سے سُننے لگے قرآن باوجود اس سب کے آپ کا طائف میں جانا بے فائدہ تھا۔ آنحضرت نے بہتیری کوشش کی اور بہت کچھہ ہاتھہ پاؤں مارے لیکن آپ کی تمام تر کوششوں کا نتیجہ سوائے ناکامیابی کے اور کچھہ نہ ہوا۔ اس خیال کے مطابق میور صاحب فرماتے ہیں کہ محمد صاحب کا طائف سے مکّہ کی طرف جو سفر تھا وہ شجاعت و بہادری سے خالی نہ تھا۔ آنحضرت کو اپنے ہی خاندان کے لوگوں نے رد کر دیا تھا۔ خاندان سے خارج کئے گئے۔ سب آپ کو حقیر جانتے تھے لیکن آپ نہایت بہادری کے ساتھہ خدا کی بزرگی و جلال کے لئے جس طرح حضرت یونس نینوہ کے بت پرست لوگوں کی فلاح و بہتری کے لئے ہمہ تن ساعی و کوشاں تھا اسی طرح آپ اکیلے اپنے ہموطنوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتے اپنی رسالت اور توبہ و استغفار کی منادی کرتے رہے اور طرح طرح سے ثابت کرتے رہے کہ میں مرسل من اللہ ہوں۔ اس سے صاف

ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت کے دل میں اس امر کا نہایت ہی پختہ یقین تھا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ جب آپ طائف سے مکہ میں واپس آئے تو قریش کو کما فی السابق سخت مخالف پایا۔ اب یہہ بات اظہر من الشمس تھی کہ فریقین میں سے ایک ضرور مغلوب ہوجائیگا۔ آنحضرت کے خاطر خطیر میں رفتہ رفتہ مکہ سے ہجرت[1] کر جانے کا خیال موجزن ہونے لگا کیونکہ مکہ میں آپ بالکل ناکامیاب رہے۔ آنحضرت حسب و نسب میں اعلیٰ تھے اور محافظانِ کعبہ سے آپ کا رابطۂ اتحاد قائم تھا۔ آپ میں صبر و شجاعت اور فصاحت و بلاغت وغیرہ بہت سی ذاتی خوبیاں تھیں لیکن باوجود اس سب

---

[1] سورۂ عنکبوت کے چھٹے رکوع میں اشارۃً اس بات کا ذکر پایا جاتا ہی چنانچہ لکھا ہی یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ۝ یعنے ای میرے بندو جو یقین لائے ہو میری زمین کشادہ ہی سو مجھہ ہی کو بندگی کرو۔ راڈویل صاحب اس کی یوں تفسیر کرتے ہیں کہ اگر تم اپنے وطن سے نکالے جاؤ تو تم کو ضرور زمین میں ایسی پناہ کی جگہ مل سکتی ہی جہاں بلا خوف اکیلے سچے خدا کی عبادت کرسکو۔ یہہ آیت بالکل صاف طور سے ایام مکہ کے آخری حصہ کی معلوم ہوتی ہی۔ محمد صاحب کے اس قسم کے بیانات سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت کی مکہ سے ہجرت بہت قریب الوقوع تھی۔ راڈویل صاحب کے قرآن کا ۳۲۹ واں صفحہ مطالعہ کیجئے۔

مفسرین ارضی واسعۃ کی تفسیر میں کہتے ہیں زمین کشادہ است ہجرت کنید از موضع خوف بمنزل امن (تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۱۸۳ واں) بعض کے نزدیک اس میں خاص مدینہ کی طرف اشارہ ہی (تفسیر ابن عباس صفحہ ۱۶۴ واں) یوں بھی لکھا ہی کہ مکہ کے مصیبت زدہ اور مظلوم مسلمانوں کی تسلی و تشفی کے لئے یہہ آیت نازل ہوئی تھی اور کفار سے لڑنے کا حکم ابھی صادر نہیں ہوا تھا بلکہ یہہ حکم ملا تھا کہ بھاگ کر اپنی جان بچاویں (خلاصۃ التفاسیر جلد سوم صفحہ ۱۷۴ واں) ان تمام متذکرہ بالا باتوں سے یہہ بات ظاہر ہوتی ہی کہ اسوقت محمد صاحب اپنے مومنین کو مکہ سے ہجرت کرنے کے لئے تیار کر رہے تھے۔

کے پھر بھی بہت تھوڑے لوگ آپ پر ایمان لائے۔ مکہ میں آپ کو کسی طرح سے ذرا بھی کامیابی نصیب نہ ہوئی اور اب آپ کے لئے سوائے اِس کے کہ کسی اور جگہ جاکر قسمت آزمائی کریں اور کوئی امید باقی نہ تھی +

محمد صاحب شہرِ یثرب سے بخوبی واقف ہی تھے آپ کے دادا اور پڑدادا صاحب یثرب کے باشندے تھے اور آپ کے والد صاحب کی قبر اسی شہر میں تھی +

اہالیانِ مکہ و مدینہ کے درمیان بہت کچھ حریفانہ خیالات نے جڑ پکڑی ہوئی تھی جس شخص کی مکہ میں تحقیر و بے عزتی کی جاتی تھی ممکن نہ تھا کہ مدینہ میں بھی وہی حالت ہو۔ علاوہ اِس کے یثرب کی دو بڑی زبردست قوموں کے درمیان سو سال سے زیادہ عرصہ سے جانی دشمنی چلی آتی تھی اور اب وہ وقت آگیا تھا کہ اُن کا کوئی بادشاہ یا حاکم مقرر کر کے ان تمام جدائیوں اور تفرقات کا خاتمہ کیا جاوے۔ ماسوائے اِس کے وہاں یہودیوں کی بھی ایک بڑی بھاری بستی تھی جس سے دینی اصلاح کے باب میں ایک باب و انتظار آتا تھا۔ ساکنانِ مکہ روحوں کے بالکل منکر تھے اور آنحضرت کی تعلیم کے روحانی حصہ کو قبول کرنا اُن کے لئے ازبس مشکل و دشوار تھا پر یثرب کے باشندوں کی یہ حالت[۱] نہ تھی۔ مدت تک یہودیوں کے ساتھ رہنے

---

[۱] اب محمد صاحب کو چند ایسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جو مکہ میں آپ کو کبھی پیش نہ آئی تھیں قریش کی لاعلمی اور جہالت کے باعث آنحضرت قرآن کو جس صورت میں چاہتے پیش کر سکتے تھے چنانچہ جب آپ نے حضرت نوح اور ابراہیم کی بابت یونہی بیہودہ اور لغو قصے بیان کئے جو کہ بعض باتوں میں قدیمی کتب مقدسہ کے قصص کے مشابہ معلوم ہوتے تھے اور جن کی نسبت

سہنے اور راہ و رسم رکھنے کے باعث وہ لوگ خدا کی وحدانیت اور پیغمبروں کی معرفت وحی ومکاشفات اور عالم آخرت وغیرہ مضامین سے کسی قدر واقف ہوگئے تھے۔ یثرب سے اسلام نے بہت کچھ حاصل کیا اگر محمد صاحب یثرب میں نہ چلے جاتے تو اہل مکہ سے مردود ہوکر کہیں ایک سرگرم مست مولا کی طرح زندگی بسر کرتے اور بس۔ بس اگر یثرب کو اسلام کا مولد اور عرب کی ملکی تدابیر و فتوحات کا مرکز کہیں تو بالکل بجا اور درست ہی چنانچہ اس کو مدینۃ النبی یعنے نبی کا شہر کہتے ہیں اور یہہ نام اس پر بالکل صادق آتا ہی۔ اس شہر سے جن لوگوں نے آنحضرت کو قبول کیا اور آپ پر ایمان لائے انکو انصار یعنے حامیوں اور مددگاروں کے خطاب سے ممتاز کیا گیا۔ اہل مدینہ کے خیالات اور اُن کے موجودہ عام حالات سے معلوم ہوتا تھا اور امید ہوسکتی تھی کہ آنحضرت کو مایوسی اور شکستہ دلی سے نجات حاصل ہوگی۔ چونکہ قریش کی متواتر مخالفت اور اپنی تمام کوششوں کے بے اثر اور لاحاصل ثابت ہونے سے آنحضرت نہایت رنجیدہ دل اور کبیدہ خاطر تھے اِس لئے کچھہ تعجب کی بات نہ تھی کہ ہجرت کے خیالات آپ کے دل میں جوش زن ہونے لگے۔ چنانچہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۰۔ آپ نے بیان کیا کہ آپ کو یہہ قصے خدا نے حضرت جبرائیل کی معرفت سکھائے ہیں تو اہل مکہ اپنی جہالت و لاعلمی کے باعث اُنکی تکذیب نہیں کرسکتے تھے لیکن مدینہ میں وہی لوگ یہود ہی کتابیں آپکی مخالفت کرنے لگیں جنکو آپ مکہ میں اپنی رسالت کی صداقت کے ثبوت میں پیش کیا کرتے Osborn's Islam under the Arabs صفحہ ۴۳ دال

سورہ انعام[1] کے تیرھویں رکوع میں مرقوم ہی اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ ۔ یعنے تو چل اُس پر جو حکم آوے تجھ کو تیرے رب سے کسی کی بندگی نہیں سوائے اُسکے اور جانے دے شرک کرنیوالوں کو۔

مذکورہ بالا آیت کے آخری الفاظ آنحضرت کی مکہ سے ہجرت کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ چنانچہ آنجناب کے خیالات مطابق اِس امر یعنے جواز ہجرت کے بارہ میں وحی نازل ہوا۔ ۶۲۰ء میں عین اُس وقت جبکہ عرب کے بت پرستوں کے لئے کعبہ کے سالانہ حج کا موقعہ تھا آنحضرت نے چند مدنی مسافروں کو دیکھا اور

---

[1] اس سورت میں چند آیات مدنی ہیں کیونکہ ۹۱ ویں آیت میں یہودیوں پر کتمان کلام اللہ کا الزام لگایا گیا ہی اور اس قسم کے الزام اہل مکہ سے کچھ علاقہ نہ رکھتے تھے بلکہ ساکنان مدینہ پر عاید ہوتے تھے ۹۲ ویں آیت میں قرآن کی نسبت یوں مرقوم ہی کہ یہہ کتاب جو ہم نے نازل کی ہی مبارک کتاب ہی اور جو اس سے پیشتر نازل ہوئیں اُن کی مصدق ہی اور یہہ اسلئے ہی کہ تو شہر ام القریٰ اور اُسکے گرد و نواح کے شہروں کے باشندوں کو ڈر سناوے سیل صاحب فرماتے ہیں کہ ام القریٰ کے معنے شہر کی ماں ہی اس سے عرب کا دارالسلطنت یعنے شہر مکہ مراد ہی سیل صاحب نے چند مفسرین کے بیان کو اپنے اس بیان کے ثبوت میں پیش کیا ہی پر قرآن کی عبارت سے زیادہ تر مدینہ کی طرف اشارہ پایا جاتا ہی۔ اس میں ذرا بھی شک نہیں اور صاف ظاہر ہوتا ہی کہ محمد صاحب نے طائف کی طرف ہجرت کے ایام میں مکہ اور اسکے گرد و نواح کے لوگوں کو وعظ کرنا پسند نہ کیا عموماً جو سورتیں بعد میں نازل ہوئیں اُنکی بہت سی آیات پہلی سورتوں میں داخل کر دی گئیں۔ ویری صاحب کی تفسیر قرآن جلد دوم صفحہ ۱۸۲ واں اور لائف اوف محمد مصنفہ میور صاحب کی جلد دوم کا ۲۶۸ واں صفحہ مطالعہ کیجئے۔

ان سے سوال کیا کہ تم کون ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ ہم خزرجی ہیں اور مدینہ میں ہمارے
درمیان باہمی حسد وکینہ کی آگ مشتعل ہے۔ شاید ہمارے لوگوں کو تیرے وسیلہ سے خدا
بلاوے۔ جس ایمان کے ہم خود معتقد ہیں اُس کی طرف ہم اُن کو مدعو کرینگے اور اگر
خدا اُن کو تیری طرف کر دے اور وہ تجھہ پر ایمان لے آویں تو ضرور تو سب پر غالب
ہوگا۔ پھر آپنے اُن سے ایک اور سوال کیا جسکے جواب میں اُنہوں نے کہا کہ ہم
یہودیوں سے رابطۂ اتحاد رکھتے ہیں اور ہماری اُن سے دوستی ہے۔ اسپر آنحضرت
نے اسلام کی تعلیم پیش کی اور قرآن کے چند مقامات اُنہیں پڑھہ کر سنائے۔

اب یہہ بات بخوبی واضح ہو جائیگی کہ یہہ مدنی لوگ جن سے آنحضرت کی مکہ میں
ملاقات ہوئی تھی اُن میں سے بعض یہودی بھی تھے[۱]۔ چنانچہ سورۂ یونس جو کہ
آخری زمانہ کی مکی سورت ہے اُسکے چوتھے رکوع میں مندرج ہے بَلْ كَذَّبُوا
بِمَا لَمْ يُحِيطُوا بِعِلْمِهِ وَلَمَّا يَأْتِهِمْ تَأْوِيلُهُ كَذَٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِينَ
مِن قَبْلِهِمْ فَانظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الظَّالِمِينَ۔ یعنے بلکہ جھٹلانے لگے
ہیں جسکے سمجھنے پر قابو نہ پایا اور ابھی آئی نہیں اُس کی حقیقت۔ یونہی جھٹلاتے
رہے ان سے اگلے سو دیکھہ لے کیسا ہوا آخر گنہگاروں کا۔ پھر ایک اور مکی سورۃ
یعنے سورۂ احقاف کی نویں آیت میں یوں لکھا ہوا ہے[۲] إِن كَانَ مِنْ
عِندِ اللَّهِ وَكَفَرْتُم بِهِ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّن بَنِي إِسْرَائِيلَ عَلَىٰ

---

[۱] دیکھئے کیلی صاحب کی کتاب محمد و محمدیت ۱۰۸ واں صفحہ۔

[۲] اس لئے بعض محققین کے نزدیک یہہ آیت بلکہ یہہ ساری سورت ہی مدنی ہے۔

مِّثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَاسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ۝ یعنے اگر یہہ ہو اللہ کے یہاں سے اور تم نے اُس کو نہیں مانا اور گواہی دے چکا ایک گواہ[۱] بنی اسرائیل کا ایک ایسی کتاب کی بھر وہ یقین لایا اور تم نے غرور کیا اور بے شک اللہ راہ نہیں دیتا گنہگاروں کو*

اب اتفاق یہہ ہوا کہ جب یہودیوں نے جو کہ اپنے مسیح کی آمد کے منتظر تھے فرقہ خزرجیہ کے ہاتھ سے تکلیف اُٹھائی تو اُنھوں نے کہا کہ اب وہ وقت بہت قریب آگیا ہی جبکہ خدا کوئی نبی برپا کریگا اور ہم اُس کی پیروی کرکے اُس کی مدد سے اُن کو نیست کرینگے۔ جب محمد صاحب نے نبوت کا دعوی کیا تو ساکنانِ مدینہ کو خیال ہوا کہ شاید یہہ وہی نبی ہی جس کی آمد کے یہودی منتظر ہیں چنانچہ اُنھوں نے مناسب جانا کہ آنحضرت کو اپنا طرفدار بنالیں* پس یہہ لوگ آپ کی طرف متوجہ ہوئے اور اُنھوں نے اسلام قبول کرلیا اور آپ کو نبی تسلیم کیا۔ محمد

---

[۱] اِن امور کے باب میں کہ آیا یہہ گواہ اور آنحضرت کے دیگر یہودی حامی آپ کے مقلدوں اور مومنین میں سے تھے یا وہ غلام تھے جو مکہ میں رہتے تھے یا ساکنان مدینہ میں سے یہودی زائر تھے جن کے ساتھ آنحضرت نے رابطۂ اتحاد قائم کررکھا تھا کچھ ٹھیک پتہ نہیں ملتا۔ اور خیال و وہم کے سوا کوئی بات کہی نہیں جاسکتی۔ Muir's Life of Muhammad جلد دوم ۱۸۵ واں صفحہ معالم کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ شاہد ایک یہودی عالم عبداللہ بن سلام تھا جو کہ آنحضرت پر مدینہ میں ایمان لایا۔ کبیر کا بیان ہی کہ یہہ آیت مدنی ہی اور اس لئے ضروری ہی کہ یہہ شاہد بھی مدینہ ہی کا یہودی ہو۔ دیکھو خلاصۃ التفاسیر جلد چہارم صفحہ نمبر ۲۰۱*

صاحب نے ان نومریدوں سے درخواست کی کہ مدینہ میں حمایت و محافظت کریں۔ اُنہوں نے عرض کی کہ چونکہ ہمارے لوگوں میں بہت نااتفاقی اور ناموافقت ہی اس لئے بہتر ہی کہ ہم مدینہ کو جاویں اور لوگوں کو اسلام کی طرف مدعو کریں اور اگر خدا اُن کے دلوں کو اسلام کی طرف مائل کرے اور وہ ایمان لاویں تو اگلے سال حج کے موقعہ پر جو کچھہ نتیجہ ہوگا عرض کرینگے۔ جلال الدین اسیوطی کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ ان نو مریدوں کو آپ نے سورۂ یوسف[1] سُنائی۔ ساکنانِ مدینہ یہودیوں سے ملنے جُلنے کے باعث حضرت یوسف کے قصّہ سے کسی قدر واقف تھے لیکن محمد صاحب نے اُن کو اب یہہ قصّہ اس غرض سے مفصل طور پر سُنایا تاکہ اُن پر ثابت کرے کہ زمانہ گذشتہ کے قصص و واقعات آپ کو خدا نے سکھلائے ہیں۔ یہہ تمام قصّہ محض موسوی بیان کی ایک تمسخرانگیز نقل معلوم ہوتا ہی اور ایسا نظر آتا ہی کہ آنحضرت نے یہہ تمام کہانی ایسے لوگوں سے سُنی تھی جن کو اسکا ٹھیک علم نہ تھا بلکہ کمزور و غیر معتبر روائتوں کے مطابق بیان کرتے تھے۔ غرض یہہ سال ان نومریدوں کی چھوٹی سی جماعت نے مدینہ میں بڑے استقلال و ایمان کے ساتھہ بسر کیا۔ دوسرے سال جب پھر حج کا وقت آیا تو مدینہ کے حاجیوں میں بارہ[۱۲] انصار تھے۔ انہوں نے بھی آنحضرت سے شرف ملاقات حاصل کیا اور آنحضرت کی تعلیم کو ماننے اور فرمانبرداری کے باب میں اُنہوں نے قسمیہ اقرار کیا کہ ہم سوائے واحد خدا کے اور کسی کی عبادت نہیں

---

[1] تمام قرآن میں صرف یہی سورت ایسی خیال کی جاتی ہی جس میں شروع سے آخر تک ایک ہی مضمون ہو۔

کرینگے۔چوری زناکاری اور بچہ کشی سے ہمیشہ دست بردار رہینگے۔ہر حالت میں بدگوئی واتہام سے پرہیز کرینگے اور کسی نیک کام میں رسولِ خدا کے نافرمانبردار نہ ہونگے۔[1] اس عہد کو عقبیٰ کا عہد اوّل کہتے ہیں اور چونکہ اس میں آنحضرت کی حمایت ومحافظت کا کوئی وعدہ نہیں پایا جاتا اِس لئے اس عہد کو عہد النسا بھی کہتے ہیں کیونکہ عورتوں سے ہمیشہ صرف یہی عہد لیا جاتا تھا۔اب یہہ تمام نومرید نہایت سرگرمی اور جوش سے بھرے ہوئے مدینہ کو واپس گئے اور ان کے ساتھہ اسقدر اور لوگ آملے کہ اُنہیں مکہ سے ایک خاص معلم منگوانا پڑا۔چنانچہ آنحضرت نے مسعب کو بھیجا اور مدینہ میں اسلام کی بنیاد مستحکم ہوگئی۔اس سال میں آنحضرت کو بہت کچھہ صبر وانتظار سے کام لینا پڑا اور مکہ میں ہر طرح کی ترقی سے آپ ہاتھہ دھو بیٹھے اور بالکل مایوس ہوگئے۔ اب آپ کی تمام تر امیدیں اُنہیں لوگوں پر تھیں جو ساکنان مدینہ میں سے آپ کے نئے مرید بنے تھے۔لہذا محمد صاحب نے اب مصمم ارادہ کرلیا کہ قریش کو اپنی حالت میں مطلق العنان چھوڑکر اُن سے بالکل علیحدہ ہوجاوے۔چنانچہ سورۂ انعام کے تیرھویں رکوع میں صاف حکم بھی آگیا اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ وَلَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ یعنے تو چل اُسپر جو حکم آوے تجھہ کو تیرے رب سے کسی کی بندگی نہیں سوائے اُس کے اور

[1] Muir's Life of Muhammad جلد دوم صفحہ ۲۱۶

جانے دے شریک والوں کو اور اگر اللہ چاہتا تو شریک نہ کرتے اور تجھ کو ہم نے نہیں کیا اُن کا نگہبان اور تجھ پر نہیں اُن کا حوالہ اور تم لوگ بُرا نہ کہو جن کو وہ پکارتے ہیں اللہ کے سوا کہ وہ بُرا کہہ بیٹھیں اللہ کو بے ادبی سے نہ سمجھکر ۔

اب اگرچہ آنحضرت کو سخت جد و جہد کرنے کی ضرورت نہ تھی تو بھی اب آپ کو کامل یقین تھا اور ذرا بھی شک نہ تھا کہ آخر کار مکّہ کے ضدی اور ہٹی لوگ مغلوب ہو جاوینگے چنانچہ سورۂ ابراہیم کے تیسرے رکوع میں مندرج ہی وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَاۤ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰۤى اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۙ یعنے اور کہا منکروں نے اپنے رسولوں کو ہم نکال دینگے تم کو اپنی زمین سے یا پھر آؤ ہمارے دین میں ۔ تب حکم بھیجا اُن کو اُن کے رب نے ہم کھپا دینگے اُن ظالموں کو اور بسا دینگے تم کو اس زمین میں اُن کے پیچھے یہہ ملتا ہی اُس کو جو ڈرا کھڑا ہونے سے میرے سامنے اور ڈرا میرے عذاب کے وعدہ سے ۔ اور فیصلہ لگے مانگنے اور نامراد ہوا جو سرکش تھا ضد کرنیوالا ۔

اس یاس و خستگی کی حالت میں جبکہ محمد صاحب تیرہ سال تک متواتر کوشش کر چکے اور سوائے ناکامیابی و جلاوطنی کے اور کوئی نتیجہ نہ نکلا تو متخیلہ نے خواب کی صورت میں آنحضرت کے سامنے ایک نقشہ یوں پیش کیا کہ گویا آپ شہر یروسلم کی ہیکل میں ہیں اور وہاں پر آپنے بزرگوں ۔ نبیوں اور فرشتگان کو دیکھا اور پھر عرش

معلےٰ پر خدائے تعالیٰ کے حضور میں پہنچے چنانچہ سورۂ بنی اسرائیل کی پہلی اور باسٹھویں آیت میں یوں مرقوم ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰی بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِیْ بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ۝ وَاِذْ قُلْنَا لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ۭ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِیْٓ اَرَيْنٰكَ یعنے پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے بندے کو رات ہی رات ادب والی مسجد سے پرلی مسجد تک جس میں ہم نے خوبیاں رکھی ہیں کہ دکھاویں اُس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے۔ اور جب کہہ دیا ہم نے تجھ سے کہ تیرے رب نے گھیر لیا ہے لوگوں کو اور وہ دکھاوا جو تجھ کو دکھایا ہم نے +

مذکرہ بالا واقعہ سے شاعروں اور راویوں کو آنحضرت کی معراجی دید و شنید[1] کے پرجوش بیان کے باب میں نہایت وسیع میدان سخن مل گیا ہے۔ ان شاعروں اور راویوں نے جو آنحضرت کی حد سے زیادہ تعریفیں کی ہیں اُن سے یہہ نتیجہ نکلتا کہ وہ آنحضرت پر سچ مچ دل سے ایمان لائے صحیح نہیں معلوم ہوتا ہندوستان میں زمانۂ حال کے باہوش اور فہیم علما ان بیانات کو وہمی اور خیالی باتیں سمجھتے ہیں پر متعصب اور پکے مسلمان اِس قسم کے خیالات کو بالکل قابل نفرت[2] جانتے ہیں +

---

[1] ان عجائبات کی تشریح کے باب میں کیلی صاحب کی کتاب مسمی بہ محمد و محمدیت کے ۲۰۴ سے ۲۱۴ صفحہ تک مطالعہ کیجیئے علاوہ اسکے Dautch's Literary Remains کے ۹۹ سے ۱۱۲ صفحہ تک ملاحظہ کیجیئے +

[2] معراج کے متعلق مسلمانوں کو صرف یہہ ماننا چاہیئے کہ محمد صاحب نے ایک رویا یا عالم خواب

جب پھر دوسرے سال حج کا وقت آیا تو مصعب نے مکہ پہنچکر اپنی مدینہ کی کامیابی کا مفصل حال آنحضرت سے بیان کیا۔ اس حج کی آخری رات کو محمد صاحب نے اپنے مدنی مریدوں سے ملاقات کی۔ اُن میں تہتر مرد اور عورتیں تھیں آنحضرت نے ایک تقریر کی اور اُن سے یہہ درخواست کی کہ آپ کی حمایت و حفاظت کرنے کا عہد کریں۔ چنانچہ اُنہوں نے آنحضرت کی درخواست کے مطابق عہد کیا۔ یہہ عہد عقبی کے عہد ثانی کے نام سے نامزد ہوا۔ اب ہم ذیل میں ذکر کرتے ہیں کہ عہد و پیمان کیسا تھا اور اُس میں کونسی باتیں شامل تھیں۔ محمد صاحب نے کہا کہ تم اس بات کو قسم کھاکر قبول کرو کہ تم ہر امر میں میری ٹھیک ایسی ہی حمایت و حفاظت کروگے جیسی کہ اپنے زن و فرزند کی کرتے ہو۔ اُن میں سے ایک سردار نے کہا کہ بے شک ہم اُسی خدا کی قسم کھاکر جس نے تجھے سچ و برحق رسول بھیجا ہی عہد کرتے ہیں کہ ہم اپنے جسم و جان کے برابر تیری حفاظت کرینگے یا رسول اللہ ہم کو قبول کیجئے۔ ہم خدا کی قسم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۷۸ - میں یہہ دیکھا کہ اُسکو مکہ سے یروسلم میں پہنچایا گیا اور وہاں اُس نے خدائے تعالیٰ کے بہت سے عجائبات دیکھے (سید احمد کا چھٹا لیکچر اور اسکا ۴۳ و ۴۴ صفحہ) پر اہل سنت کہتے ہیں کہ جو کوئی اس بات کو سچ نہیں مانتا کہ محمد صاحب سچ مچ جسمانی طور پر یروسلم میں گئے کافر ہی کیونکہ وہ قرآن کے صاف اور صریح بیان کا منکر ہی۔ جو کوئی آنحضرت کے یروسلم سے آگے آسمان پر جانے اور اُن تمام بیانات کو جو احادیث میں مندرج ہیں سچ نہیں جانتا وہ اگرچہ مسلمان کہلا سکتا ہی پر وہ فاسق یعنے گنہگار ہی۔ علمائے اسلام کی تفاسیر دیکھئے اور سیل صاحب کی کتاب Faith of Islam کا ۲۲۰ واں صفحہ مطالعہ فرمائیے۔

کھاکر کہتے ہیں کہ ہم جنگی قوم ہیں اور شجاعت وبہادری ہم نے اپنے جنگجو اور بہادر آباؤ اجداد سے میراث میں پائی ہی۔ پھر ایک اور نے کہا کہ یارسول اللہ ہمارے اور یہودیوں کے درمیان کئی طرح کے تعلقات اور روابط قائم ہیں اور اب ہم کو یہہ تمام تعلقات قطع کرنے پڑینگے سو اگر ہم ایسا ہی کریں اور خدا آنجہہ کو فتح نصیب کرے تو کیا تو ہم کو یہاں اکیلا چھوڑ کر پھر اپنے وطن مالوف (مکّہ) کو چلا جائیگا؟ آنحضرت نے جواب میں فرمایا کہ تمہارا خون میرا خون ہی اور جسقدر تم کو تکلیف ہوگی اُسی قدر مجھہ کو بھی ہوگی۔ تم میرے ہو اور میں تمہارا ہوں۔ جس سے تمہاری[۱] دشمنی ہی وہ میرا بھی دشمن ہی اور جس کے ساتھہ تمہاری دوستی ہی میں اُس کا دوست ہوں۔ اِس سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت کے دل میں اس وقت امور دینی اور تدابیر مُلکی کا امتزاج بہت ترقی پر تھا اور آپ کے دِل میں جو مدت سے یہہ خواہش تھی کہ اہلِ عرب کو تدابیر ملکی میں متفق اور یک جان کردے اب پوری ہوتی ہوئی نظر آنے لگی۔ یہہ عہد وپیمان زیادہ تر ملکی انتظام اور امور سیاست سے علاقہ رکھتا تھا۔ اس سے حفاظت اور عقوبت دونوں باتیں حسب موقعہ ملحوظ تھیں اور بنیاد یا اس کی ضروری شرائط یہہ تھیں کہ بت پرستی سے دست بردار ہوں اسلام کو قبول کریں اور آنحضرت کی فرمانبرداری ومتابعت کو فرض وواجب سمجھیں + پہلے حج پر تو آنجناب کے مدنی ہمدردوں نے صرف عورتوں کی سی وفاداری کا عہد کیا تھا لیکن دوسرے حج کے وقت جبکہ اُن میں اس قدر

---

[۱] یہہ بیان کیلی صاحب نے اپنی کتاب محمد ومحمدیت کے صفحہ ۳۲۵ میں ابن اسحاق سے اقتباس کیا ہی

ترقی ہوگئی اور اُن کی تعداد ستّر سے بڑھ گئی تو انہوں نے آپ کی خاطر جنگ وجدل اور ہر طرح کے خطروں کا سامنا کرنے کا عہد کر لیا[۵]۔ یہہ عہد و پیمان ظاہری روش کی تبدیلی کا اظہار نہیں ہی بلکہ اِس سے اسلام کے ابتدائی اصول کی بتدریج ترقی کا حال معلوم ہوتا ہی اور شروع کے اُن تمام خاص طریقوں کا پتہ ملتا ہی جو آنحضرت کے ہموطنوں اور غیر ممالک کے لوگوں سے سلوک کرنے کے لئے درکار تھے۔ مکی سورتوں میں سے سب سے آخری سورۂ رعد ہی اِس میں اول سے آخر تک صرف قبیلۂ قریش ہی کا بیان ہی اور مکّہ میں اُن کے ساتھ آنحضرت کی یہہ آخری ردوکد ہی چونکہ اس سورت میں آنحضرتؐ کے معجزات سے قاصر رہنے کے اسباب بیان کئے گئے ہیں اس لئے اس کو سورۂ معذرت بھی کہتے ہیں۔ جب لوگوں نے آپ سے معجزات طلب کئے تو آپ نے ارشاد الٰہی کے مطابق فرمایا کہ میں صرف ڈرانیوالا ہوں۔ منکرین نے کہا کہ جب تک تو خدا کی طرف سے کوئی صریح نشان نہ لاوے ہم تجھ پر ایمان نہیں لاوینگے۔ اب آنحضرت کو کوئی معجزہ یا نشان عطا نہ ہوا بلکہ یہہ فرمان آیا کہ قُلْ اِنَّ اللّٰہَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَیَھْدِیْٓ اِلَیْہِ مَنْ اَنَابَ یعنے کہدے اللہ بچلاتا ہی جس کو چاہے اور راہ دیتا ہی اپنی طرف اُس کو جو رجوع ہوا۔ (سورۂ رعد چوتھا رکوع)۔

اب آنحضرت تیرہ سال بفائدہ وعظ و نصیحت کرنے کے بعد اہل مکہ کو جنہوں نے آپ کو ہر طرح سے رد کیا زجر و توبیخ سُنا کر اور ابدی عذاب کی خوشخبری دیکر شہر مکہ

---

[۵] عبید صفحہ ۱۰۹ اداں۔

سے چل دیئے ۔

اس کے چند روز بعد آپ نے اپنے تمام مقلدین کو حکم دیا اور فرمایا کہ سب مدینہ کی طرف ہجرت کر چلو اُس شہر میں خدائے تعالیٰ تم کو برادری اور جائے پناہ بخشیگا قریباً دو ماہ کے عرصہ میں سب کے سب مکہ سے مفرور ہو گئے لیکن چونکہ اب تک محمد صاحب خود مکہ میں تشریف رکھتے تھے قریش کے لوگ نہایت گھبرا رہے تھے اور ان واقعات کو دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے تھے کہ دیکھیں آخر کیا ہوتا ہے اُنہوں نے ارادہ کیا کہ آنحضرت کے پاس کوئی اپنا وکیل بھیجیں پر حضرت کسی منصوبہ سے خوف زدہ ہو کر چوری اپنے گھر سے نکل گئے اور رات کے وقت ابو بکر کو ساتھ لیکر شہر مکہ کو چھوڑ گئے ۔ اور آنحضرت کی مدنی رہائش کے ایام کی ابتدا میں قبیلۂ قریش کی مذکورہ بالا سازش کے باب میں جیسا کہ سورۂ انفال کے چوتھے رکوع میں مندرج ہے آپ کو یاد آتا ہے اور کہتے ہیں کہ وَإِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا لِيُثْبِتُوكَ أَوْ يَقْتُلُوكَ أَوْ يُخْرِجُوكَ وَيَمْكُرُونَ وَيَمْكُرُ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝ یعنے اور جب فریب بناتے لگے[ا] کافر کہ تجھ کو بٹھاویں یا مار ڈالیں یا نکال دیں ۔ اور

[ا] سیل صاحب چند محدثوں کے بیان کے مطابق فرماتے ہیں کہ قریش نے آنحضرت کو قتل کرنے کے لئے سازش کی تھی لیکن ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ احادیث قرآنی آیت کا مفصل بیان ہیں ۔ ویری صاحب نے جو قرآن کی تفسیر لکھی ہے اُسکی پہلی جلد کے ۲۸۴ ویں صفحہ میں مرقوم ہے کہ آنحضرت کے قتل کی سازش جسکا قرآن و احادیث میں صاف ذکر پایا جاتا ہے زمانہ مابعد کی تمام دشمنی اور حسد و عداوت کی بنیاد اور جڑ ہے ۔ میور صاحب کی Life of Muhammad کی جلد دوم کا بھی ۱۲۵ واں صفحہ ملاحظہ فرمائیے ۔

وے بھی فریب کرتے تھے اور اللہ بھی[۱] فریب کرتا تھا اور اللہ کا فریب سب سے بہتر +

آنحضرت نے ابوبکر کے ساتھ ایک غار میں پناہ لی اور تین یوم تک یعنے جب تک کفار مکہ آپ کی تلاش و جستجو سے دست بردار نہ ہوئے اُسی غار میں چھپے رہے کئی سال کے بعد قرآن اس واقعہ کا بیان کرتا ہی کہ کس معجزانہ طور سے خدا نے خود آنحضرت کو بچایا اور محفوظ رکھا۔ چنانچہ سورۂ توبہ کے چھٹے رکوع میں مندرج ہی کہ فَقَدْ نَصَرَهُ اللّٰهُ إِذْ أَخْرَجَهُ الَّذِينَ كَفَرُوا ثَانِيَ اثْنَيْنِ إِذْ هُمَا فِي الْغَارِ إِذْ يَقُولُ لِصَاحِبِهِ لَا تَحْزَنْ إِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا فَأَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِينَتَهُ عَلَيْهِ وَأَيَّدَهُ بِجُنُودٍ لَمْ تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِينَ كَفَرُوا السُّفْلَىٰ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِيَ الْعُلْيَا ؕ یعنے اس کی مدد کی ہی اللہ نے جس وقت اُسکو نکالا کافروں نے دو جانوں سے جب دونوں تھے غار میں۔ جب کہنے لگا اپنے رفیق کو تو غم نہ کھا اللہ ہمارے ساتھ ہی پھر اللہ نے اُتاری اپنی طرف سے تسکین اُسپر اور مدد کو اُس کی بھیجیں وے فوجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں اور نیچے ڈالی بات کافروں کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہی +

ثَانِيَ اثْنَيْنِ[۲] یعنے دو میں سے دوسرا حضرت ابوبکر کے لئے نہایت عزت کا خطاب

---

[۱] اسکی تشریح یوں ہی کہ خدا نے قریش کی سازش سے آنحضرت کو آگاہ کر دیا۔ قریش کے ہاتھ سے اُسکو بچا لیا اور قریش کو لا کر جنگِ بدر میں پھنسا دیا (دیکھو تفسیر بیضاوی سے سیل صاحب کا اقتباس) +

[۲] سنی فرقہ کے لوگ جو کہ حضرت ابوبکر کی بہت تعظیم و تکریم کرتے ہیں اُن کا قول ہی کہ سورۂ احقاف کی چودھویں آیت وَوَصَّيْنَا الْإِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ إِحْسَانًا حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ

منصور ہونے لگا۔ محمدی احادیث وروایات میں ان تین دنوں کے متعلق بہت سے معجزات مندرج ہیں +

غار سے نکلکر آخر الامر آپ مدینہ میں وارد ہوئے اور مومنین کی مکہ سے مدینہ کی طرف جو ہجرت شروع ہوئی تھی اب اُس کی تکمیل ہوگئی۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۸۳۔ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِىْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِىْۤ اَنْعَمْتَ عَلَىَّ وَعَلٰى وَالِدَىَّ۔ یعنے اور ہم نے تقید کیا ہی انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کا پیٹ میں رکھا اُس کو اُس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا اُس کو تکلیف سے اور حمل میں رہنا اُس کا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہی یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو اور پہنچا چالیس برس کو کہنے لگا اے رب میرے میری قسمت میں کر کہ شکر کروں احسان تیرے کا جو تو نے مجھ پر اور میرے والدین پر کیا ہی + مفسر حسین بیان کرتا ہی کہ حضرت ابوبکر نے اٹھتیس سال کی عمر میں اسلام قبول کیا اور اُس کے والدین نے بھی شرف اسلام حاصل کیا اور چالیس برس کی عمر میں اُس نے یہہ دعا کی اے خدا مجھ کو یہہ نصیب کر کہ تیرا شکر کروں۔ جس نعمت کے شکر کی توفیق کے لئے حضرت ابوبکر نے دعا کی اُس نعمت سے نعمتِ اسلام (باضافتِ بیانی) مراد ہی (تفسیر حسینی جلد یازدہم صفحہ ۳۲۱ وال) راڈویل صاحب فرماتے ہیں کہ جب ابوبکر خلیفہ بنا اُس وقت اِس آیت کا یہہ مذکورہ مطلب گھڑلیا گیا ہی۔ نولدیکی صاحب کے نزدیک یہہ معاملہ مشکوک ہی +

ف۱ کتاب محمد و محمدیت مصنفہ کیلی صاحب کا ۳۱۵ سے ۳۲۱ ویں صفحہ تک مطالعہ فرمایئے +

کہ مکہ میں آپ کا درختِ سعی کچھ پھل نہ لایا اور آپ کی تمام محنت رائگاں گئی۔ اہل مکہ نے خیال کیا کہ اگر ہم آنحضرت کی تدابیر و تجاویز کو اختیار کرینگے تو اسکا انجام ملکی انتظام اور امور سیاست میں خودسری اور مطلق العنانی ہوگا۔ لہذا اُنہوں نے آنحضرت کی مجوزہ تدابیر میں سے کسی کو بھی اختیار نہ کیا۔ لیکن برعکس اسکے مدینہ میں آنحضرت کی یاس آس سے مبدل ہوگئی۔ یہودیوں میں مسیح کی انتظاری کے باعث ایک نبی کے برپا کئے جانے کی عموماً امید کی جاتی تھی۔ قومی عداوت اور خاندانی جھگڑوں سے اہل مدینہ تنگ آئے ہوئے تھے اور اُن کی یہہ بڑی آرزو تھی کہ کوئی شخص جو صاحب قدرت ہو اُن کا حاکم بنے اور جنگ و جدل کا خاتمہ ہو۔ محمد صاحب جس مرکب طرز اور ملک و ملت کے ممزوجہ طریق کی دھن میں لگے رہتے تھے اور اُن کی بڑی آرزو تھی کہ دینی امور اور ملکی انتظام کو ایک بنا دیں۔ اب اُس کے اجرا و آغاز کا رستہ کُھل گیا۔ مکہ میں آنحضرت کی ناکامیابی بحیثیتِ نبی تھی اور مدینہ میں آپ کی کامیابی اور اقبالمندی ایک سردار اور فاتح کی حیثیت میں تھی۔

جیساکہ اوپر بیان ہوچکا ہے ابتک قرآن میں صرف بت پرستی کی تردید و ابطال کے دلائل اور اہل مکہ کی زجر و توبیخ اور سرزنش کے مضامین نازل ہوتے رہے اور اُن سے کچھہ معقول استدلال نہ ہوا کیونکہ محمد صاحب نے اپنے آپ کو مرسلانہ جاہ و جلال میں ملبس کرکے خدا کی طرف سے اپنے دشمنوں اور مخالفوں کو کوسنا شروع کیا اور یہہ فتویٰ سُنایا کہ وہ نارِ جہنم میں جلینگے۔ مکہ میں قرآن کا مقصد اعلیٰ یہہ تھا کہ اوصاف الٰہی اور صفات ایزدی کا اظہار کرے کہ خدا قادر مطلق۔ ہمہ دان و غیب دان اور وحدہ

لاشریک ہی۔ عیشِ جنت اور عذابِ جہنم کا نہایت صفائی اور صراحت سے بیان کرتا رہا
زمانۂ سلف کے بزرگوں اور انبیا کے قصص کو سُناتا اور محمد صاحب کے دعاوی
پر صحت کی مُہر کرتا رہا۔ اپنے آپکو کلام الٰہی کے پیرایہ میں پیش کیا۔ اثباتی احکام تاحال
بہت مختصر تھے۔ صرف اوقات نماز اور اکل و شرب[1] کے متعلق چند قوانین وضع
کئے گئے۔ طوافِ کعبہ[2] کے متعلق چند پُرانی اور واہیات و نامناسب رسوم سے
منع کیا گیا لیکن تاحال اسلامی رسومات تکمیل کو نہیں پہنچیں۔ اسلام کے اخلاقی
اور شرعی قوانین ابتک پختہ طور سے معین و مقرر نہیں ہوئے۔ مدنی سورتوں میں
مذہبی مسائل کی نسبت مسلمانوں کو زیادہ تر روزمرہ کی زندگی کی بابت ہدایت کی
گئی ہی۔ قرآن بحیثیت مجموعی کسی خاص مطلب یا مقصد کی طرف اشارہ نہیں کرتا
بلکہ وقتاً فوقتاً حسب موقعہ اور حسب الضرورت نازل ہوتا رہا۔ اب مدینہ میں آنحضرت
کی وعظ و نصیحت کی فصاحت و بلاغت جاتی رہی اور اُس کی جگہ تدابیر ملکی اور سرداری
و سروری کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ اب سے لیکر اخلاقی زندگی خانگی مخصول
اور صلح و جنگ کے مضامین آنحضرت کا وردِ زبان تھے اور اگر ان کو قرآن کا
قانونی حصہ قرار دیں تو بجا ہی۔ عام نظر سے ایسا معلوم ہوتا ہی کہ مدینہ میں قرآن
کا طرز بیان باستثنائے چند مقامات بالکل ویسا ہی ہی جیسا کہ ایام مکہ کے تیسرے

---

[1] دیکھو سورۂ طٰہٰ ۱۳۰ ویں آیت و سورۂ روم ۱۷ ویں آیت و سورۂ ہود ۱۱۵ ویں آیت و سورۂ انعام ۱۴۲ سے ۱۴۷ ویں آیت تک و سورۂ نحل ۱۱۹ ویں آیت گمان غالب ہی کہ یہہ آیت مدنی ہی
[2] سورۂ اعراف کی ۲۷ سے ۳۳ ویں آیت تک ملاحظہ فرمائیے۔

حصّہ میں تھا اور اعلیٰ انشاء پردازی اور فصاحت و بلاغت سے خالی ہے۔ سورتیں بہت طول و طویل ہیں اور احتمال ہوسکتا ہے کہ وہ ولولہ انگیز چھوٹے چھوٹے مختلف بیانات کا مجموعہ ہوں جو وقتاً فوقتاً وضع کئے گئے اور بعد ازاں اُن کو طول و طویل سورتوں میں مرتب کر دیا لیکن اُن میں کسی طرح کی ظاہری موافقت اور ترتیب نظر نہیں آتی *

باب دوم

ایامِ مدینہ

اغلباً ماہِ جون ۶۲۲ء میں محمد صاحب کھلم کھلا مدینہ میں داخل ہوئے اور قریباً ایک سو پچاس مہاجرین آپ کے ساتھ تھے اہلِ مدینہ اگرچہ آپ کے دعویٰ رسالت پر متفق نہ تھے تاہم اُنہوں نے آنحضرت کو بخوشی قبول کیا۔ چونکہ ان لوگوں میں خاندانی طرفداری اور قومی عداوت وبغض کی روح بدرجہ غایت پائی جاتی تھی اِس لئے آنحضرت نے اپنے آپ کو اِن سب سے اپنے بیان کے موافق آلٰہی ہدایت پاکر برطرف رکھا اور ان سب سے الگ سکونت اختیار کی۔ نیز آپ نے اُس مقام پر ایک مسجد تعمیر کرائی جس سے مدینہ اسلام کا مرکز بن گیا اور پھر اس سے مناسب وقت پر بہت سے ملکی اور معرکہ آرائی کے احکام نافذ ہوئے +

اس وقت مسلمانوں کی جماعت میں دو قسم کے لوگ شامل تھے۔ اول وہ جو کہ محمد صاحب کے ساتھ مکہ سے ہجرت کر کے آئے اور مہاجرین کہلاتے تھے دوم اہلِ مدینہ میں سے وہ لوگ جنہوں نے اسلام قبول کر لیا اور انصار یا مددگار کہلاتے تھے +

بعض یہہ بھی کہتے ہیں کہ سورۂ نحل[۱] میں ان مہاجرین کا بیان پایا جاتا ہی چنانچہ پانچویں رکوع میں مرقوم ہی کہ وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا فِی اللّٰهِ مِنْ بَعْدِ مَا ظُلِمُوْا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً ۚ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ اَكْبَرُ ۘ لَوْ كَانُوْا یَعْلَمُوْنَ ۝ ترجمہ۔ اور جنہوں نے گھر چھوڑا اللہ کیواسطے بعد اس کے کہ ظلم اُٹھایا۔ البتہ اُن کو ٹھکانا دینگے ہم دنیا میں اچھا اور ثواب آخرت کا تو بہت بڑا ہی اگر اُن کو معلوم ہوتا ۔

پھر چودھویں رکوع میں مسطور ہی کہ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوْا مِنْ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ یعنے یوں ہی کہ تیرا رب اُن لوگوں پر کہ وطن چھوڑا ہی بعد اس کے کہ بچلائے گئے۔ پھر لڑتے رہے اور ٹھہرے رہے تیرا رب ان باتوں کے بعد

---

[۱] یہہ سورت بہرکیف آخری زمانہ کی مکی سورتوں میں سے ہی۔ اگر یہہ حوالہ درست ہی تو ضرور یہہ آیات اس میں ہجرت کے بعد ایزاد کی گئی ہیں۔ جو اس میں متفق نہیں ہیں وہ کہتے ہیں کہ یہہ حوالہ اُن لوگوں کی طرف ہی جو حبشستان کی طرف چلے گئے تھے۔ مفسر حسین کہتا ہی کہ تینتالیسویں آیت میں انہیں لوگوں کا ذکر ہی جو حبش کی طرف چلے گئے تھے پر اچھے ٹھکانے سے مدینہ منوّرہ مراد ہی اور ایک سو گیارھویں آیت میں جس مہاجرت کا ذکر ہی وہ وہی ہی جو مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ کی طرف تھی چنانچہ لکھا ہی کہ لِلَّذِیْنَ هَاجَرُوا مر آنانرا کہ ہجرت کردند بسوئے مدینہ ۔ اس سورت میں چند اور آیات بھی مثلاً ۱۱۵ و ۱۱۷ اور ۱۱۹ اصریحاً ایسی ہیں جو کہ مدینہ میں نازل ہوئیں۔ سورۂ انفال کی تہترویں آیت میں مہاجرین کے ان برادرانہ حقوق کا ذکر پایا جاتا ہی لیکن اب اس قسم کے رشتہ کی کچھہ ضرورت نہ تھی چنانچہ چھہترویں آیت میں ایسے حقوق منسوخ کئے گئے اور بمقابلہ مہاجرین اور انصاریوں کے حقیقی رشتہ داروں کو ترجیح دی گئی۔ اس آیت کے بارہ میں مفسر حسین یوں کہتا ہی کہ این آیت ناسخ توارثِ آن جماعت است کہ بسببِ ہجرت و نصرت میراث میگیرند ۔

بخشنے والا ہی مہربان + چونکہ مدینہ کی آب وہوائے مہاجرین مکہ کے ساتھہ موافقت نہ کی
اور وہ شب و روز اپنے وطن اور زادبوم کی آب وہوا کے ازبس خواہشمند تھے
اِس لئے یہہ نہایت ضروری معلوم ہوا کہ اُن کا انصاریوں یعنے مومنین مدینہ سے
زیادہ قرابت اور یگانگت کا رشتہ استوار کرکے اُن کو وہاں بود و باش کرنے کی ترغیب
وتحریص دلائی جاوے۔ چنانچہ اُن میں ایک برادرانہ دعوت یا ضیافت قائم کی گئی
اور اس برادرانہ یگانگت کے رشتہ میں دونوں طرف سے پچاس پچاس آدمی شامل
ہوئے۔ یہہ رشتہ یہانتک استوار تھا کہ اگر ایک فریق کا کوئی آدمی مرجاتا تھا تو
دوسرے فریق سے جو شخص اُس کا بھائی قرار دیا گیا تھا متوفی کا وارث ہوتا تھا۔
عرصہ ڈیرھہ سال کے لئے یہی دستور رہا لیکن بعد میں جب اس دستور کی ضرورت
نہ رہی تو پھر عام اور معمولی دستور توارث پر عمل درآمد ہونا شروع ہو گیا[1] +

بعد ازاں مسلمانوں میں ایک عہد وپیمان ہوا جس میں اُن کی حفاظت اور
انتقام کو ملحوظ رکھا گیا۔ اس عہد وپیمان میں جنگی مقاصد کے لئے یہودیوں کو بھی شامل
کیا گیا۔ اس سے غرض عامہ یہہ تھی کہ وہ ایک دوسرے کی حمایت کریں۔ اگر
ایک مسلمان کسی دوسرے مسلمان کو قتل کرتا تو اُس پر قصاص لازم تھا اور اُس
سے انتقام لیا جاتا تھا۔ نیز اس سے یہہ بھی غرض تھی کہ مصارف جنگ کے وہ
خود متحمل ہوں۔ مدینہ کو مقدس اور غیر مسخر قرار دیں اور جو لوگ اُن کی زیر حفاظت ہوں

---

[1] ابن اسحاق اور روضۃ الاحباب میں سے جو کچھہ کبلی صاحب نے کتاب مسمی محمد اور محمدیت کے صفحہ
۳۲۵ میں اقتباس کیا ہی اسکا معہ مندرجہ بالا حاشیہ کے ملاحظہ کیجئے +

اُن کے لئے حقوق حاصل کریں اور ہر طرح کے جھگڑے قضیہ میں نبی کے فیصلہ پر اکتفا کریں۔ یہودیوں کو اپنے مذہب کی پیروی کرنے اور اُس پر قائم رہنے کی اجازت تھی پر وہ محمد صاحب کی اجازت کے بغیر لڑائی میں شریک نہیں ہو سکتے تھے۔ اس طرح آنحضرت شروع ہی میں تمام دینی ملکی اور فوجی امور میں حاکم بن بیٹھے اور جہاد و محاربہ میں یہودیوں سے مدد لیتے رہے۔ اس عرصہ میں ان کے درمیان صلح و ملاپ کو قایم کرنے کے لئے محمد صاحب نے حتی المقدور بہت کوشش کی۔ جب قبیلہ بنی نجار کا سردار مر گیا تو یہودیوں نے آنحضرت سے درخواست کی کہ اُن کے لئے کوئی اُس کا جانشین مقرر کرے آپ نے فرمایا کہ بلحاظ رشتۂ اناث تم میرے چچے ہو۔ میں تم ہی میں سے ہوں مجھ کو اپنا سردار جانو۔ عین انہی ایام میں جبکہ آپ کو مدینہ میں اس قدر عروج حاصل تھا یہہ مشہور آیت نازل ہوئی کہ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنے دین میں زبردستی نہیں ہے[۱] + اس آیت میں خواہ منکرین کے سلوک کی طرف

---

[۱] اگرچہ سورۂ بقر کی ۲۵۷ آیت میں لکھا ہے لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ تاہم ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہہ آیت صرف ظاہری آزادی کی صورت رکھتی ہے پر فی الحقیقت یوں ہی نہیں ہے۔ اس سے محض یہودی عیسائی مجوس اور صابئین مراد ہیں اور وہ بھی اس حالت میں کہ مطیع ہوں اور جزیہ ادا کریں۔ اہل عرب کے منکرین کے حق میں یہہ آیت آیت قتال سے منسوخ ہو گئی۔ چنانچہ سورۂ بقر کی ۲۴۴ آیت میں مرقوم ہے کہ جب تک اسلام کو قبول نہ کریں واجب القتل ہیں۔ مفسر حسین کہتا ہے کہ اکراہ نباید کرد ہیچ کس را از یہود و نصاریٰ و مجوس و صابیان بر آوردنِ اسلام بشرطِ قبولِ جزیہ۔ گفتہ اند کہ حکم این آیت بآیت۔ قتال منسوخست از تمام قبایلِ عرب جز دین اسلام قبول نبود اما با دیگران قتال باید کرد تا مسلمان شوند۔ جلد اول صفحہ ۴۸ +

پھر خلاصۃ التفاسیر میں یوں مندرج ہے کہ جہاد و قتال اس لئے نہیں ہے کہ خواہ مخواہ لوگ مسلمان

اشارہ ہو خواہ مدینہ کے یہودیوں کی طرف لیکن اس میں ذرا بھی شک نہیں ہو کہ یہہ اُسی وقت کہا گیا تھا جبکہ آپ نے ابھی اس شہر میں رہائش اختیار کی ہی تھی۔ یہہ بات ناممکن ہو کہ یہہ آیت جنگ بدر کے بعد سُنائی گئی ہو جبکہ اس کی عملی طور پر کامل تنسیخ ہو چکی تھی +

اس وقت مدینہ میں جو حالت تھی اس کا مورخ ابن اسحاق یوں بیان کرتا ہو کہ جب محمد صاحب نے مدینہ میں امن کی جگہ حاصل کر لی اور مہاجرین نے تقویت کی اور انصاریوں کے معاملات کا بخوبی انفصال ہو گیا تو اسلام کی نہایت استحکام کے ساتھ بنیاد پڑ گئی۔ صوم و صلوٰۃ کو علانیہ ادا کرنے لگے۔ غربا کے لئے خیرات کے انتظام کئے گئے۔ مجرموں کو سزائیں ملنے لگیں۔ حرام و حلال کا فیصلہ ہو گیا اور اسلام نے خصوصاً انصاریوں میں بہت زور پکڑا۔ فی الحقیقت اس وقت مدینہ میں اسلامی طاقت کو سب پر فوق حاصل تھا۔ تمام مسلمان ہر امر میں مطیع و منقاد تھے اور جو لوگ تاحال اس سے برطرف و برکنار تھے اب اُن پر بھی بہت کچھ اثر ہونے لگا +

اس مقام پر یہہ بات بھی قابل ذکر ہو کہ جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا وہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۱۔ بنائے جائیں بلکہ اسلام نہ لائیں تو مطیع بنیں +

پھر یوں لکھا ہو کہ کافر اسیر یا مرتد کا قتل کرنا بطور سزا دہی کے ہو (دیکھو جلد اول صفحہ ۲۰۲) +

ایک طرح سے ایسا معلوم ہوتا ہو کہ یہہ آیت دینی آزادی کی تعلیم دیتی ہو یا آزادانہ طور پر اپنے خیالات کو بیان کرنیکی اجازت دیتی ہو لیکن اس کا حاصل اسکے سوا اور کچھ نہیں کہ چند قومیں جزیہ ادا کرنے اور اُنکی مذہب کی مجوزہ شرائط کے نگاہ رکھنے سے قتل کی سزا سے مخلصی حاصل کر سکیں +

سب کے سب سچے اور حقیقی ایماندار نہ تھے۔ ظاہراً تو قدیمی حقد وحسد کو سب فراموش کر بیٹھے تھے پر دراصل یہہ معاملہ یوں نہ تھا۔ بہت سے نامی مسلمان پرانی عداوتوں کی یادگار سے اثرپذیر تھے۔ اگرچہ کسی طرح کی صوری مخالفت نظر نہ آتی تھی تو بھی اُن کے درمیان طرح طرح کے شکوک اور ہزارہا قسم کی بدگمانیاں تھیں۔ ابن اسحاق اُنکا یوں بیان کرتا ہی کہ وہ اپنے باپ دادوں کی بُت پرستی سے کچھ دور نہ تھے اور دین اسلام کے وہ دل سے مطلق قائل نہ تھے پر چونکہ زیادہ تر لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تھا اِسلئے وہ غلبۂ اسلام سے مغلوب ہوکر اسلامی جماعت میں شامل ہو گئے تھے۔ اُنہوں نے دین اِسلام محض اپنے بچاؤ کی ایک سبیل سمجھا تھا لیکن دلوں میں وہ لوگ اخلاص سے کوسوں دور اور آنحضرت کی تردید میں یہودیوں کے معاون ومددگار تھے۔ اس طرح شروع میں زبردستی ہوتی تھی اور لوگ اسلام قبول کرنیکو موت سے بچنے کا ایک ذریعہ سمجھتے تھے۔ ایسے لوگ منافقین یا ریاکار کہلاتے تھے اور ایک عرصہ تک حتی الامکان مخالفت کرتے رہے۔

پھر چند سال بعد محمد صاحب کی طاقت بڑھ گئی اُس وقت آپ نے علانیہ اُن کی تردید وتوہین شروع کردی۔ سورۂ منافقون میں جس کا نازل ہونا ۶ ہجری میں بیان کیا جاتا ہی اُنکے حق میں محمد صاحب کا آخری فتویٰ یوں مندرج ہی[۱]۔ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَكٰذِبُوْنَ ۚ اِتَّخَذُوْٓا

[۱] سورۂ منافقون کی پہلی دوسری۔ ساتویں اور آٹھویں آیات

اَیْمَانَھُمْ جُنَّۃً فَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ اِنَّھُمْ سَآءَ مَا کَانُوْا یَعْمَلُوْنَ ○ ھُمُ الَّذِیْنَ یَقُوْلُوْنَ لَا تُنْفِقُوْا عَلٰی مَنْ عِنْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ حَتّٰی یَنْفَضُّوْا وَلِلّٰہِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَھُوْنَ ○ یَقُوْلُوْنَ لَئِنْ رَّجَعْنَآ اِلَی الْمَدِیْنَۃِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْھَا الْاَذَلَّ وَلِلّٰہِ الْعِزَّۃُ وَ لِرَسُوْلِہٖ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ ترجمہ۔ جب آویں تیرے پاس منافق۔ کہیں ہم قائل ہیں تو رسول ہی اللہ کا اور اللہ جانتا ہی کہ تو اُس کا رسول ہی۔ اور اللہ گواہی دیتا ہی کہ یہہ منافق جھوٹے ہیں۔ اُنہوں نے رکھی ہیں اپنی قسمیں ڈھال بنا کر۔ پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے۔ یہہ لوگ جو کرتے ہیں بُرے کام ہیں۔ وہی ہیں جو کہتے ہیں مت خرچ کرو اُن پر جو پاس رہتے ہیں رسول اللہ کے۔ جب تک کہ کھنڈ جاویں۔ اور اللہ کے ہیں خزانے آسمانوں کے اور زمین کے لیکن منافق نہیں بوجھتے۔ کہتے ہیں البتہ اگر ہم پھر گئے مدینہ کو تو نکال دیگا جس کا زور ہی وہاں سے بے قدر لوگوں کو۔ اور زور اللہ کا ہی اور اُس کے رسول کا اور مومنین کا لیکن منافق نہیں سمجھتے ◆

مدینہ میں یہودی لوگوں کی ایک بڑی بھاری اور سر کردہ جماعت تھی اور ابتدا میں محمد صاحب کی اُن پر بڑی امیدیں تھیں۔ اس کا سبب یہہ تھا کہ وہ لوگ الہام و وحی کے باب میں بہت کچھہ واقفیت رکھتے تھے۔ محمد صاحب نے بیان کیا ہی کہ اسلام یہودی اور مسیحی دین سب کے سب اپنی اصلیت میں ایک ہی اصل یعنی کتب سماوی پر مبنی ہیں۔ اس سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت کو یہہ امید تھی کہ

یہودی لوگ اسلام کو من جانب اللہ قبول وتسلیم کرینگے اور کم از کم آنحضرت کو اہل عرب کے لئے رسول من اللہ مان لینگے۔ جیسا اوپر ذکر ہو چکا ہی آپ نے اُن کے لئے بعض حقوق قایم رکھے اور اُن کے ساتھہ آپ کا ایسا سلوک تھا جیسا اُن لوگوں کے ساتھہ ہوتا ہی جنسے باہمی عہد وپیمان ہو۔ علاوہ ازیں دینی امور میں آپنے یہودیوں کو بہت سی باتوں میں آزاد اور مطلق العنان چھوڑا ہوا تھا۔ نولدیکی صاحب[۱] فرماتے ہیں کہ سورۂ عنکبوت کے پانچویں رکوع میں جو کہ مکی سورتوں میں آخری زمانہ کی خیال کی جاتی ہی اسی وقت کا ذکر پایا جاتا ہی کیونکہ اس میں یوں مرقوم ہی کہ وَلَا تُجَادِلُوٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ[۲]

---

[۱] دیکھو نولدیکی صاحب کا گشتحی درس قرآن صفحہ ۱۱۶

[۲] اس آیت سے کہ لَا تُجَادِلُوٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ اِلَّا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ۔ مفسرین اسلام بہت گھبراہٹ میں ہیں حسین بیان کرتا ہی کہ اس سے وہ لوگ مراد ہیں جن کے ساتھہ محمد صاحب نے عہد وپیمان کیا تھا یعنے وہ لوگ جو کہ اسلام سے معاہدہ رکھتے تھے اور جزیہ دیتے تھے یعنی ضمی تھے چنانچہ حسین کے یہہ الفاظ ہیں کہ "یا اَهْلَ الْكِتٰبِ" یعنے کسانیکہ در عہد شما اند باجزیہ قبول کردہ اند+ بعض عربی مفسرین کا خیال ہی کہ اس آیت کے یہہ معنے نہیں کہ اہل کتاب سے نرمی کی جاوے بلکہ اُن سے خائف ہو کر ایسا فرمایا تھا۔ چنانچہ لکھا ہی کہ کَانَ اَهْلُ الْكِتٰبِ یَقْرَءُوْنَ التَّوْرَاةَ بِالْعِبْرَانِیَّةِ وَیُفَسِّرُوْنَهَا بِالْعَرَبِیَّةِ لِاَهْلِ الْاِسْلَامِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلعم لَا تُصَدِّقُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ وَلَا تُكَذِّبُوْهُمْ وَقُوْلُوْا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَا اُنْزِلَ یعنے اہل کتاب (یہودی) عبرانی زبان میں توراۃ کو پڑھتے ہیں اور اہل اسلام کے لئے عربی زبان میں اُس کی تفسیر کرتے ہیں پس پیغمبر نے فرمایا کہ اہل کتاب کو جھوٹا یا سچا کچھہ نہ کہو اور صرف یہہ کہو کہ ہم ایمان لاتے ہیں ساتھہ اللہ کے اور ساتھہ اُس

یعنے اور جھگڑا نہ کرو کتاب والوں سے مگر اس طرح پر جو بہتر ہو۔ مگر جو اُن میں بے انصاف ہیں۔ یہہ بات یوں ہی ہو یا نہ ہو پر اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اس وقت محمد صاحب اہلِ یہود سے دوستی پیدا کرنے کے لئے بہت ہی فکرمند تھے اور کئی طرح سے آپنے اُن کو اپنا طرفدار اور حامی بنانے کی کوشش کی۔ چنانچہ جس طرح یہودی لوگ یروسلم کی طرف مُنہہ کرکے نماز پڑھتے تھے آپ نے بھی اُنہیں کی طرح یروسلم کی طرف مُنہہ کرکے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۵۔ چیز کے جس کو اُس نے نازل فرمایا۔

فقال یا محمد هل تتکلم هذه الجنازة فقال رسول الله صلعم احدثکم اهل الکتب فلا تصدقوهم ولا تکذبوهم ولکن قولوا امنا بالله وملائکته وکتبه ورسله فان کان باطلاً لم تصدقوهم وان کان حقاً لم تکذبوهم ۔ پھر یوں مذکور ہی کہ ایک مرتبہ ایک یہودی جو ہی کہ مُردہ کے پاس سے گذرا اُس نے محمد صاحب سے کہا کہ ای محمد کیا یہہ مردہ بولتا ہی؟ آپ نے فرمایا کہ اہلِ کتاب سے نہ موافقت رکھو اور نہ مخالفت بلکہ یوں کہ ہم ایمان لاتے ہیں ساتھ اللہ کے اور اُس کے فرشتوں اور اُس کے کلام اور اُس کے رسولوں کے اگر اُن کا کہنا جھوٹ ہی تو تم اُس کو مت مانو اور اگر سچ ہی تو تم نہ جھٹلاؤ اور ایسی جگہ اختیار کرو جو اُن کی موافقت اور مخالفت دونوں سے الگ رکھے۔ دیکھو گائیگر کی کتاب یہودیت اور اسلام کا صفحہ ۱۵ و ۱۶۔

بعض کہتے ہیں کہ سورۂ توبہ کی پانچویں آیت سے اسکی تنسیخ ہوگئی ہی اور سورۂ توبہ سوائے ایک کے قرآن کی ساری سورتوں سے آخر کی ہی اور یہہ اُسوقت نازل ہوئی تھی جبکہ یہودیوں کی مخالفت حد سے گذر گئی تھی چنانچہ سورۂ توبہ کی اس پانچویں آیت میں لکھا ہی کہ فاقتلوا المشرکین حیث وجدتموهم یعنے قتل کرو مشرکوں کو جہاں کہیں تم اُنہیں پاؤ۔ اس آیت کو آیت السیف کہتے ہیں لیکن اس امر کا تحقیق معلوم کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہی کہ جبکہ اس سے بت پرستوں یا مسیحیوں کی طرف جو مشرک خیال کئے جاتے تھے اشارہ ہی تو کیونکر ہوسکتا ہی کہ اس سے خاص کردہ آیت منسوخ ہو جو یہودیوں کے حق میں نازل ہوئی تھی۔

نماز پڑھنی شروع کردی۔ عید کفارہ پر جو کہ یہودی مہینے کی دسویں تاریخ کو ہوتی تھی یہودی لوگ روزہ رکھتے اور قربانیاں گذرانتے تھے۔ محمد صاحب نے بھی اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ وہ بھی ایسا ہی کیا کریں۔ اس طرح آنحضرت نے بہت سے یہودیوں کے لئے اسلام میں داخل ہونا آسان کر دیا۔ ان اشخاص سے آنجناب کو بہت فائدہ پہنچا اور اُن سے آپ نے سلف کی کتب سماوی کی نسبت بہت کچھ سیکھا حتیٰ کہ یقین کرنے لگے کہ اُن کتابوں میں آپ کی آمد و تشریف آوری کی نسبت پیشین گوئیاں مندرج ہیں۔ بارہا ان لوگوں کا حوالہ دیا گیا ہے اور اُن کو آپ اپنی رسالت کے گواہوں کے طور پر پیش کرتے ہیں۔ پر باوجود اس کے اکثر یہودیوں نے آپ کو بمعہ آپ کے دعاوی کے قبول کرنے سے انکار کیا کیونکہ جس نبی کے وہ انتظار میں تھے وہ داؤد کی نسل سے آنیوالا تھا۔ لہذا وہ آپ کے سخت مخالف ہو گئے اور آپ کے دعووں کے مطلق شنوا نہ ہوئے کیونکہ اُن کی کتاب کے مطابق آپ کے حق میں اُن کا یہی فیصلہ ہو سکتا تھا تاہم یہہ بات صاف ظاہر ہو گئی کہ جوں جوں اسلام ترقی کرتا جاویگا دوسرے ادیان و مذاہب کا تنزل لابدی ہوگا۔ اہلِ عرب میں سے بہت سے بت پرست مدینہ سے بھاگ گئے اور ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ اُس حالت میں کئی یہودی معلم اور ربّی محمد صاحب کے سخت دشمن ہو گئے۔ چونکہ خدا نے اہل عرب میں سے اپنے لئے ایک رسول چنا اِس لئے وہ حسد سے بھر گئے پر پھر بھی بعض یہودیوں نے خائف ہو کر محمد صاحب اور اُس کے نئے دین کو قبول کر لیا؟

مورخین اسلام لکھتے ہیں کہ یہہ محض ظاہری طور پر پناہ لینے کے لئے مسلمان

ہوئے تھے پر درحقیقت اُنہوں نے اسلام کو قبول نہیں کیا تھا بلکہ ریاکار اور منافق تھے اِسی طرح نہ صرف ان لوگوں میں سے جو اہل عرب سے مسلمان ہوئے تھے بلکہ ان میں بھی جنہوں نے اہلِ یہود سے اسلام قبول کیا تھا منافق تھے۔ یہودیوں کی دشمنی اور مخالفت آنحضرت کے حق میں ایسی ہی مضر اور خطرناک تھی جیسی بت پرستوں کی۔ کیونکہ مقدم الذکر یعنے اہل یہود آپ کو صرف لڑائی اور ملکی معاملات میں ہی نقصان نہیں پہنچاتے تھے بلکہ اُنہوں نے اسلام کی سخت نکتہ چینی اور طعن و تشنیع کے جاںدوز تیروں سے بھی حضرت کا ناک میں دم کر رکھا تھا[۱] +

اب محمد صاحب نے قوم یہود کو مجموعی طور پر اپنا طرفدار بنانے سے مایوس ہو کر اُن سے یوں سلوک کرنا شروع کیا کہ اُن کو بے ایمان اور بددیانت کہنے لگے اور اُن پر یہہ الزام بھی لگایا کہ وہ آلہی نوشتوں کو تبدیل و تحریف کرتے ہیں +

سورۂ انعام زمانۂ اخیر کی مکی سورتوں میں سے ہی پر صاف معلوم ہوتا ہی کہ اکانوئیں[۹۱] آیت ضرور بالضرور مدینہ میں اضافہ کی گئی ہی۔ چنانچہ اس آیت میں یوں مسطور ہی کہ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِیْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰی نُوْرًا وَّهُدًی لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِیْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِیْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِیْ خَوْضِهِمْ یَلْعَبُوْنَ ۝ یعنے پوچھ تو کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لایا روشنی اور ہدایت لوگوں کے واسطے جس کو تم نے ورق ورق کرکے دکھایا۔ اور بہت چھپا رکھا۔ اور تم کو اُس میں سکھایا جو نہ جانتے

---

[۱] دیکھو نولدیکی صاحب کا گشختی دس قرآن صفحہ ۱۲۵ +

تھے تم اور نہ تمہارے باپ دادے۔ کہ اللہ نے اُتاری پھر چھوڑ دے اُن کو اپنی بہک میں کھیل کریں +

اس مندرجہ بالا آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ محمد صاحب نے اُن کے کاغذوں پر لکھنے کے باعث اُن پر توریت کی تحریف کا الزام نہیں لگایا بلکہ اُن پر آنحضرت نے جو الزام لگایا وہ یہہ تھا کہ وہ توراۃ کے بعض حصص کو اس غرض سے چھپا رکھتے تھے کہ کسی طرح آپ کے دعوی[۱] کے تحت میں نہ آویں۔ پھر سورۂ بقر میں جو کہ سنہ ۲ ہجری[۲] میں مدینہ میں نازل ہوئی تھی یہودیوں کے برخلاف کئی مرتبہ وحی نازل ہوئی۔ اگرچہ اس امر کی نسبت طول طویل تشریح کی گنجائش نہیں تاہم سورۂ بقر اور بعض اور سورتوں کے چند مقامات سے مختصر حوالہ جات پیش کرنے سے یہہ معاملہ صاف ہو جائیگا۔ چنانچہ سورۂ بقر کے پانچویں رکوع میں یوں مرقوم ہی کہ يٰبَنِيٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ٥ وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا

---

[۱] راڈویل صاحب فرماتے ہیں کہ محمد صاحب نے یہود و نصاریٰ پر پاک نوشتوں کی تحریف کا الزام نہیں لگایا بلکہ اُس نے یوں کہا کہ یہہ لوگ کلام اللہ کی تفسیریں غلط کرتے ہیں تاکہ مجھ کو جھٹلاویں اور میرے دعاوی کو قبول نہ کریں۔ محمد صاحب کے تمام اقوال اور فتوے جو کہ یہود و نصاریٰ اور اُن کی کتابوں کے حق میں ہیں اُن سے یہی معلوم ہوتا ہی کہ جہانتک اسکو اُن کی نسبت علم تھا وہ اُنکو صحیح اور درست قرار دیتا ہی۔ دیکھو راڈویل صاحب کا قرآن ۴۳۴ +

[۲] اس سورت کے بہت سے حصے مکی ہیں اور خصوصاً نفس مضمون سے پتہ لگتا ہی کہ اُنیسویں آیت سے لیکر سینتیسویں آیت تک ایام مکہ سے تعلق رکھتی ہی کیونکہ اُنیسویں آیت میں الفاظ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ یعنے ای لوگو

اَوَّلَ کَافِرٍۢ بِہٖ ۖ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا ۫ وَّاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ ۝ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَکْتُمُوا الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ یعنے ای بنی اسرائیل یاد کرو میرا احسان جو مینے کیا تم پر اور پورا کرو قرار میرا انو میں پورا کروں قرار تمہارا اور میرا ہی ڈر رکھو۔ اور مانو جو کچھہ مینے اُتارا سچ بتاتا تمہارے پاس والے کو۔ اور مت ہو تم پہلے منکر اُس کے اور نہ لو میری آیتوں پر مول تھوڑا اور مجھہ ہی سے بچتے رہو اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور یہہ کہ چھپاؤ سچ کو جانکر ؛

سورہ بقر میں خدائے تعالیٰ کے اُن احسانات کا بیان جو اُس نے بنی اسرائیل پر موسیٰ کی معرفت اور بیابان میں کئے نہایت طوالت کے ساتھہ مندرج ہی چنانچہ اُنسٹھویں آیت میں جسپر اکثر بہت کچھہ مناظرہ و مباحثہ ہوتا ہی یوں لکھا ہی کہ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ ہَادُوْا وَالنَّصٰرٰی وَالصّٰبِئِیْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَہُمْ اَجْرُہُمْ عِنْدَ رَبِّہِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَیْہِمْ وَلَا ہُمْ یَحْزَنُوْنَ ۝ یعنے یوں ہی کہ جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہود ہوئے اور نصاریٰ اور صابئین[1] جو کوئی یقین لایا اللہ پر اور پچھلے دن پر

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹۹۔ پائے جاتے ہیں اور اہل مدینہ کے حق میں آپ ان الفاظ کو استعمال نہیں کیا کرتے تھے بلکہ ان کو یٰاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا یعنے ای ایمان لانیوالو کہکر پکارا کرتے تھے +

[1] صابئین کی نسبت مفسرین کا عموماً یہہ خیال ہی کہ یہہ ایک ایسی جماعت تھی جسکے مذہب میں یہودیت اور مسیحیت دونوں مذہبونکی باتیں ملی ہوئی تھیں۔ وہ ایک واحد خدا کی پرستش کرتے تھے (اگرچہ بعض کی رائے اس امر میں اتفاق نہیں کرتی) زبوروں کی تلاوت کرتے اور مکہ کی طرف منہہ کرکے نماز ادا کرتے تھے اور فرشتوں کو بھی پوجتے تھے۔ اس ساری آیت کا اصل مطلب اور لُب لُباب یوں

اور کام کیا نیک تو اُن کو ہی اُن کی مزدوری اپنے رب کے پاس اور نہ اُن کو ڈر ہی اور نہ وے غم کھاویں +

اِس آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ تمام مذاہب یکساں ہیں پر عوام الناس کا خیال یہہ نہیں ہی کیونکہ بعض مفسرین کے نزدیک مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰہِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا کے معنے یہہ ہیں کہ جن لوگوں نے ابتک اسلام کو قبول نہیں کیا وہ اپنی ناراستی سے باز آویں اور اسلام کو قبول کریں۔ اور بعض کہتے ہیں کہ سورۂ آلِ عمران کی اناسیویں آیت سے یہہ آیت منسوخ ہوگئی ہی چنانچہ اس آیت میں یوں مرقوم ہی کہ وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ ج وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ o یعنے اور جو کوئی چاہے سوائے اسلام کی حکم برداری کے اور دین سو اُس سے ہرگز قبول نہ ہوگا۔ اور وہ آخرت میں خراب ہی +

جو یہودی مسلمان ہو گئے تھے اُن میں سے بعض کی ریاکاری اور نفاق کا بیان سورۂ بقر کی اکہترویں آیت سے چھہترویں آیت تک یوں مندرج ہی کہ وَاِذَا لَقُوا الَّذِیْنَ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۰۔ بیان کیا جاتا ہی کہ کوئی مسلمان یا کتابی یا غیر کتابی جب ایمان لائے اچھے کام کئے اُسے خوف نہیں + دیکھو خلاصۃ التفاسیر جلد اوّل صفحہ ۴۰ + راڈویل صاحب کے قرآن صفحہ ۴۳، ۴۴ میں یوں مندرج ہی کہ صابئین سے وہ مسیحی مراد ہیں جو یحیی کے شاگرد تھے۔ صابئین کے حالات مفصل طور پر دریافت کرنے کے لئے ایس۔ لین پول کی کتاب المطالعہ فی المسجد کو ۲۵۲ سے ۲۸۸ صفحہ تک مطالعہ فرمائے +

علمائے اسلام کہتے ہیں کہ اس آیت نے اُن دینوں کو منسوخ کر دیا جو گذر گئے یا پیدا کئے جائیں + خلاصۃ التفاسیر جلد اول کے صفحہ ۱۲۷ کو ملاحظہ کیجئے +

اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚۖ وَاِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ اِلٰى بَعْضٍ قَالُوْٓا اَتُحَدِّثُوْنَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَآجُّوْكُمْ بِهٖ عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۝ وَمِنْهُمْ اُمِّيُّوْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ الْكِتٰبَ اِلَّآ اَمَانِىَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَظُنُّوْنَ ۝ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۝ وَقَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝ یعنے اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے کہتے ہیں ہم مسلمان ہوئے۔ اور جب اکیلے ہوتے ہیں ایک دوسرے پاس کہتے ہیں کہ تم کیوں کہد یتے ہو اُن سے جو کھولا ہی اللہ نے تم پر کہ جھٹلاویں تم کو اسی سے تمہارے رب کے آگے کیا تم کو عقل نہیں ؟ کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ کو معلوم ہی جو چھپاتے ہیں اور جو کھولتے ہیں ؟ اور ایک اُن میں اَن پڑھ ہیں۔ نہیں خبر رکھتے کتاب[1] کی مگر باندھ لی اپنی آرزوئیں اور اُن پاس نہیں مگر اپنے خیال۔ سو خرابی ہی اُن کی جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہتے ہیں یہہ اللہ کے پاس سے ہی کہ مول لیویں اس پر مول تھوڑا۔ سو خرابی ہی اُن کو اپنے ہاتھ کے لکھے سے اور خرابی ہی اُن کو اپنی کمائی سے۔ اور کہتے ہیں ہم کو آگ نہ لگیگی مگر کئی دن گنتی کے۔ تو کہہ کیا لے چکے

[1] توراتِ شریف +

ہو اللہ کے یہاں سے قرار۔ تو البتہ خلاف نہ کریگا اللہ اپنا قرار۔ یا جوڑتے ہو اللہ پر جو معلوم نہیں رکھتے۔ کیوں نہیں جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا اُس کو اُس کے گُناہ نے سو وہی ہیں لوگ دوزخ کے۔ وہ اُسی میں رہ پڑے۔

جو لوگ اِس بات پر جمے اور کہتے رہے کہ پاک نوشتوں میں محمد صاحب کے حق میں کچھ بھی درج نہیں ہو اُن کے حق میں آپ نے اِسی سورت میں ذرا آگے چلکر یوں فرمایا کہ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ ؕ یعنے کیا مانتے ہو تھوڑی کتاب اور منکر ہوتے ہو تھوڑی سے پھر کچھ سزا نہیں اسکی جو کوئی تم میں یہہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جاویں سخت سے سخت عذاب میں۔

جب اُنہوں نے قرآن کو من جانب اللہ قبول نہ کیا تو اُن کی ضد سے تنگ آکر آپ نے سورہ بقر کے گیارھویں رکوع میں یوں عتاب فرمایا فَلَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ یعنے لعنت ہے اللہ کی منکروں پر۔ پھر اسی رکوع میں فرمایا کہ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ یعنے برے مول خرید کیا اپنی جان کو کہ منکر ہوئے اللہ کے اُتارے کلام سے اس ضد پر کہ اُتارے اللہ اپنے فضل سے جسپر چاہے اپنے بندوں میں سے سو کما

لائے غصہ پر غصہ[۱] +

پھر سورہ بقر کے سولھویں رکوع میں اُس وعدہ کا ذکر ہی جو خدا نے محمد سے روگردان ہونیوالوں کی مخالفت کے مقابلہ میں آپ کی حفاظت کے بارہ میں کیا تھا چنانچہ لکھا ہی کہ فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝ یعنے پس اگر وہ بھی یقین لاویں جس طرح تم یقین لائے تو راہ پاویں اور اگر پھر جاویں تو وہی ہیں ضد پر سو اب کفایت ہی تیری طرف سے اُن کو اللہ اور وہی ہی سُنتا جانتا۔ پھر اسی رکوع میں اُن پر یہی الزام لگایا گیا ہی کہ پاک نوشتوں میں آنحضرت کی آمد کی نسبت جو کچھ درج تھا اُسکو اُنہوں نے درج نہیں کیا بلکہ اُسکو پوشیدہ رکھتے تھے چنانچہ یوں لکھا ہی کہ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَتَمَ شَهَادَةً عِنْدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ یعنے اور اُس سے ظالم کون جس نے چھپائی گواہی جو تھی اُس پاس اللہ کی + پھر سورۃ البینہ جس کو ترتیب کے لحاظ سے سورہ بقر کے بعد کی سمجھنا چاہیئے اس کی پہلی تین آیات میں یوں مذکور ہی کہ لَمْ يَكُنِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَالْمُشْرِكِيْنَ مُنْفَكِّيْنَ حَتّٰى تَاْتِيَهُمُ

[۱] غَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ کے بیان میں مفسر مجاہد کا قول ہی کہ پہلا غضب اُن پر ہی جنہوں نے توریت شریف کو رد کیا اور دوسرا غضب اُنپر جو محمد صاحب کی رسالت پر ایمان نہ لائے خلاصۃ التفاسیر جلد اول کا صفحہ نمبر ۱۵ مطالعہ کیجیے +

مفسر حسین فرماتے ہیں کہ اول غضب اُن پر ہی جنہوں نے مسیح اور انا جیل کو قبول نہیں کیا اور دوسرا اُن پر جو حضرت محمد اور قرآن کو من جانب اللہ جانکر ایمان نہ لائے تفسیر حسینی جلد اول کا صفحہ نمبر ۱۶ ملاحظہ کیجیے +

اَلْبَیِّنَۃُ ۙ رَسُوْلٌ مِّنَ اللّٰہِ یَتْلُوْا صُحُفًا مُّطَھَّرَۃً ۙ فِیْھَا کُتُبٌ قَیِّمَۃٌ ؕ
وَمَا تَفَرَّقَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْھُمُ الْبَیِّنَۃُ ؕ
یعنے نہ تھے وہ لوگ جو منکر ہیں کتاب والے اور شرک والے باز آنے جب تک کہ پہنچی اُنکو
کُھلی بات ایک رسول کا پڑھنا ورق پاک اس میں لکھیں کتابیں مضبوط اور پھوٹے وہ جنکو
ملی ہی کتاب۔ سو جب آچکی اُن کو کُھلی بات[۱]۔

پھر سورۂ آلِ عمران کے آٹھویں رکوع میں اسی خیال کے مطابق الزام لگایا گیا ہی
چنانچہ یوں مرقوم ہی کہ وَاِنَّ مِنْھُمْ لَفَرِیْقًا یَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَھُمْ بِالْکِتٰبِ لِتَحْسَبُوْہُ
مِنَ الْکِتٰبِ وَمَا ھُوَ مِنَ الْکِتٰبِ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ وَمَا
ھُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰہِ ۚ وَیَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ وَھُمْ یَعْلَمُوْنَ ۝ یعنے اور
اُن میں سے ایک لوگ ہیں کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب کہ تم جانو وہ کتاب میں ہی اور وہ
نہیں کتاب میں اور کہتے ہیں وہ اللہ کا کہا ہی۔ اور وہ نہیں اللہ کا کہا اور اللہ پر جھوٹ بولتے
ہیں جانکر۔

پھر سب سے آخری سورت یعنے سورۃ المائدہ کے تیسرے رکوع میں یوں مسطور ہی
کہ یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِہٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُکِّرُوْا بِہٖ ۚ یعنے بدلتے

---

[۱] اکثر مفسرین اسکا یوں بیان کرتے ہیں کہ وہ لوگ محمد صاحب کی تشریف آوری سے پہلے ایک نبی کی
آمد کے منتظر تھے کہ جب وہ آوے تو اُسکی تقلید و پیروی کریں پر جب آنحضرت آئے تو بعضوں نے مان لیا
اور بعض منکر ہو گئے چنانچہ تفسیر جلالی اور حسینی میں یوں لکھا ہی کہ پیش از بعثتِ آنحضرت ہمہ مجتمع بودند
بر تصدیق وے و بعد ازانکہ مبعوث شد مختلف شدند۔ بعضے گرویدند بوے و برخے کافر
شدند۔

ہیں کلام کو اپنے ٹھکانے سے اور بھول گئے ایک فائدہ لینا اُس نصیحت سے جو اُن کو کی تھی۔
نیز مرقوم ہے یٰٓاَھْلَ الْکِتٰبِ قَدْ جَآءَکُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَکُمْ کَثِیْرًا مِّمَّا کُنْتُمْ
تُخْفُوْنَ مِنَ الْکِتٰبِ وَیَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ۥ قَدْ جَآءَکُمْ مِّنَ اللّٰہِ نُوْرٌ وَّکِتٰبٌ
مُّبِیْنٌ ۙ یَّھْدِیْ بِہِ اللّٰہُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَہٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُھُمْ
مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِہٖ وَیَھْدِیْھِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ یعنے اے
کتاب والو آیا ہے تم پاس رسول ہمارا کھولتا ہے تم پر بہت چیزیں جو تم چھپاتے تھے کتاب کی
اور درگذر کرتا ہے بہت چیزوں سے تم پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب
بیان کرتی جس سے اللہ راہ پر لاتا ہے جو کوئی تابع ہو اُس کی رضا کا بچاؤ کی راہ پر اور اُنکو
نکالتا ہے اندھیرے سے روشنی کیطرف اپنے حکم سے اور اُن کو چلاتا ہے سیدھی راہ ۔

اِن مذکورہ بالا آیات میں یہود و نصاریٰ پر جسقدر الزامات لگائے گئے ہیں اُنسے
ہرگز ہرگز یہہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ یہود و نصاریٰ نے پاک نوشتوں میں تحریف و تبدیلات
کئے بلکہ اُن پر صرف یہی الزام لگایا گیا ہے کہ اُنھوں نے توریت و انجیل کی بہت سی باتوں
کو جنہیں محمد صاحب اپنی بشارت کی دلیل گردانتے تھے پوشیدہ رکھا اور ظاہر نہیں

[1] اسجگہ یہہ الزام لگایا گیا ہے کہ یہودی توریت شریف کے اُن حصص اور آیات کو پوشیدہ رکھتے تھے جنمیں
محمد صاحب کی تعریف مندرج تھی اور نصاریٰ اُس پیشینگوئی کو چھپاتے تھے جو مسیح نے اپنے بعد ایک پیغمبر
یعنے آنحضرت کے مِن جانب اللہ آنے کی نسبت کی تھی۔ مِمَّا کُنْتُمْ تَکْتُمُوْنَ کے معنے وہی ہیں جو
کہ یہود و نصاریٰ کے تعلق میں بیان کئے گئے ہیں چنانچہ تفسیر حسینی جلد اول صفحہ نمبر ۱۴۲ میں یوں
مرقوم ہے کہ از انچہ ہستید کہ آنرا پنہاں میداریدمِنَ الْکِتٰبِ چوں نعتِ محمد مصطفیٰ و آیت رجم و از انجیل
چون بشارتِ عیسیٰ بہ احمد۔

کیا۔ اِس میں بھی محض اس امر کی طرف اشارہ تھا کہ توریت و انجیل میں جو کچھ محمد صاحب کے حق میں مندرج تھا اُسکو انہوں نے پوشیدہ رکھا +

اِس امر کا ہرگز ہرگز کوئی ثبوت بیان نہیں کیا گیا کہ توریت و انجیل کی تحریف ہو گئی اور اب وہ حقیقی اور قابل عمل نہیں ہر بلکہ نہایت صفائی اور صراحت سے اس امر کا بیان اسکے برخلاف اور توریت و انجیل کی صحت و درستی پر دال ہر۔ چنانچہ سورۂ المائدہ میں مرقوم ہر کہ اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرَاةَ فِيهَا هُدًى وَّنُوْرٌ یعنے تحقیق نازل کیا ہم نے توریت کو اور اُس میں ہدایت اور نور ہر + اور نیز یہہ کہ قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَيْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرَاةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ [1] یعنے اے کتاب والو تم کچھہ راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو توریت اور انجیل اور جو کچھہ تم کو اترا تمہارے رب سے +

اب مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہر کہ توریت و انجیل پر بھی قرآن کی طرح ایمان لانا اور عمل کرنا ضروری ہر۔ اگر توریت و انجیل کی تحریف و تنسیخ ہو جاتی تو قرآن ہرگز ہرگز اُن کو صحیح اور قابل قبول بیان نہ کرتا۔ درحقیقت ان کتب مقدسہ کی صحت و درستی اور حفاظت من اللہ کی گواہی محمد صاحب خود قرآن سے سورہ مائدہ کے ساتویں رکوع میں یوں پیش کرتے ہیں کہ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ [2] یعنے اور تجھہ پر اتاری ہم نے کتاب تحقیق سچا

[1] قرآن + [2] مفسر حسین نے لفظ مہیمناً کا ترجمہ نگہبان کیا ہر چنانچہ لکھا ہر کہ مُهَيْمِنًا عَلَيْهِ نگاہبانست برکتب کہ محافظت میکند از تضییر + دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ نمبر ۱۴۸۔ اس آیت میں قرآن کی فضیلت تمام کتب آسمانی پر ثابت ہی اسلیئے کہ اسے محافظ امین۔ شاہد۔ امانتدار سب کتابوں کا قرار دیا لیس قرآن جامع

کرتی اگلی کتابوں کو اور سب پر شامل +

پس اب صاف ظاہر ہی کہ توریت وانجیل کی محمد صاحب سے پہلے تحریف نہیں ہوئی کیونکہ قرآن اُن کی تائید کرتا ہی اور اگر از روئے اسلام بھی بہ نظر تعمق دیکھا جاوے تو جب قرآن توریت وانجیل کی حفاظت ونگہبانی کا دعویٰ کرتا ہی تو اُن میں کسی طرح کی تحریف وتخریب کا وقوع میں آنا ہرگز ہرگز ثابت نہیں ہوتا بلکہ ناممکن ہی + جو حامیان اسلام اِس معاملہ میں تلخ گوئی اور لایعنی لن ترانیوں پر اتر پڑتے ہیں وہ ایک طرح سے صاف اقرار کرتے ہیں کہ وہ قرآن سے بالکل ناواقف ہیں اور نہ صرف یہہ بلکہ قرآن کی ازحد بے عزتی اور توہین کا باعث ہوتے ہیں۔ کیونکہ قرآن توراۃ وانجیل کی محافظت کا ذمہ وار ہوتا ہی اور یہہ اُن کی تحریف وتخریب پر زور دیتے ہیں یا یوں کہیں کہ قرآن کی مخالفت اور تکذیب کرتے ہیں +

لہٰذا اگر کتب مقدسہ تحریف ہوگئیں ہیں تو قرآن اپنے فرض کے ادائے کرنے سے قاصر رہا۔ یا یوں کہیں کہ قرآن نے جو کچھہ توریت وانجیل کی حفاظت ونگہبانی کا دعویٰ کیا وہ محض دعویٰ ہی دعویٰ تھا + اصل بات یہہ ہی کہ محمد صاحب کو کتب مقدسہ کی صحت ودرستی کے باب میں کسی طرح کا شک وشبہ نہ تھا۔ لیکن جب آنحضرت نے دیکھا کہ اب یہودیوں سے کچھہ غرض ومطلب نہیں ہی تو مناسب جانا کہ ان کو غیر معتبر قرار دے + یہہ امر نہایت ہی قابل توجہ اور غور کے لائق ہی کہ بائبل شریف کی تحریف

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۷- وشامل ہی اور ہدایت میں کامل۔ خلاصۃ التفاسیر جلد اول کا صفحہ نمبر ۵۲۹ ملاحظہ فرمائیے :-

وتخریب کے باب میں جسقدر آیات قرآن میں پائی جاتی ہیں وہ سب کی سب مدینہ میں
نازل ہوئی تھیں +

جب یہودیوں کو اس طرح زجر و توبیخ کی گئی اور اُن کو اپنے مطالب ومقاصد کے
لئے غیر ضروری سمجھ کر رد کر دیا تو پھر آنحضرت کو اُن کی مطابقت وموافقت کی کچھ ضرورت
نہ معلوم ہوئی چنانچہ آپ نے یروسلم کی جگہ پھر مکہ کو قبلہ قرار دیا اور اس تبدیلی کے
باب میں حسب معمول وحی آسمانی[۱] کو پیش کیا +

اس متذکرہ بالا تبدیلی کی بابت سورہ بقر میں بہت سی آیات نازل ہوئیں اور اُن
میں یوں بیان کیا گیا ہے کہ کعبہ اور حضرت ابراہیم کا دین جنکو اسلام از سر نو زندہ کرنے کا
دعویدار ہے یہودی دین اور یہودیوں کے قبلہ سے بہت بہتر ہے نصاریٰ کی طرف بھی
اِن الفاظ میں کہ ہم نے لیا رنگ اللہ[۲] کا اشارہ کیا گیا ہے اور اس سے یہہ مراد ہے کہ صرف

---

[۱] پہلے جب محمد صاحب نے مکہ کی جگہ یروسلم کو قبلہ مقرر کیا تھا اس تبدیلی کا ذکر قرآن میں نہیں پایا جاتا پر اکثر
خیال کیا جاتا ہے کہ سورہ بقر میں دوسرے سیپارہ کی پہلی آیت میں اسی باب میں یوں لکھا ہے کہ سَیَقُولُ
السُّفَهَاءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ کَانُوْا عَلَیْهَا ط یعنے اب کہینگے بیوقوف
لوگ کاہے پر پھر گئے مسلمان لوگ اپنے قبلہ سے جسپر تھے ؟ اور اسپر مفسر جلال الدین فرماتے ہیں لَمَّا
هَاجَرَ اَمَرَ بِاِسْتِقْبَالِ بَیْتُ الْمَقْدَسِ تالفا لِلْیَهُوْدِ سِتَّة اَوْ سبعة شهرا یعنے جب
محمد صاحب نے ہجرت کی تو اپنے تمام مومنین کو حکم دیا کہ بیت المقدس کی طرف منہہ کرکے نماز ادا
کریں پر یہہ صرف چھہ سات مہینوں کے لئے تھا بعد ازاں پھر کعبہ ہی قبلہ مقرر ہو گیا +

[۲] سورہ بقر میں صرف صِبْغَةَ اللّٰهِ یعنے خدا کا رنگ لکھا ہوا ہے اور سیل صاحب نے لفظ ہم نے لیا زیادہ
کیا ہے راڈویل صاحب لفظ اسلام کی ابتدائی سے لکھتے ہیں کہ خدا کا رنگ یا بپتسمہ اسلام ہے+ پامر صاحب
فرماتے ہیں کہ اسکے معنے خدا کے رنگ کے ہیں اور کپڑا رنگنے سے ماخوذ ہے صبغہ کے معنے بپتسمہ کے نہیں ہیں

اسلام قبول کرنے سے انسان کی حقیقی نئی پیدائش ہوتی ہے۔ چنانچہ قبلہ کی تبدیلی کے متعلق مفصل طور پر دوسرے سیپارہ کے پہلے رکوع میں یوں لکھا ہے کہ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِي كُنْتَ عَلَيْهَا إِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَتَّبِعُ الرَّسُولَ مِمَّنْ يَنْقَلِبُ عَلَى عَقِبَيْهِ وَإِنْ كَانَتْ لَكَبِيرَةً إِلَّا عَلَى الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ ۗ وَمَا كَانَ اللَّهُ لِيُضِيعَ إِيمَانَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوفٌ رَحِيمٌ ۝ قَدْ نَرَىٰ تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِي السَّمَاءِ ۖ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضَاهَا ۚ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ ۝ یعنے اور وہ قبلہ جو ہم نے ٹھہرایا جس پر تو تھا نہیں مگر اسی واسطے کہ معلوم کریں کون تابع ہے رسول کا اور کون پھر جاویگا اُلٹے پاؤں ؟

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۰۹ مفسرین اسکے ترجمہ میں متفق نہیں ہیں بعض کہتے ہیں کہ اسکے معنے محض دین اللہ کے ہیں اور بعض ختنہ کے معنے بیان کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اگرچہ مسیحیوں نے ختنہ کے عوض میں بپتسمہ کی رسم اختیار کی ہے تو بھی مسلمانوں میں ایک ایسی رسم ہے جو اپنے پورا کرنیوالے کو پاک کرتی ہے۔ اور جو اس خیال میں متفق ہیں وہ اسکا یوں بیان کرتے ہیں کہ صبغۃ اللہ ختان است وآن تطہیر مسلمان است یعنے صبغۃ اللہ ختنہ ہے اور وہ مسلمانوں کو پاک کرتا ہے تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۳ ✦

نیز اسی لفظ کے معنے محض رنگ کے ہیں اور بعض کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص دین عیسوی میں داخل ہوتا تھا اُس کے جسم اور لباس کو زرد رنگ میں رنگتے تھے۔ پر بعض کا یہ خیال ہے کہ اُس کے بال بچوں کو زرد رنگ گھول کر پانی میں بپتسمہ دیتے تھے۔ پھر یوں بھی بیان کرتے ہیں کہ جب کوئی شخص مسلمان ہوتا تھا تو استعارہ کے طور پر اس سے روحانی بپتسمہ مراد لیتے تھے کیونکہ وہ بت پرستی کی نجاست و آلائش سے پاک وصاف کیا جاتا تھا۔ غرض ان تمام باتوں میں مفسرین اسلام اس بات کے ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ خواہ بلحاظ قبلہ دیکھیں یا بلحاظ بپتسمہ عیسائیوں کے درمیان مسلمانوں سے اچھی اور عمدہ رسوم نہیں ہیں۔ خلاصۃ التفاسیر جلد اول کا صفحہ نمبر ۸۰ ملاحظہ فرمائیے ✦

اور یہہ بات بھاری ہوئی مگر اُن پر جن کو راہ دی اللہ نے اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کرے تمہارا یقین لانا البتہ اللہ لوگوں پر شفقت رکھتا ہی مہربان۔ ہم دیکھتے ہیں پھر پھر جانا تیرا منہہ آسمان میں سو البتہ پھیر دینگے تجھہ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہی۔ اب پھیر مُنہہ اپنا مسجد الحرام کی طرف اور جس جگہ تم ہوا کرو۔ پھیرو منہہ اُسی کی طرف +

محمد صاحب کی زندگی میں مذکورہ بالا تبدیلی کی نسبت احادیث میں بہت سے قصے مندرج ہیں چنانچہ منجملہ ان کے ایک یہہ بھی ہی کہ جب آپ نے یہودیوں کو اس درجہ کا ضدی پایا تو جبرائیل فرشتہ سے کہا میں چاہتا ہوں کہ خدا پھر کعبہ کو ہمارا قبلہ مقرر کر دے جبرائیل نے جواب دیا کہ خدائے تعالیٰ کی درگاہ میں تو بہت معزز و ممتاز ہی۔ سو بہتر یہہ ہی کہ تو خود ہی خدا سے اس امر کی درخواست کرے +

اس کے بعد قبلہ کی تبدیلی کے لئے آپ ہمیشہ وحیِ آسمانی کے منتظر رہتے تھے + علاوہ ازیں پہلے جو یہودیوں کے ساتھہ روزے رکھتے تھے اب اُن کے عوض ماہِ رمضان روزوں کا مہینہ قرار دیا گیا۔ چنانچہ سورہ بقر کے ۲۳ ویں رکوع میں لکھا ہی شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنْزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ هُدًى لِلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِنَ الْهُدَىٰ وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ط یعنے مہینہ رمضان کا جس میں نازل ہوا قرآن۔ ہدایت واسطے لوگوں کے اور کھلی نشانیاں راہ کی اور فیصلہ۔ پھر جو کوئی پاوے تم میں یہہ مہینہ تو وہ روزہ رکھے! اور پھر اسی سورت کے اُنیسویں رکوع میں یہودیوں کو نہایت سختی سے یوں خطاب کیا گیا ہی إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنْزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَّاهُ لِلنَّاسِ

فِی الْکِتٰبِ اُولٰٓئِکَ یَلْعَنُھُمُ اللّٰہُ وَیَلْعَنُھُمُ اللّٰعِنُوْنَ۔ یعنے جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ اتارا ہم نے صاف حکم اور راہ کے نشان بعد اس کے کہ ہم اُن کو کھول چکے لوگوں کے واسطے کتاب[۱] میں ۔ ان کو لعنت دیتا ہی اللہ اور لعنت دیتے ہیں سب لعنت دینے والے +

یہودیوں میں سے جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا اُن میں سے بعض اِن مذکورہ بالا تغیر و تبدل کے باعث یا چند دوسرے عام اسباب کی وجہ سے یہودی شریعت کی بعض باتوں کو قائم رکھنا چاہتے تھے ۔ ان کو سورۂ بقر کے پچیسویں رکوع میں یوں عتاب کر کے خبردار کیا گیا ہی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا ادْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّیْطٰنِ اِنَّہٗ لَکُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌ۔ فَاِنْ زَلَلْتُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْکُمُ الْبَیِّنٰتُ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ عَزِیْزٌ حَکِیْمٌ۔ سَلْ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ کَمْ اٰتَیْنٰھُمْ مِّنْ اٰیَۃٍ بَیِّنَۃٍ وَمَنْ یُّبَدِّلْ نِعْمَۃَ[۲] اللّٰہِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْہُ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ۔ یعنے اے ایمان والو داخل ہو مسلمانی میں پورے ساور مت[۳] چلو

---

[۱] جس کتاب کا اس جگہ ذکر ہی اس سے توریت مراد ہی اور جو لوگ اسکے معانی کو چھپاتے ہیں اُنپر خدا کی طرف سے لعنت ہی اور دوسرے لعنت کرنیوالوں سے فرشتے جنّ اور آدمی مراد ہیں + دیکھیے تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۶ اور تفسیر عبد اللہ ابن عباس صفحہ ۲۹ +

[۲] نعمۃ اللہ سے بعض کے نزدیک خود محمد صاحب مراد ہیں پر بعض زیادہ صحت کے ساتھ کہتے ہیں کہ اس سے قرآن مراد ہی +

[۳] مفسرین کا بیان ہی کہ سچے دین یعنے سلم سے دین اسلام مراد ہی اور خطوٰت الشیطٰن یعنے شیطان کے قدموں سے شیطان کا فریب اور اُس کی وہ دھوکہ دہی مراد ہی جسکے وسیلہ سے وہ یہودیوں کو منسوخ شدہ

قدموں پر شیطان کے۔ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ پھر اگر ڈگنے لگو بعد اسکے کہ پہنچے تم کو صاف حکم تو جان رکھو کہ اللہ زبردست ہے حکمت والا۔ پوچھ بنی اسرائیل سے کتنی دیں ہم نے اُن کو واضح آیتیں ؟ اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت بعد اس کے کہ پہنچ چکے اُس کو۔ تو اللہ کی مار سخت ہے +

حضرت محمد اور یہودیوں کے درمیان یہہ دشمنی ایک قدرتی بات تھی اور بالکل امر طبعی کا حکم رکھتی تھی۔ فقط یہی بات نہ تھی کہ یہودی لوگ محمد صاحب کی تعلیم اور اُن کے دعاوی کو قبول نہیں کرسکتے تھے بلکہ عملی طور پر خاصکر اصولی باتوں میں اُنکی سخت مخالفت کی گئی تھی + جیسا کہ آگے چلکر بیان کیا جاویگا آنحضرت بہت چاہتے تھے کہ اہلِ عرب کی پرانی رسومات قائم رہیں۔ یہانتک کہ آپ نے بُت پرستوں اور منکروں کے بہت سے دستوروں کو اسلام میں قائم رکھا۔ وہ لوگ اپنی شریعت کے مطابق اپنی رسومات کے بڑے حامی تھے اور اُنکی اکثر رسومات اُنکی شریعت پر مبنی تھیں۔ اب وہ وقت آگیا کہ محمد صاحب یہودیت سے بالکل دست بردار ہوں اور بعض عربی مصنف بیان کرتے ہیں کہ اسوقت آپنے بہت سے تغیر و تبدل کرنے شروع کئے اور اس سے خاص غرض یہہ تھی کہ یہودیت کی مشابہت اسلام

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۲- شریعت کی اطاعت کی طرف ترغیب و تحریص دلاتا ہے جسکا بیان تفسیر حسینی جلد دوم کے ۲۵ ویں صفحہ پر یوں کیا گیا کہ وساوس شیطانی یا احکام منسوخہ یعنے منسوخ شدہ شریعت کی بابت شیطان کے وسوسے ہیں +

ق ربی گائیگر جملۂ کراھۃ لموافقۃ النفی التشبیہ بالیہود کو اپنی کتاب مسمی بہ Was hat Mohamed aus dem Judenthume aufgenommen کے صفحہ ۸ ۲ میں اقتباس کرتے ہیں اور یہہ فاضل اس امر کو بیان کرتے ہیں کہ محمد صاحب

سے بالکل جاتی رہے +

جب آپنے یہودیوں کو اس طرح رد فرمایا تو اسیوقت ساتھہ ہی ساتھہ آنحضرت نے اہل مکہ کو حج کعبہ کی اجازت دیکر اُن کے ساتھہ میل ملاپ اور رشتۂ اتحاد قائم کرنیکی کوشش کی چنانچہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۱۳۔ نے کسقدر تغیر و تبدل کئے۔ پھر وہ نماز عشا کا ذکر بھی کرتے ہیں جو کہ شام کے کھانے کے بعد تالمودی احکام کے برخلاف پڑھی جاتی تھی۔ مستورات کے متعلق جسقدر قوانین ہیں وہ سب کے سب یہودیوں کی نسبت اہل عرب کے دستورات سے زیادہ تر موافقت رکھتے ہیں +

سورۂ بقر کے تیئیسویں رکوع میں جو یہہ اجازت دی گئی ہی کہ اُحل لکم لیلۃُ الصیام الرفث الیٰ نسائکم یعنے حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں بے پردہ ہونا اپنی عورتوں سے وغیرہ بالکل تالمودی تعلیم کے خلاف ہی۔ اور پھر عورتوں کے متعلق اسی سورت میں آگے چلکر جو قوانین مقرر کئے ہیں وہ نہایت ہی نفرت انگیز ہیں یہانتک کہ سید امیر علی صاحب کے نزدیک ایسی آیات بعد کی آیات سے منسوخ ہوگئی ہیں۔ (دیکھو لائف اوف محمد صفحہ نمبر ۲۴۸) پر تاہم اسلام اِس سے دست بردار نہیں ہوا بلکہ یہہ قانون بدستور جاری ہی۔ اس سے پتہ لگتا ہی کہ کس طرح محمد صاحب نے اسلام کو یہودیت سے الگ کرنے کی کوشش کی۔ سید امیر علی صاحب اپنی کتاب Personal Law of the Muhammadans کے صفحہ ۳۲۵ پر اِس قانون کا ذکر کرتے ہیں۔ اور بحیثیت مورخ قرآنی تحائف پر افسوس کرتے ہیں اور اسکی صحت کو مشکوک و مبہم قرار دیتے ہیں۔ پر ایک ماہر شریعت دان کی حیثیت میں وہ اس کی ضرورت کے بھی اقراری ہیں۔ جو قانون کے اس امر کے متعلق فی الحقیقت مستعمل ہی وہ بیلی صاحب کی کتاب Imameea کے صفحہ ۱۲۰ اور Hanifeea کے صفحہ ۲۹۲ میں پایا جاتا ہی۔ بہرکیف جو قوانین استثنا کی کتاب میں مندرج ہیں یہہ اُن کے برخلاف اور برعکس ہی + دیکھو استثنا کے چوبیسویں باب کی پہلی چار آیتیں +

سورۂ بقر کے چوبیسویں رکوع میں لکھا ہی۔ وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ یعنے پورا کرو حج اور عمرہ کو اللہ کے واسطے۔ پھر اسی طرح بت پرستوں اور منکرین کی پرانی رسومات کے جاری رکھنے کی خدا سے منظوری حاصل کی گئی اور صفا و مروہ کی پہاڑیوں کے گرد پھرنا برقرار رکھا گیا چنانچہ سورۂ بقر کے انیسویں رکوع میں لکھا ہی اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ یعنے صفا اور مروہ جو ہیں نشان ہیں اللہ کے۔ پھر جو کوئی حج کرے اس گھر کا یا زیارت تو گناہ نہیں اسکو کہ طواف کرے ان دونوں میں +

ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہہ مذکورہ بالا آیات بہت مدت بعد پہلے حج کے موقعہ پر نازل ہوئیں لیکن انکو اسجگہ تحریفاً درج کر دیا گیا۔ سورۂ بقر سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت جب مدینہ میں وارد ہوئے تو شروع شروع میں بہت کچھ ہوشیاری و عیاری کو کام میں لائے +

چنانچہ اس وقت کی تواریخ سے اس امر کی بخوبی تشریح ہو جاتی ہی جسطرح آنحضرت پر اخلاقی اور ملکی معاملات کی ضروریات کے مطابق عین وقت پر وحی کا نزول ہوتا تھا اور آپ کے حسب حال اور حسب ضرورت آپکے دعاوی کی تائید ہوتی تھی یہہ آیتیں اسکی نہایت عمدہ نظیر ہیں۔ علاوہ ازیں اس سے یہہ بھی ظاہر ہوتا ہی کہ محمد صاحب کو مدینہ جاتے ہی اس امر کا کامل یقین ہو گیا تھا کہ اپنے ہموطنوں یعنے اہل مکہ سے ضرور اور بہت جلد علانیہ حرب و ضرب او معرکہ آرائی کرنی پڑیگی۔ پس بہر حال آنحضرت کے لئے اس وقت ضروری تھا کہ ان آنیوالی تکالیف و مصائب کو برداشت کرنے کے لئے

مومنین کو تیار کریں اور اُن کی ہمّت بڑھائیں۔ چنانچہ سورۂ بقر میں یوں مندرج ہی کہ

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَاۗءُ وَالضَّرَّاۗءُ (۲۶ واں رکوع چوتھی آیت) اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ الْمَوْتِ ۠ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۣ ثُمَّ اَحْيَاھُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ؀

(۲۳ واں رکوع پہلی آیت) یعنے کیا تم کو خیال ہی کہ تم جنّت میں چلے جاؤ گے اور ابھی تم پر آئے نہیں احوال اُن کے جو آگے ہو چکے تم سے۔ پہنچی اُنکو سختی اور تکلیف + تو نے نہ دیکھے وہ لوگ جو نکلے اپنے گھروں سے (اور وہ ہزاروں تھے) موت کے ڈر سے پھر کہا اُن کو اللہ نے مر جاؤ۔ پھر جلایا اُن کو بیشک اللہ تو فضل رکھتا ہی لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے +

اس ترغیب و تحریص دلانے اور ہمت بڑھانے کے بعد آنحضرت نے حضرت موسیٰ اور ساؤل کے محاربات اور جنگ و جدل کا جنکا اُنہیں سامنا کرنا پڑا ذکر کرنا شروع کر دیا۔ اور آپ کے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ آپ ساؤل وجدعون میں فرق نہیں کر سکے جس سے صاف نتیجہ نکلتا ہی کہ آنحضرت توریت شریف کی تواریخ سے بالکل ناواقف تھے تاہم زمانہ قدیم کے بہادروں اور شمشیر زنوں کے قصص سے جو آنحضرت نے سُنائے مومنین کی ہمت بڑھ گئی اور بہت جوش میں آگئے +

مسلمانوں کے دلوں میں یہودیوں سے دشمنی اور عداوت قائم ہوگئی اور جنگ بدر کے بعد یہہ دشمنی بہت بڑھ گئی۔ فتحمندی کے جوش میں آکر محمد صاحب نے ایک

اِسرائیلی فرقہ بنی قینقاع سے کہا کہ اسلام قبول کرو ورنہ تمہارا وہی حال ہوگا جو جنگِ بدر میں قریش کا ہوا۔لیکن یہہ اسرائیلی فرقہ آپ پر ایمان نہ لایا اور آنحضرت نے ان لوگوں کو ملک سے خارج کر دیا اور اُن کا تمام مال و اسباب ضبط کر لیا +

بنی نضیر بہت مالدار اور متمول تھے اور جب تک قبلہ کی تبدیلی ہوئی ان کا ایک بڑا معلم محمد صاحب کا دوست تھا لیکن قبلہ کی تبدیلی کے بعد وہ آپ کا مخالف ہو گیا اور آنحضرت کی رضامندی سے خفیہ طور پر قتل کیا گیا۔ پھر اس فرقہ کے تمام لوگوں کو آپنے یوں کہا کہ پیغمبرِ خدا کا فرمان یہہ ہو کہ سات دن کے اندر اندر ملک سے نکل جاؤ۔ جو سات دن کے بعد یہاں پایا جائیگا اُسکا سر قلم کیا جائیگا۔ ان لوگوں نے انکار کیا اور کہا کہ ہم نہیں جائینگے۔ پر چونکہ مسلمانوں کی جماعت اُن کے مقابلہ میں بہت زبردست تھی اِس لئے بیچارے یہودی تابِ مقاومت نہ لاسکے اور ملک سے خارج کئے گئے اور ان کے زرخیز کھیت اور تمام مال و اسباب مہاجرین میں تقسیم کیا گیا اور سورۃ الحشر میں آپکے اس ناشائستہ فعل کے لئے الٰہی منظوری یوں درج ہو کہ هُوَ الَّذِیٓ اَخْرَجَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْکِتٰبِ مِنْ دِیَارِهِمْ وَلَوْلَآ اَنْ کَتَبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمُ الْجَلَآءَ لَعَذَّبَهُمْ فِی الدُّنْیَا وَلَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابُ النَّارِ ۝ مَا قَطَعْتُمْ مِّنْ لِّیْنَةٍ اَوْ تَرَکْتُمُوْهَا قَآئِمَةً عَلٰٓی اُصُوْلِهَا فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِیُخْزِیَ الْفٰسِقِیْنَ ۝ یعنے وہی ہو جس نے نکال دئے جو منکر ہیں کتاب والوں سے۔ اور اگر نہ ہوتا کہ لکھا تھا اللہ نے اُن پر اجڑنا تو اُن کو مار دیتا دنیا میں اور آخرت میں ہو ان کو عذاب آگ کا۔ جو کاٹ ڈالا تم نے کھجور کا پیڑ یا رہنے دیا کھڑا اپنے جڑ پر سو اللہ کے

حکم سے ناراض ہو کر رسوا کرے بے حکموں کو (۲ و ۳ و ۵ آیات)+

کھجور کے درختوں کو برباد کرنا اور کاٹنا عربی آئینِ جنگ اور موسوی شریعت[1] دونوں کی رو سے ممنوع اور ناجائز تھا لیکن یہ ناواجب کام کر کے آنحضرت نے وحی کے وسیلہ سے اپنے آپ کو بےقصور ثابت کیا چنانچہ وحی کی خاص ہدایت کے مطابق لوٹ کے مال و اسباب کا بہت سا حصہ مہاجرین کو دیا سورۂ حشر کی آٹھویں آیت میں مسطور ہے کہ لِلْفُقَرَاۤءِ الْمُهٰجِرِیْنَ[2] الَّذِیْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاَمْوَالِهِمْ یَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانًا وَّیَنْصُرُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ اُولٰٓىِٕكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۝ یعنے واسطے اُن مفلسوں وطن چھوڑنے والوں کے جو نکالے ہوئے آئے ہیں اپنے گھروں سے اور مالوں سے۔ ڈھونڈھتے آئے ہیں اللہ کا فضل اور اُس کی رضامندی اور مدد کرنے اللہ کی اور اُس کے رسول کی وہ لوگ وہی ہیں سچے+

پھر سورۂ نساء کے آٹھویں رکوع میں یہودیوں کو سخت لعنت و ملامت کر کے تنبیہ کیا اور نہایت درشت گوئی اور تلخ بیانی سے اُن کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِنَا سَوْفَ نُصْلِیْهِمْ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَیْرَهَا

---

[1] دیکھو استثنا ۲۰: ۱۹+

[2] مہاجرین کو آیندہ جہان یعنے عالمِ آخرت میں بھی بڑے بدلے کی امید دلائی گئی ہے چنانچہ سورۂ آلِ عمران کے آخری رکوع میں یوں مرقوم ہے فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَاُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ وَاُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَاُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَلَاُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ ۝ یعنے پھر جو لوگ اپنے وطن سے چھوٹے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے میں اُتاروں گا اُن سے بُرائیاں اُنکی اور داخل کروں گا باغوں میں جنکے نیچے بہتی ہیں ندیاں بدلا اللہ کے یہاں سے اور اللہ ہی کے یہاں ہے اچھا بدلا+

لِیَذُوقُوا العَذَابَ - یعنے جو لوگ منکر ہوئے ہماری آیتوں سے اُنکو ہم ڈالینگے آگ میں۔ جس وقت پک جاویگی کھال اُنکی بدلکر دینگے اُن کو اور کھال تاکہ چکھتے رہیں عذاب +

۵ھ ہجری میں بنی قریضہ یہودیوں کی ایک بڑی زبردست جماعت کا استیصال ہوا + یہہ لوگ بہت چاہتے تھے کہ آنحضرت کے مخالفوں سے مل جاویں اور اُس میں ذرا بھی شک وشبہ نہیں ہر کہ تمام دیگر یہودیوں کی طرح بنی قریضہ کے لوگ آنحضرت سے نہایت خفا اور سخت ناراض تھے۔ ممکن ہر کہ اُن کی موجودگی آنحضرت کے نزدیک خطرہ کا باعث ہو لیکن اُن پر جسقدر ظلم وستم کیا گیا اُس کے بارہ میں آنحضرت کوئی معقول عذر پیش نہیں کر سکتے اور کسی صورت میں آپ کو بریت حاصل نہیں ہو سکتی۔ اُنہوں نے عرض کی کہ ہمیں قتل نہ کیجیئے ہم ملک چھوڑ کر چلے جاتے ہیں لیکن اُن بیچارے مظلوموں کی یہہ سب منّت و زاری بیفائدہ تھی۔ بنی قریضہ کے تمام آدمی پانچ پانچ چھہ چھہ کرکے آنحضرت کی عین حضوری میں نہایت بیدردی اور بے رحمی سے قتل کیئے گئے۔ بازار میں آٹھہ سو آدمیوں کا خُون موجزن تھا اور آنحضرت کی بیرحمی اور خونریزی سے زمین لال تھی۔ آپ کے حکم کے مطابق خندقیں کھودی گئیں مظلوم قیدیوں کو زبردستی اُن کے کنارے پر دوزانو کھڑا کر کے سر قلم کر دیا جاتا تھا اور لاش کو خندق میں پھینک کر اوپر خاک ڈال دیتے تھے۔ عورتوں کی ایک بڑی تعداد تو مسلمانوں نے آپس میں تقسیم کر لی اور جو باقی رہیں اُن کو غلامی میں فروخت کر دیا۔ آنحضرت کو پانچویں حصہ میں قریباً دوسو عورتیں اور بچے آئے اور آپنے اُنہیں گھوڑوں اور اسلحہ جنگ کے عوض میں بدوی لوگوں کے ہاتھہ فروخت کر دیا۔ ایک مقتول کی نہایت خوبصورت اور حسین بیوہ آنحضرت نے اپنے حرم سرائے میں داخل کر لی +

جب اِس طرح دو قومیں جلاوطن ہوگئیں اور ایک کا وہیں قلع قمع کیا گیا تو مدینہ میں یہودی لوگ ہمیشہ کے لئے کمزور ہوگئے اور محمد صاحب آئندہ فتوحات کیلئے میدان جنگ میں خوب ہاتھ پاؤں لمبے کرنے لگے[1]+

سورۂ احزاب کی نوویں آیت سے لیکر ستائیس آیت تک یہودیوں پر تذکرہ بالا حملہ کا بیان ہے چنانچہ اس بیان کے آخر میں ۲۶ ویں اور ۲۷ ویں آیات میں یوں مندرج ہے وَاَنْزَلَ الَّذِیْنَ ظَاھَرُوْھُمْ مِّنْ اَھْلِ الْکِتٰبِ مِنْ صَیَاصِیْھِمْ وَقَذَفَ فِیْ قُلُوْبِھِمُ الرُّعْبَ فَرِیْقًا تَقْتُلُوْنَ وَتَاْسِرُوْنَ فَرِیْقًا ۝ وَاَوْرَثَکُمْ اَرْضَھُمْ وَدِیَارَھُمْ وَاَمْوَالَھُمْ یعنے اور اُتار دیا ان کو جو اُن کے رفیق ہوئے تھے کتاب والے اُن کی گڑھیوں سے اور ڈالی اُن کے دلوں میں دہاک کِتنوں کو تم جان سے مارنے لگے اور کتنوں کو بندے کیا اور وارث کیا تم کو اُنکی زمین اور اُن کے گھر اور اُنکے مال کا+

اُس ماہ جبیں یہودی عورت ریحانہ نے جسکو محمد صاحب نے اپنے لئے مخصوص کر لیا تھا آپکے ساتھ نکاح کرنے سے انکار کیا اور کہا کہ حضرت مجھ کو صرف لونڈی اور خادمہ کے طور پر رکھئے اس میں فریقین کے لئے آسانی ہوگی۔ نیز اِس عورت نے اپنے قدیمی دین سے دست بردار ہونے اور اِسلام قبول کرنے سے انکار کیا اور یہہ بات بالکل معقول معلوم ہوتی ہے کیونکہ اُس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ آنحضرت نے کس طرح پاس کھڑے ہوکر اُسکے مظلوم شوہر اور رشتہ داروں کو قتل کرایا۔ پھر کس طرح

[1] اس کے مفصل بیان کے لئے Muir's Life of Muhammad کی تیسری جلد کا ۲۷۶ واں صفحہ ملاحظہ فرمائیے+

ممکن تھا کہ وہ ایسے ظالم شخص کو اپنا شوہر قبول کرنے کے لئے خوش ہوتی + وہ بیچاری لونڈی بننے سے کسی طرح انکار نہ کرسکتی تھی چنانچہ آنحضرت نے اُس کو ایک غیر منکوحہ بیوی کے طور پر رکھا اور اپنے اس فعل کو اذن الٰہی کا ملمع چڑھانے کے لئے وحی آسمانی کا پیغام پڑھ سنایا کہ یٰاَیُّھَا النَّبِیُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَکَ اَزْوَاجَکَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَھُنَّ وَمَا مَلَکَتْ یَمِیْنُکَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰہُ عَلَیْکَ یعنے اے نبی ہمنے حلال رکھیں تجھ کو تیری عورتیں جنکے مہر تو دے چکا اور جو مال ہو تیرے ہاتھ کا جو ہاتھ لگاوے تجھ کو اللہ +[۱]

اب ہم ذرا آنحضرت کے ابتدائی ایام کی نسبت سوچیں اور دیکھیں کہ آپنے معاملات جنگ اور فوجکشی کے متعلق کس قدر کوششیں اور جانفشانیاں کیں۔ جنگ بدر اگرچہ آنحضرت کی محاربانہ زندگی کی پہلی لڑائی نہ تھی تو بھی اس میں کلام نہیں کہ آپ کو ابتک جسقدر لڑائیاں پیش آئی تھیں اُن میں سے جنگ بدر سب سے زیادہ مشہور ہے۔ بدر کی لڑائی سے پیشتر چار قزاقانہ حملوں میں آنحضرت خود علم بردار تھے اور تین مرتبہ

---

[۱] سید امیر علی صاحب فرماتے ہیں کہ میرے نزدیک ریحانہ کا محمد صاحب کی غیر منکوحہ بیوی ہونا ایک جعل اور بناوٹ کا حکم رکھتا ہے Life of Mohammad صفحہ ۱۱۴ اوال۔ اس ناواجب امر سے بریت کے لئے سید امیر علی جیسے نیکو روش مصنف کا کوشش کرنا ثابت کرتا ہے کہ دفعی یہہ ایک نازک معاملہ ہے لیکن اس میں شک نہیں کہ یہہ واقعہ حقیقی ہے اور مفسر حسین جوکہ بڑا ہوشیار اور راست بیان مصنف ہے کہتا ہے کہ یہہ آیت فی الحقیقت صفیہ ریحانہ اور انکی مانند دیگر لونڈیوں کی طرف اشارہ کرتی ہے چنانچہ تفسیر حسینی کی دوسری جلد کے دوسو چوتھے صفحہ میں مندرج ہے کہ چوں صفیہ و ریحانہ و امثال ایشاں +

آپ[۱] کے نائبوں کے زیر فرمان مسلمانوں نے لوگوں کو لوٹنے کے لئے چڑھائی کی لیکن پورے طور سے فائز المرام نہ ہوئے کیونکہ اس سے نہ تو قریش کا کچھ چنداں نقصان ہوا اور نہ مسلمانوں کو حسب مراد لوٹ مار نصیب ہوئی۔ اپنی برادری کے لوگوں پر آپ نے صرف ایک مرتبہ ماہ رجب العرب میں کسی قدر کامیابی حاصل کی۔ ماہ رجب العرب اہل عرب کا ماہ حرام ہے اور اُس کو اُس وقت سے مانتے چلے آتے ہیں جب کہ قومی عداوت و حسد کے باعث صلح و امن کا نام و نشان تک نہ تھا۔ اس مذکورہ بالا حملہ میں مسلمانوں نے قریش کے ایک قافلہ کو لوٹا اور چونکہ اُن کا یہ فعل عرب کے دستورات کے برخلاف تھا اِس لئے مسلمانوں کو مال غنیمت سے اسقدر تسلی و خوشی حاصل نہ ہوئی جسقدر کہ اس مجرمانہ فعل سے ان کے دلوں پر خوف و ہراس چھا گیا۔ پہلے تو محمد صاحب نے صاف انکار کیا اور کہا کہ ماہِ حرام میں ڈاکہ مارنے کا میں نے ہرگز حکم نہیں دیا پر جب دیکھا کہ اس سے لوگوں کی تسلی نہیں ہوئی تو پھر آپ نے وحی آسمانی کا فرمان پڑھ سنایا جسکا مطلب یہ تھا کہ مسلمان ڈاکوؤں کو خدا نے انکا جرم معاف کر دیا ہے چنانچہ سورۂ بقر کے ۲۷ ویں رکوع میں یوں مرقوم ہے کہ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ مِنَ الْقَتْلِ ۭ یعنے تجھ سے پوچھتے ہیں حرام کے مہینے کو

[۱] جب محمد صاحب نے مدینہ میں سکونت اختیار کی تو عرصہ دس سال میں آپ نے اسلامی ترقی کے لئے ۳۸ لڑائیاں کیں جن میں سے ۲۷ میں آپ نے خود میدان جنگ میں سپہ سالاری کی۔ کیلی صاحب کی کتاب Muhammad and Muhammadanism کے ۳۲۴ ویں صفحہ پر ابن اسحٰق اور ابن ہشامی کے مقتبسات ملاحظہ کیجئے۔

اس میں لڑائی کرنی۔ تو کہہ لڑائی اُس میں بڑا گناہ ہی۔ اور روکنا اللہ کی راہ سے اور اُس کو نہ ماننا اور مسجد حرام سے روکنا اور نکال دینا اُس کے لوگوں کو وہاں سے اس سے زیادہ گُناہ ہی اللہ کے ہاں اور دین سے بچلانا مار ڈالنے سے زیادہ بُرا ہی*

ابن اسحاق اس آیت کا مطلب یوں بیان کرتا ہی کہ آنحضرت نے اس آیت سے مومنین کو اس طرح تسلّی دی کہ اگر تم نے ماہ حرام میں لڑائی کی اور کشت و خون کیا تو کونسی بڑی بات ہی وہ تو تم کو خدا کی راہ سے روکتے ہیں اور خدا کے نزدیک تمہاری خونریزی سے یہہ گُناہ بہت بڑا ہی۔ قبیلہ قریش کے لوگ نہایت قہر آلودہ تھے اور کہتے تھے کہ محمد اور اُس کے مقلدوں نے خونریزی اور لوٹ مار سے اور لوگوں کو قید کرنے سے ماہ حرام کو ناپاک کر دیا ہی*

ان چھوٹی چھوٹی لڑائیوں سے بڑی بڑی مہمات اور معرکہ آرائیوں کی بنیاد پڑ گئی۔ اس عرصہ میں وحی قرآنی جسقدر پیغام لایا اُن میں انتقام اور لشکرکشی کے مضامین کی روح کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی اور اُن میں محاربہ و مقاتلہ کے باب میں بڑی ترقی نظر آتی ہی۔ سورۂ رعد ایک آخری مکی سورت ہی لیکن اُس کی اکتالیسویں آیت آنحضرت کے مدنی ایام سے تعلق رکھتی ہی اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ اس آیت کو بعد میں یا تو حضرت صاحب نے خود یا کسی جامع قرآن نے سورۂ رعد میں داخل کر دیا ہی۔ اس آیت میں مسلمانوں کے بُت پرست عربوں کے ممالک مقبوضہ کو دبا لینے اور اُن میں بیجا مداخلت کرنے کا صاف بیان پایا جاتا ہی چنانچہ لکھا ہی کہ اَوَلَمْ يَرَوْا أَنَّا نَأْتِي الْأَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ أَطْرَافِهَا ۚ وَاللَّهُ يَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهِ یعنے کیا نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے

ہیں زمین پر گھٹاتے اُسکو کناروں سے اور اللہ حکم کرتا ہے۔ کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اُس کا حکم +

پھر سورۂ حج اغلباً مکی ہے لیکن بعض آیات آنحضرت کے ایام مکہ کے بعد کی اور صاف مدنی معلوم ہوتی ہیں مثلاً چھٹے رکوع میں یوں مندرج ہے کہ اُذِنَ لِلَّذِينَ يُقٰتَلُونَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰى نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُ ۙ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ یعنے حکم ہوا اُن کو جن سے لوگ لڑتے ہیں اس واسطے کہ ان پر ظلم ہوا اور اللہ اُن کی مدد کرنے پر قادر ہے۔ وہ جن کو نکالا اُن کے گھروں سے اور کچھ دعویٰ نہیں سوائے اسکے کہ وہ کہتے ہیں ہمارا رب اللہ ہے +

سنہ ۲ ہجری میں محمد صاحب نے معلوم کیا کہ اپنے ہموطنوں سے ضرور لڑائی پیش آئیگی چنانچہ سورۂ بقر جو شروع کی مدنی سورت ہے اُس کے ۲۶ ویں رکوع کی آخری آیت میں اس طرح مرقوم ہے کہ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ یعنے حکم ہوا تم پر لڑائی کا اور وہ بری لگی ہے تم کو اور شاید تم کو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمہارے لئے +

سورۂ بقر میں اس طرح کی اور بھی کئی آیات ہیں لیکن کسیقدر بعد کے زمانہ کی ہیں اور گمان غالب ہے کہ سنہ ۶ ہجری میں پہلے حج کے موقعہ پر نازل ہوئی تھیں۔ اگر یہہ سچ ہے تو ضرور یہہ آیات ساکنان مکہ کے حق میں ہیں اور اگر وہ لوگ عہد حدیبیہ پر قائم نہ رہیں تو اُن کے حق میں ۲۴ ویں رکوع میں یوں مندرج ہے وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝ وَاقْتُلُوْهُمْ

حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ یعنے اور لڑو بیچ راہ اللہ کے اُن سے جو لڑتے ہیں تم سے اور زیادتی مت کرو۔ اللہ نہیں چاہتا زیادتی والوں کو۔ اور مارو اُن کو جس جگہ پاؤ اور نکال دو اُن کو جہاں سے اُنہوں نے تم کو نکالا اور دین سے بچلانا مارنے سے زیادہ ہی۔ اسی رکوع میں پھر مذکور ہی کہ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ[له] وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ط فَاِنِ انْتَهَوْا فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ٥ یعنے لڑو اُن سے جب تک نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے اللہ کا۔ پھر اگر وہ باز آویں تو زیادتی نہیں مگر بے انصافوں پر۔

بنی اسرائیل کے جنگ و جدل کا بیان کرکے اور خصوصاً ساؤل کی معرکہ آرائیوں کے حوالے دیکر آنحضرت نے اپنے مریدوں کی ہمت بڑھائی اور اُن کے دلوں میں آتشِ حرب کو مشتعل کیا۔ محمد صاحب کا ساؤل اور جدعون میں تمیز نہ کرنا اور اُن کا خلط ملط حال بیان کرنا اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ آنحضرت کو عہد عتیق کی تواریخ کا صحیح علم نہ تھا چنانچہ سورہ بقر کے ۳۲ ویں اور ۳۳ ویں رکوع میں بنی اسرائیل کو یوں کہتے ہوئے پیش کیا گیا ہی کہ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

[له] راڈویل صاحب فتنہ کے معنے مکہ سے مسلمانوں کو خارج کرنے یا بت پرستی کی ترغیب دینے کے کرتے ہیں اور سیل صاحب کہتے ہیں کہ اس سے بت پرستی کی ترغیب مراد ہی اور سیل صاحب کا بیان مفسر حسین کے بیان سے مطابقت رکھتا ہی حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ کا مطلب حسین کے نزدیک یہہ ہی کہ تا آن غایت کہ فتنہ نباشد یعنے از شرک اثر نہ ماند۔ دیگر مفسرین اسکا بہت لمبا چوڑا مطلب بیان کرتے ہیں اور بہت کشادہ معنے مراد لیتے ہیں چنانچہ خلاصۃ التفاسیر جلد اول کے ۱۳۲ ویں صفحہ میں یوں مندرج ہی کہ جب تک مسلمان نہ ہوں یا جزیہ نہ دیں تلوار میان میں نہ کرو۔ الجهاد ماضی الی یوم القیمۃ +

وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَاَبْنَآئِنَا ؕ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ یعنے بولے ہم کو کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں اللہ کی راہ میں اور ہم کو نکال دیا ہی ہمارے گھر سے اور بیٹوں سے۔ بہت جگہ جماعت تھوڑی غالب ہوئی ہی جماعت بہت پر اللہ کے حکم سے اور اللہ ساتھ ہی ٹھہرنے والوں کے"

پس جس طرح جدعون کی تھوڑی سی فوج مدیانیوں کے لشکر پر غالب آئی عین اُسی طرح سے مسلمانوں کی چھوٹی سی گروہ نے اہل مکّہ پر غلبہ حاصل کیا۔ اِس قسم کی فتوحات آنحضرت کی تعلیم کی صحت وسچائی پر دال تھیں اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے نشان وشاہد کے طور پر پیش کی جاتی تھیں۔ غرض اِن تدابیر اور اس طرح کی تعلیم کے وسیلہ سے محمد صاحب نے مومنین کے دلوں کو مضبوط کیا اور وہ آپ کے جھنڈے تلے کڑنے مرنے کو تیار ہو گئے ✦

اس میں کلام نہیں کہ قریش نے مسلمانوں کو مکّہ سے خارج کر دیا تھا اور اسوجہ سے یہہ خیال ہو سکتا ہی کہ تمام جنگ وجدل کی بنیاد اسی بات پر تھی اور مسلمانوں کا چنداں قصور نہ تھا لیکن ابتو جہاد کا حکم اس حد سے تجاوز کر گیا اور یوں ارشاد ہوا کہ جب تک اکیلے واحد خُدا کی پرستش شروع نہ ہو یعنے جب تک اہلِ مکّہ اسلام قبول نہ کریں تب تک تلوار میان میں نہ ہو اور محاربہ ومقاتلہ جاری رہے۔ دین حق کی اشاعت بزور شمشیر ہونے لگی اور سوائے اسلام کے کسی دوسرے دین کے جواز کا مطلق امکان نہ رہا پر مسلمانوں کی جماعت ابتک بزدل تھی اور شجاعت ومردانگی نے تاحال اُن کے دلوں میں جڑ نہ پکڑی تھی۔ منافق یعنے وہ لوگ جو سچّے دل سے مسلمان

نہ تھے تدابیر جنگ کے باب میں مخالفت کرنے لگے۔ پھر کچھ عرصہ بعد سورۂ محمد نازل ہوئی اور اس کے وسیلہ سے آنحضرت نے سچے مسلمانوں کا حوصلہ بڑھا کر لڑائی پر آمادہ کیا اور بزدلوں اور منافقوں کو عذاب دوزخ سے[1] ڈرایا اور زجر و معاتبت کی چنانچہ چوتھی اور پانچویں آیات میں یوں مندرج ہے کہ فَاِذَا لَقِیْتُمُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛ یعنے سو جب تم بھڑو منکروں سے تو مارنی ہیں گردنیں یہانتک کہ جب کتا و ڈال چکے ان میں تو مضبوط باندھو قید۔ پھر یا احسان کریو پیچھے اور یا چھوڑوائی لیجیو جب تک کہ رکھ دے لڑائی اپنے بوجھ۔ پھر سورۂ انفال کے پانچویں رکوع میں مرقوم ہے کہ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰی لَا تَکُوْنَ فِتْنَةٌ وَّیَکُوْنَ الدِّیْنُ کُلُّهٗ لِلّٰهِ یعنے

---

[1] نولدکی صاحب فرماتے ہیں کہ یہہ سورت جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی اور بہت سے مفسرین کا بیان بھی اسی صورت میں صحیح ٹھہرتا ہے کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ جہاد کا یہہ حکم یسوع مسیح کی دوسری آمد اور امام مہدی کے ظاہر ہونے تک جاری رہیگا چنانچہ احادیث میں مرقوم ہے کہ الجهاد ماضی الی یوم القیامة یعنے جہاد قیامت تک موقوف نہیں ہوگا۔ بعض کے نزدیک یہہ حکم منسوخ ہوگیا ہے اور بعض کہتے ہیں کہ یہہ حکم جنگ بدر سے پہلے آیا تھا اور ایک محدود مدت تک اسکا اجرا مراد تھا لیکن یہہ حنفی فرقہ کا اعتقاد ہے شیعہ لوگ پہلے خیال کے معتقد ہیں۔ دیکھئے تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۳۶۲ اور خلاصۃ التفاسیر جلد چہارم ۲۱۴۳ واں صفحہ + عبداللہ بن عباس فرماتے ہیں کہ حتیٰ تضع الحرب اوزارها کے معنے یہہ ہیں کہ حتی یترک الکفار اشراکها یعنے اسوقت تک کہ کافر اپنے شرک سے باز نہ آجاویں لیکن جب وہ چوتھی آیت سے جنگ بدر کی طرف اشارہ کرتے ہیں تو یہہ بات کچھ مشکوک سی رہتی ہے کہ آیا اس پانچویں آیت سے وہ جہاد کا عام حکم مراد لیتے ہیں یا نہیں +

لڑتے رہو اُن سے جب تک نہ رہے فساد اور ہو جاوے حکم سب اللہ کا[۱] + پھر سورۂ محمد کی
۲۲ ویں اور ۲۷ ویں آیات میں پست ہمت اور بزدل مسلمانوں کی طرف یوں خطاب ہی کہ یَقُولُ
الَّذِينَ آمَنُوا لَوْلَا نُزِّلَتْ سُورَةٌ فَإِذَا أُنْزِلَتْ سُورَةٌ مُحْكَمَةٌ وَذُكِرَ فِيهَا الْقِتَالُ
رَأَيْتَ الَّذِينَ فِي قُلُوبِهِمْ مَرَضٌ يَنْظُرُونَ إِلَيْكَ نَظَرَ الْمَغْشِيِّ عَلَيْهِ مِنَ الْمَوْتِ
فَلَا تَهِنُوا وَتَدْعُوا إِلَى السَّلْمِ وَأَنْتُمُ الْأَعْلَوْنَ وَاللَّهُ مَعَكُمْ یعنے کہتے ہیں ایمان
والے کیوں نہ اُتری ایک سورۃ؟ پھر جب اُتری ایک سورت جانچی ہوئی اور ذکر ہوا اس میں
لڑائی کا تو تو دیکھتا ہی جن کے دل میں روگ ہی تکتے ہیں تیری طرف جیسے تکتا ہی کوئی بیہوش
پڑا موت کے وقت۔ سو تم بودے نہ ہوئے جاؤ اور پکارنے لگو صلح اور تم ہی رہوگے
اوپر اور اللہ تمہارے ساتھ ہی +

اسی طرح آنحضرت کی ان تدابیر و تجاویز سے اسلامی جہاد کی بنیاد پڑگئی اور یہہ
پہلا موقعہ تھا کہ اہل مدینہ کھلم کھلا لڑائی میں شامل ہوئے۔ محمد صاحب کے ساتھ اہلِ
مدینہ نے صرف یہہ وعدہ کیا تھا کہ ہم آپ کی حفاظت کرینگے اور آپ کو پناہ دینگے لیکن اب
اُنکو اس سے بڑھ کر کھلم کھلا حملوں میں آپ کی مدد کرنا اور آپ کے دشمنوں سے لڑنا پڑا۔
تھوڑی دیر بعد سنہ ۶۲۴ع میں بدر[۲] کی لڑائی ہوئی۔ اس لڑائی کے مشرح بیان کی کچھ ضرورت

[۱] قاتلوهم حتى لا تكون فتنة کے معنے مفسر حسینی کے نزدیک یہہ ہیں کہ جب تک یہود و نصاریٰ اور دیگر
مشرکین کا شرک موقوف نہ ہو قتل کردن چنانچہ تفسیر حسینی کی جلد اول کے ۲۳۹ ویں صفحہ میں مندرج ہی کہ مشرک نباشد
از وثنی و اہل کتاب۔ اس سے صاف ثابت ہوتا ہی کہ منکرین اسلام کے ساتھ لڑنے کا بڑا تاکیدی حکم ہی اور جب
تک ویکون الدین کلہ للہ کے مطابق سب حکم اللہ کا نہ ہو جاوے ہر طرح کی زبردستی اور کشت و خون جائز ہی +

[۲] اس لڑائی کے مفصل بیان کے لئے Muir's Life of Muhammad کی

نہیں۔لڑائی سے پہلی رات کو کسی قدر بارش ہوئی اور محمد صاحب نے خواب میں دیکھا کہ دشمنوں
کی تعداد بہت کم ہے چنانچہ سورۂ انفال کے دوسرے اور پانچویں رکوع میں ان دونوں باتوں کا
ذکر یوں مندرج ہے کہ اِذْ یُغَشِّیکُمُ النُّعَاسَ اَمَنَۃً مِّنْہُ وَیُنَزِّلُ عَلَیْکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً
لِّیُطَھِّرَکُمْ بِہٖ وَیُذْھِبَ عَنْکُمْ رِجْزَ الشَّیْطٰنِ اِذْ یُرِیْکَھُمُ اللّٰہُ فِیْ مَنَامِكَ قَلِیْلاً
وَلَوْ اَرٰکَھُمْ کَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ وَلَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ سَلَّمَ ۚ یعنے جس وقت
ڈالدی تم پر اونگھہ اپنی طرف سے تسکین کو اور اُتارا تم پر آسمان سے پانی کہ اس سے تم کو پاک
کرے اور دور کرے تم سے شیطان کی نجاست۔جب اللہ نے اُنکو دکھایا تیرے خواب میں
تھوڑے اور اگر وہ تجھکو بہت دکھاتا تو تم لوگ نامردی کرتے اور جھگڑا ڈالتے کام میں لیکن اللہ نے بچالیا +

جنگِ بدر میں قریش نے شکست فاش کھائی اور ان میں سے بہتوں کو مسلمانوں نے قید
کرکے بیرحمی سے قتل کر ڈالا۔لوٹ کا مال بہت تھا اور اُسکی تقسیم کے باب میں جھگڑا ہو پڑا ایک
نہایت نفیس سُرخ پیراہن گم ہوگیا اور منافقوں میں سے کسی نے کہا کہ وہ محمد صاحب نے
لے لیا ہے لیکن اس الزام سے آنحضرت کی بریت کے لئے یہہ آیت نازل ہوئی کہ وَمَا کَانَ[1]
لِنَبِیٍّ اَنْ یَّغُلَّ یعنے نبی کا کام نہیں کہ کچھہ چھپا رکھے (سورۂ آلِ عمران ۱۷،۱ رکوع) +
مالِ غنیمت کی تقسیم کے باب میں جو تنازعہ ظہور میں آیا تھا اُسکے اختتام اور انفصال کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۲۸ جلد سوم کا بارھواں باب اور *Muhammad and* *Muhammadanism* مصنفہ کیلی صاحب کو ۱۴۶ سے ۱۵۰ صفحہ تک ملاحظہ کیجیے +

[1] قاری نافی ابن ابیر حمزہ الکسائی وَمَا کَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یُّغَلَّ کے بیان میں اسبات پر زور دیتے ہیں کہ یہہ اَنْ یَّغُلَّ نہیں ہے اَنْ
یُغَلَّ یعنے مجہول کا صیغہ ہے اور اس صورت میں اسکے معنے یہہ ہونگے کہ یہہ بات اچھی نہیں کہ نبی کچھہ چھپاتا
ہوا پایا جاوے۔دیکھو تفسیر بیضاوی +

لئے سورۂ انفال کی پہلی آیت میں وحی کی معرفت خدا کی مرضی کا اظہار اور اُسکے آسمانی فیصلہ کا بیان یوں ہوا کہ یَسْئَلُوْنَکَ عَنِ الْاَنْفَالِ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰہِ وَالرَّسُوْلِ فَاتَّقُوا اللّٰہَ وَ اَصْلِحُوْا ذَاتَ بَیْنِکُمْ وَاَطِیْعُوا اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ۔ یعنے تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا۔ تو کہہ مال غنیمت اللہ کا ہی اور رسول کا۔ سو ڈرو اللہ سے اور صلح کرو آپس میں اور حکم میں چلو اللہ کے اور اُسکے رسول کے اگر ایمان رکھتے ہو۔

جب آنحضرت مذکورہ بالا آیت کے وسیلہ سے مال غنیمت پر اپنا کُلّی استحقاق اور پورا حق جما چکے تو پھر اپنے اس دعوی کو ذرا ہلکا کر کے اِسی سورت کے پانچویں رکوع میں یوں پیش کیا وَاعْلَمُوْا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰہِ خُمُسَہٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰہِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ۔ یعنے جان رکھو کہ جو غنیمت لاؤ کچھ چیز سو اللہ کے واسطے اُس میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے اور قرابت والے کے اور یتیم کے اور محتاج کے اور مسافر کے اگر تم یقین لائے ہو اللہ پر اور اُس چیز پر جو ہم نے اُتاری اپنے بندے پر جس دن فیصلہ[۱] ہوا جس دن بھڑیں دو فوجیں چنانچہ مال غنیمت کی نسبت آجتک اسلامی شریعت یہی چلی آتی ہی

---

[۱] تمام مفسرین کے نزدیک اس فیصلہ یا فتح سے فتح بدر مراد ہی جو یوم الفرقان کہلاتا ہی۔ یوم الفرقان کا ترجمہ روز فصل۔ روز فتح اور ہلاکت کا دن مقرر کیا گیا ہی یعنے روز بدر جس میں نیک و بد اور خیر و شر میں فرق ہو گیا چنانچہ تفسیر حسینی جلد اول کے ۲۴۰ویں صفحہ میں مندرج ہی کہ روز بدر کہ جدا شدن حق از باطل در وبود + ربّی گائیگر اس امر کا بیان کرتے ہیں کہ لفظ فرقان ربیوں کے عبرانی لفظ פרקן سے لیا ہی اور اسکے معنے خلاصی یا کفارہ کے ہیں سورہ بقر کے ۲۲ویں رکوع میں اس لفظ کا مفہوم ماہ رمضان ہی جو کہ گناہوں سے خلاصی بخشنے والا مہینہ خیال کیا جاتا ہی نہ کہ قرآن جو عموماً روشن کنندہ اور حق و باطل میں فرق کرنیوالا خیال کیا جاتا ہی مفسر حسین لفظ فرقان کی یوں تشریح کرتا ہی کہ الفرقان وا زحدود و احکام و سائر شرائع دین کہ جدا کنندہ است میان حق و باطل دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۳۰ واں

محمد صاحب کو مدینہ میں عزت و وقار حاصل کرنے کے لئے جنگِ بدر میں فتحمند اور ظفریاب ہونا نہایت ضروری تھا کیونکہ گذشتہ مار دھاڑ میں آپ کو بہت کم کامیابی نصیب ہوئی تھی اور اس سبب سے آپکا جتھا بہت ضعیف سمجھا جاتا تھا۔ اب جنگ بدر میں فتحیاب ہو کر ہر طرح سے آپ نے یہی ثابت کرنے کی کوشش کی کہ اس جنگ میں معجزانہ طور پر خدا نے آپکی مدد کر کے آپکو فتحمند اور ظفریاب کیا ہے چنانچہ سورۂ انفال کے پہلے رکوع کی آخری آیات میں یوں مرقوم ہے کہ[1] اِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ اَنِّىْ مُمِدُّكُمْ بِاَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُرْدِفِيْنَ ۝ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ یعنے جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو پہنچا تمہاری پکار کو کہ میں مدد بھیجونگا تمہاری ہزار فرشتے لگاتار آنیوالے اور یہہ تو دی اللہ نے فقط خوشخبری اور تا چین پکڑیں دل تمہارے اور مدد نہیں مگر اللہ کی طرف سے +

پھر آگے چلکر یہی مذکورہ مدد آنحضرت کے دعاوی کی تائید اور مومنین کی تنبیہہ اور دلدہی کی طرف اشارہ کرتی ہے چنانچہ سورۂ آلِ عمران کے دوسرے رکوع میں یوں مذکور ہے کہ[2] قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِىْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ۚ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۰ Geiger's Judaism and Islam صفحہ ۱۴۲ واں اور Rodwell's Quran صفحہ ۶۰۷ واں +

[1] تحقیق معلوم نہیں ہے کہ آیا یہہ آیات قبیلۂ قریش کے حق میں نازل ہوئی ہیں یا یہودیوں یا مومنین مدینہ کے حق میں (دیکھو بیضاوی کی تفسیر قرآن) عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس سے ساکنان مکہ یا اہالیان مدینہ مراد ہیں۔ یہہ نشان محمد صاحب کی نبوت کا ایک صریح ثبوت متصور ہوتا ہے چنانچہ تفسیر حسینی کے ۱۷ ویں صفحہ میں مندرج ہیں کہ نشانے درست بر نبوت محمد +

[2] یعنے جنگ بدر میں محمد صاحب کی نبوت کا ایک نہایت صریح اور صاف ثبوت دیا گیا چنانچہ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ کی تشریح کے باب میں مفسر حسین فرماتے ہیں کہ شمارا علامتے ونشانے درست بر نبوت محمد +

مِّثْلَيْهِمْ رَأْيَ الْعَيْنِ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ
یعنے ابھی ہو چکا ہے تم کو ایک نمونہ دو فوجوں میں جو بھڑی تھیں ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی
راہ میں اور دوسری منکر ہے یہہ اُن کو دیکھتے ہیں اپنے دو برابر صریح آنکھوں سے اور اللہ زور
دیتا ہے اپنی مدد کا جسکو چاہے اسی میں خبردار ہو جاویں جنکو آنکھ ہے پھر سورہ انفال کے
دوسرے رکوع میں مسطور ہے کہ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ یعنے سو تم نے اُن کو نہیں مارا لیکن اللہ نے مارا اور تو نے نہیں
پھینکی مٹھی خاک جسوقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی آنحضرت کی طرف سے جن لوگوں نے
جنگ بدر میں اپنی جانیں دیں اُن کو رتبہ شہادت نصیب ہوا چنانچہ سورہ بقر کے انیسویں
رکوع میں یوں مندرج ہے[۱] وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ یعنے جو
اللہ کی راہ میں مارے جاتے ہیں اُن کو مردے نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں +

اگرچہ جنگ بدر میں مسلمانوں کی تعداد قریش کے مقابلہ میں بہت کم تھی تو بھی انہوں نے
فتح پائی اور قریش کے بعض آدمی جو آنحضرت کے سخت دشمن تھے میدان جنگ میں مارے گئے
لہذا اس فتح کی تاویل کے باب میں تائید آسمانی اور الہی مداخلت کا بیان قرین قیاس اور
قابل اعتماد معلوم ہونے لگا۔ اسی فتح کے باعث آنحضرت کی زندگی محفوظ ہوگئی اور جس حکمت عملی

---

[۱] تحقیق معلوم نہیں کہ آیا یہہ آیت جنگ بدر سے علاقہ رکھتی ہے یا جنگ احد سے مفسر حسین فرماتے ہیں کہ در روز
بدر چہار شہید بود واز نعمت حیات ولذت نعیم دنیا محروم شد + عبداللہ ابن عباس جملہ یقتل فی سبیل اللہ
کے بیان میں فرماتے ہیں کہ یقتل فی طاعت اللہ یوم بدر یعنے جنگ بدر میں خدا کی فرمانبرداری کرتے ہوئے مارے گئے +
صحیح مسلم کی ایک حدیث میں مندرج ہے کہ شہیدوں کی روحیں خدا کے حضور اُن سبز پرندوں کے جسم میں داخل ہوتی ہیں جو کہ بہشت
میں ادھر اُدھر پرواز کرتے اور عرش الہی کے گرداگرد کی قندیلوں کے پاس سیر کرتے ہیں (دیکھو خلاصۃ التفاسیر جلد اول صفحہ ۹۰ والا)

کے مطابق آپ کارروائی کرنے کے مشتاق تھے اب بلا روک ٹوک اُس پر کاربند ہو گئے اور چونکہ اقوام یہود کی اعانت کی آپکو اب کچھ ضرورت نہ رہی اسلئے اُنکو بھی خوب دبانا شروع کیا جب عرب کی بدوی قومیں آپ کی ظفریابی سے واقف ہوئیں تو اُن پر آپ کا رعب مسلّط ہو گیا اور اُنہوں نے آپ کو ایک فوج ظفر موج کا سپہ سالار جانکر آپ سے عہد وپیمان کی استدعا کی۔ ان لوگوں کو آپکی پیغمبری اور نبوّت کی چنداں پروانہ تھی لیکن آپنے ایک جنگی سپہ سالار کی حیثیت میں اُنکی توجہ کو کھینچ لیا اور وہ آپکی تعظیم کرنے لگے۔ جب کبھی کوئی فتح نصیب ہوئی تو آنحضرت نے یہی مشہور کیا کہ یہہ سب آسمانی مدد اور الہٰی تائید کا نتیجہ ہے۔ اس قسم کے دعاوی سے آپ کی طاقت وشہرت روز افزوں ہوتی گئی لیکن ساتھہ ہی اس قسم کے اشتہار دینا اور ایسی تدبیر پر چلنا از حد خطرناک تھا کیونکہ جب کبھی آپ شکست کھاتے تھے تو طبعی طور پر جو نتیجہ نکل سکتا تھا وہ یہی تھا کہ خدا نے آپ کو ترک کر دیا چنانچہ کچھہ مدت بعد ایسے موقعوں پر فی الحقیقت لوگوں نے یہی نتیجہ نکالا +

جنگ بدر میں شکست کھا کر قبیلہ قریش کے لوگ انتقام کے لئے سخت دانت پیس رہے تھے۔ دوسرے سال اُنہوں نے مصمم ارادہ کیا کہ اپنے دشمنوں کو مغلوب کرنیکے لئے ایک دفعہ پھر میدانِ جنگ میں صف آرا ہوں چنانچہ ۶۲۵ء کے موسم بہار میں پہلے کی نسبت کسی قدر زیادہ فوج فراہم کرکے مدینہ کے قرب وجوار میں جا اُترے۔ اب محمد صاحب نے دانشمندی سے ہر چند چاہا کہ قریش پر حملہ نہ کرے بلکہ خود حفاظتی کے لئے مسلح رہے لیکن آپکے بعض ناتجربہ کار اور سرگرم مومنین نے آپ کو اس تدبیر پر عمل کرنے سے باز رکھا اور کہنے لگے کہ بدوی اقوام کے دلوں میں اب آپکی طاقت اور بالادستی کے رعب داب کا سکّہ بیٹھ چکا ہے

اور اِس لئے اِس وقت حملہ نہ کرنا بزدلی کا اظہار ہوگا آپ کی مشکلات کبوقت مدد آسمانی
اور تائید الٰہی پر شبہ کیا جائیگا۔ آسمانی مدد آنحضرت کی من جانب اللہ رسالت کا ایسا
ثبوت مانی گئی تھی کہ اگر اب کسی امر میں آپ ذرا بھی شک و شبہ ظاہر کرتے تو آپکی تمام
شہرت خاک میں ملجاتی۔ آخرالامر آپ نے قریش کے ساتھ معرکہ آرا ہونا منظور کر لیا اور مومنین
کو فرمایا کہ اگر تم استقلال سے لڑو گے تو خدائے تعالیٰ تم کو فتحمندی[۱] بخشیگا +

کچھ عرصہ تک بہت سی چھوٹی چھوٹی لڑائیاں ہوتی رہیں لیکن جب دونوں فوجیں
اچھی طرح غٹ پٹ ہوئیں تو مسلمانوں نے بہت بُری طرح شکست کھائی اور آنحضرت خود
بھی سخت زخمی ہوئے اور نہایت ناراض ہو کر فرمانے لگے کہ وہ قوم کس طرح ترقی کریگی اور
اسکا کیونکر بھلا ہوگا جس نے اپنے نبی کے ساتھ جو خدا کی طرف بلاتا ہی ایسی بدسلوکی کی؟
جنہوں نے پیغمبر خدا کے چہرہ کو خون[۲] آلودہ کیا اُنپر خدا کے غضب کی آگ نازل ہو اقریش
کی فوج ظفر موج نے اب فتح احد سے تسکین حاصل کی اور بجائے اسکے کہ ہزیمت یافتہ
مومنین کا تعاقب کرے مکّہ کی طرف روانہ ہوئی اور جنگ احد کا خاتمہ ہوا +

جو مسلمان جنگ احد میں کام آئے تھے احادیث میں اُنہیں شہدا بیان کیا ہی
لیکن اس شکست کی صاف تاثیر یہہ تھی کہ مومنین نہایت مغموم[۳] اور مصیبت زدہ ہو گئے جنگ

---

[۱] میور صاحب نے جنگ احد کا حال نہایت مفصل اور شرح لکھا ہی۔ دیکھو *Muir's* *Life of Muhammad* جلد سوم صفحہ ۱۶۰ واں +

[۲] دیکھو *Muir's Life of Muhammad* کی جلد سوم کے ۱۷۵ ویں صفحہ پر مقتبسات واقدی +

[۳] قبیلہ قریش کے لوگوں نے مسلمانوں کی اس شکستہ دلی کو غنیمت جانا اور اُنکو آنحضرت سے برگشتہ کرنیکے لئے

بدرمیں جو آنحضرت کو فتح نصیب ہوئی تھی اُس کو آپنے اسقدر تائید الٰہی اور آسمانی مدد سے منسوب کیا تھا کہ اب احد کی شکست سے خواہ مخواہ یہہ خیال مسلّط ہونے لگا کہ خدا تعالیٰ نے آنحضرت کی مدد و یاوری سے دست بردار ہو گیا + خصوصاً یہودیوں نے اس دلیل پر بہت زور دیا اور کہنے لگے کہ محمد صاحب شاہی جاہ و جلال کی دھن میں مستغرق ہو رہے ہیں اور کسی طرح سے وہ اپنے آپکو اِس سے بری نہیں کر سکتے۔ آجتک کسی سچّے نبی کی یہہ حالت نہیں ہوئی کہ اُس نے محمد صاحب کی طرح میدان جنگ میں شکست کھائی ہو اور آنحضرت کی طرح اپنے مومنین سمیت مجروح و زخمی ہو کر میدان جنگ سے گریزاں[ل۵] ہوا ہو + اب اس امر کی ضرورت پڑی کہ آنحضرت ہر طرح کی تدابیر و تقریر سے یہودیوں کے اعتراضات کا کافی جواب دیں اور بعض مسلمانوں کے مخفی اور دلی شکوک کو رفع کریں چنانچہ آپنے نہایت ہوشیاری سے وحی آسمانی کو پیش کیا اور فرمایا کہ جنگ احد میں شکست کے اسباب یہہ تھے کہ اکثر مومنین کے درمیان باہمی لڑائی جھگڑے اور نا اتفاقی تھی سپہ سالاروں کا حکم نہیں مانتے تھے اور اپنی شخصی حفاظت اور سلامتی کے خواہاں تھے چنانچہ سورۂ آل عمران کے سولھویں رکوع میں یوں مرقوم

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۴۔ کوشش کرنے لگے۔ اسکے مقابلہ میں آنحضرت بھی خاموش نہ تھے چنانچہ آپنے فرمایا کہ یاایّھا الّذین امنوا آن تطیعوا الّذین کفروا یردوکم علیٰ اعقابکم فتنقلبوا خٰسرین یعنے اے ایمان والو اگر تم کہا مانوگے منکروں کا تو تم کو پھیر دینگے اُلٹے پاؤں پھر جا پڑوگے نقصان میں (دیکھو سورۂ آل عمران رکوع ۱۵ واں) + مفسر حسین فرماتے ہیں کہ منافقوں نے سچّے مسلمانوں کو اسلام سے روگردان ہونیکی ترغیب دی اور کہنے لگے کہ محمد صاحب کی نبوت کا زمانہ گذر گیا ہے اور کفار اُنپر غالب آگئے ہیں سو بہتر ہے کہ اب پھر اپنے پُرانے مذہب کو اختیار کرو۔ چنانچہ تفسیر حسینی کے ۷۵ ویں صفحہ میں یوں مندرج ہے کہ منافقان مومنان را میگفتند کہ این زمان پیغمبر گذشتہ شد رایت دولت کفار استیلا یافت شمارا دیگر بارہ بدین خود رجوع باید کرد +

ل۵ دیکھو Muir's Life of Muhammad جلد سوم کے ۱۰۹ ویں صفحہ پر مقتبسات واقدی +

ہر کہ لَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗۤ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ حَتّٰۤى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ فِى الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَاۤ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ[1] یعنے اللہ تو سچ کر چکا تم سے اپنا وعدہ جب تم لگے اُن کو کاٹنے اُسکے حکم سے جب تک تم نے نامردی کی اور کام میں جھگڑا ڈالا اور بے حکمی کی بعد اُسکے کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز - کوئی تم میں سے چاہتا تھا دنیا اور کوئی تم میں سے چاہتا تھا آخرت[2] پھر تم کو اُلٹ دیا اُنپر سے اِسواسطے کہ تم کو آزماوے +

پھر بیان کیا جاتا ہو کہ خدائے تعالیٰ نے مومنوں کے اخلاص اور اُنکے ایمان کی صحت کی آزمائش کی غرض سے یہہ شکست بھیجی تھی چنانچہ سورہ آلِ عمران کے چودھویں اور سترھویں رکوع میں مندرج ہو کہ اِنْ يَّمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا بَيْنَ النَّاسِ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۙ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَمَاۤ اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ۖ یعنے اگر تم نے زخم پایا[3] تو وہ لوگ بھی پا چکے ہیں زخم ایسا ہی اور یہہ دن بدلتے لاتے ہیں ہم لوگوں میں اور اسواسطے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہو اور کر لے بعضے تم میں سے

---

[1] حکم رسول کے یا حکم سردار عبداللہ بن جبیر کے (خلاصۃ التفاسیر جلد اول صفحہ ۳۱۱ واں) +

[2] بیضاوی کہتا ہو کہ بعض محاربین صفوف جنگ سے اپنا مقام چھوڑ کر لوٹ مار میں مصروف ہو گئے تھے اور بعض رسول اللہ کے حکم کے مطابق اپنی اپنی جگہ جمے رہے +

[3] بیضاوی کے نزدیک اسکے معنے یہہ ہیں کہ اگر جنگ اُحد میں وہ تم پر غالب آ گئے ہیں تو جنگ بدر میں تم اُن پر غالب آ چکے ہو +

شہید اور اللہ چاہتا نہیں[۵] ناحق والوں کو اور اسواسطے کہ نکھارے اللہ ایمان والوں کو اور مٹادے منکروں کو اور جو کچھ تم کو سامنے آیا جس دن بھڑیں دو فوجیں سو اللہ کے حکم سے اور اسواسطے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو اور تا کہ معلوم کرے انکو جو منافق تھے +

یہودیوں کی طعن وتشنیع کے جواب میں آنحضرت نے وحی آسمانی کی زبانی یوں بیان کیا کہ آگے بھی انبیا پر اسی طرح تکالیف مصائب آتی رہی ہیں میں اُن سے مستثنیٰ نہیں ہوں چنانچہ سورہ آل عمران کے پندرھویں رکوع میں مرقوم ہے کہ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ اَفَاِىْٕنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ۭ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰي عَقِبَيْهِ فَلَنْ يَّضُرَّ اللّٰهَ شَـيْـــًٔا ۭ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا[۲] مُّؤَجَّلًا ۭ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَھُمْ

---

۵ بیضاوی کے بیان کے مطابق اسکا مطلب یہہ ہے کہ خدا دراصل منکروں کی مدد نہیں کرتا بلکہ بعض اوقات اُن کو محض اس غرض سے فتحمند کر دیتا ہے تاکہ اُن کو امتحان میں ڈالے اور مومنین کو آزماوے +

۲ ان آیات میں آنحضرت کی جنگ احد میں فرضی موت کی طرف اشارہ ہے اور اس میں جو استدلال کیا گیا ہے وہ یہہ ہے کہ اگر محمد صاحب میدان جنگ میں مارے بھی جاتے تو مومنین کے لئے مناسب نہ تھا کہ اسلام کو ترک کریں۔ کیونکہ پہلے تمام نبی مر گئے پر اُن کے دین باطل ومنسوخ نہیں ہوئے بلکہ قائم رہے محدثین کا بیان ہے کہ جب آنحضرت جنگ اُحد میں زخمی ہو کر زمین پر گر پڑے تو مومنین یوں پکار کر کہنے لگے کہ اگر محمد صاحب مر گئے ہیں تو کچھ عجیب بات نہیں ہوئی۔ خدا زندہ ہے۔ وہ کبھی نہیں مرتا۔ اُسکا پیغمبر اپنا کام ختم کر چکا تم اپنے ایمان کی خاطر لڑو لیکن منافقین کہنے لگے کہ چونکہ محمد مر گیا ہے آؤ ہم اپنے گھروں کو واپس چلیں (Muir's Life of Muhammad جلد سوم کے ۳۷۱ ویں صفحہ مقتبسات واقدی)

بیضاوی بیان کرتا ہے کہ ابن قمیہ نے آنحضرت کے علم بردار مصعب بن عمر کو قتل کیا یہہ سمجھ کر کہ میںنے محمد کو مار ڈالا ہے زور سے پکار اُٹھا کہ میںنے محمد کو قتل کر دیا ہے۔ یہہ سنکر مسلمان میدان سے بھاگ نکلے لیکن آنحضرت نے اُن کو پکارا اور کہا کہ اے خدا کے بندو میری طرف آؤ پر منافقین نے کہا کہ اگر محمد خدا کا نبی ہوتا تو

فِی سَبِیۡلِ اللّٰہِ وَ مَا ضَعُفُوۡا وَ مَا اسۡتَکَانُوۡا وَ اللّٰہُ یُحِبُّ الصّٰبِرِیۡنَ ـ یعنے محمد تو ایک رسول ہی ہو چکے پہلے اس سے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تم پھر جاوٴ گے اُلٹے پاوٴں اور جو کوئی پھر جائیگا اُلٹے پاوٴں وہ نہ بگاڑیگا اللہ کا کچھہ اور اللہ ثواب دیگا بھلا ماننے والوں کو اور کوئی جی مر نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے لکھا ہوا وعدہ اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھہ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب[1] پھر نہ ہارے ہیں کچھہ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں نہ سُست ہوئے ہیں نہ دب گئے ہیں اور اللہ چاہتا ہی ثابت رہنے والوں کو +

پھر آنحضرت نے مسئلہ تقدیر اور شیطانی تاثیرات کے متعلق تعلیم دیکر اپنے مطلب کی تاویلات کو بہم پہنچایا چنانچہ سورۂ آلِ عمران کے، اویں رکوع میں یوں مرقوم ہی کہ اِنۡ یَّنۡصُرۡکُمُ اللّٰہُ فَلَا غَالِبَ لَکُمۡ ۚ وَ اِنۡ یَّخۡذُلۡکُمۡ فَمَنۡ ذَا الَّذِیۡ یَنۡصُرُکُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِہٖ ؕ وَ عَلَی اللّٰہِ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۷۔ مارا نہ جاتا۔ آوٴ ہم اپنے بھائی بندوں اور اپنے پرانے دین کی طرف واپس چلیں + ان آیات کے ترجمہ پر عبد القادر کا حاشیہ اور تفسیر حسینی کا ۸۵ واں صفحہ ملاحظہ کیجیئے +

[1] لفظ ربّیّون کے معنے عالم اور نیکوکار کے بھی ہیں محدثین وکاین من نبی قتل معہ ربّیّون کثیرٌ کے ترجمہ کے باب میں لکھتے ہیں کہ بسا پیغامبر کہ قتال کردند کفار ہمراہ او خدا پرستان بسیار + عبد اللہ ابن عباس کے نزدیک ربیون کثیرٌ کے معنے جموع کثیر اور حسین کے نزدیک سپاہ فراوان ہیں + خلاصۃ التفاسیر میں یوں لکھا ہی کہ آپ سے پہلے پیغمبر گذرے جنکے ساتھہ اللہ والے لڑتے تھے + ابن کثیر۔ ابو عمر اور یعقوب وغیرہ قاری قَاتَلَ (لڑا یا قتل کیا) کی جگہ قُتِلَ (لڑائی کیا گیا یا قتل کیا گیا) پڑھتے ہیں اور بعض کے نزدیک قُتِّلَ صحیح ہی سوا گر ان قرئتوں کے مطابق خیال کیا جاوے تو پہلی صورت میں جو معنے ہونگے وہ یہہ ہیں کہ بسا اوقات نبی قتل کیا گیا جبکہ نیکوکار لوگ اُسکے ہمراہ تھے + دوسری صورت میں یہہ کہ بسا اوقات نبی نیکوکاروں کے ساتھہ مارا گیا + پس اس طرح اس آیت کے معنے یہہ نہیں ہیں کہ نبی نیکوکار لوگوں سے لڑتا تھا بلکہ یہہ کہ نیکوکار لوگ نبی کے ساتھہ ہو کر لڑتے اور دشمنوں کو قتل کرتے تھے یا نبی کے ساتھہ ہی قتل کیئے جاتے تھے یا درحالیکہ وہ نبی کے ساتھہ ہوتے تھے تو بھی نبی قتل کیا جاتا تھا +

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ٥ یعنے اگر اللہ تمہاری مدد کریگا تو کوئی تم پر غالب نہ ہوگا اور جو وہ تم کو چھوڑ دیگا پھر کون ہی کہ تمہاری مدد کریگا۔ اُسکے بعد اور اللہ پر بھروسہ چاہئے مسلمانوں کو+ اس آیت سے آنحضرت نے یہہ بات سمجھائی کہ اگر خدا تمہاری مدد کرے جیسی کہ اُسنے جنگِ بدر میں کی تو تم غالب آسکتے ہو پر اگر وہ تم کو چھوڑ دے جیسا کہ اُسنے جنگِ احد میں چھوڑ دیا تم ضرور شکست کھاؤ گے چنانچہ سورۂ آلِ عمران کے پندرھویں اور سولھویں رکوع اور سورہ حدید کے تیسرے رکوع میں یوں مندرج ہی کہ مَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا٩ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ لا اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ[۱] مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ط یعنے کوئی جی مر نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے لکھا ہوا۔ جو لوگ تم میں ہٹ گئے جسدن بھڑیں دو فوجیں سو اُن کو ڈگا دیا شیطان نے۔ کوئی آفت نہیں پڑی ملک میں اور نہ آپ تم میں جو نہیں لکھی ایک کتاب میں پہلے اس سے کہ پیدا کریں ہم اُسکو+

آخر الامر جو لوگ جنگ احد میں مارے گئے تھے اُن کو آنحضرت نے خطاب شہادت سے ممتاز کیا اور اُنکی جزا میں مبالغہ کرنے کرنے اُنکو آسمانی افواج میں شریک کر دیا چنانچہ سورۂ آلِ عمران کے ۱۷ ویں رکوع میں مندرج ہی کہ لَا تَحْسَبَنَّ[۲] الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا

---

[۱] نولدیکی صاحب فرماتے ہیں کہ یہہ آیت اُسوقت نازل ہوئی تھی جب آنحضرت سخت مصیبت میں مبتلا تھے اور اس سے صاحب موصوف نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہہ ساری سورت ہی جنگ احد کے بعد نازل ہوئی تھی۔ مفسرین اسلام اس آیت کو کسی خاص واقعہ کی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ اسکے عام معنے لیتے ہیں حسینی بیان کرتا ہی کہ اس سے کال و قحط۔ مالی نقصانات۔ بیماری اور افلاس مراد ہیں جو کہ پہلے ہی لوح محفوظ میں مرقوم ہیں دیکھو تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۱۳۸ و ۲+

[۲] احادیث میں شہید و نکی بہشتی فرخندہ فالی و خوشحالی کی نسبت نہایت عجیب و غریب حکایات مندرج ہیں۔ آنحضرت نے خود فرمایا کہ جب مومنین احد میں شہید ہوئے اللہ تعالیٰ نے اُنکی روح سبز پرندوں کے بدنوں

بَلْ اَحْيَاۗءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۝ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىھُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا ھُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝ یعنے تو نہ سمجھ جو لوگ مارے گئے اللہ کی راہ میں مردے بلکہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس روزی پاتے خوشی کرتے اسپر جو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور خوشوقت ہوتے ہیں اُنکی طرف سے جو ابھی نہیں پہنچے اُن میں پیچھے سے اسواسطے کہ ڈر ہے اُن پر نہ اُنکو غم خوشوقت ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس سے کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی +

سورۂ آلِ عمران کے آخر میں ایک مغلق المضمون سی آیت پائی جاتی ہے جس سے آنحضرت پر یہہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اگرچہ ساکنانِ مکہ کو جنگ احد کیوقت سے کافی آزادی حاصل ہے اور وہ اپنے تجارتی کاروبار کے لئے بلا روک ٹوک اِدھر اُدھر شہروں میں آتے جاتے ہیں تاہم آپکو بیدل ہونا اور کسی طرح سے دھوکہ نہیں کھانا چاہیئے چنانچہ لکھا ہے کہ لَا يَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ[1] الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ ۝ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ثُمَّ مَاْوٰىھُمْ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمِهَادُ ۝ یعنے تو نہ بہک اسپر کہ آتے جاتے ہیں کافر شہروں میں ۔ یہہ فائدہ ہے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۹ - میں کردی جو جنت کی نہروں اور میووں سے کھاتے پیتے ہیں (خلاصۃ التفاسیر جلد اول صفحہ ۳۲۰ و ۳۲۱) مفسر معالم فرماتے ہیں کہ اس آیت میں شہیدانِ بدر کی طرف اشارہ ہے اور اس سے شہیدانِ احد مراد نہیں ہیں +

[1] تَقَلُّبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فِي الْبِلَادِ کے معنوں کے باب میں مفسر عبد اللہ ابن عباس فرماتے ہیں کہ ذهاب اليهود والمشركين في التجارة یعنے یہودیوں اور مشرکوں کا اِدھر اُدھر تجارت کی غرض سے آنا جانا + تفسیر حسینی کی پہلی جلد کے ۱۹۵ ویں صفحہ میں مفسر حسین لکھتے ہیں باید کہ فریب ندہد ترا رفتن و آمدن کافران در شہرہا برائے تجارت +

تھوڑا سا پھر اُن کا ٹھکانا دوزخ ہی اور کیا بُری تیار رہی ہی +

اِن حالات سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ جنگ احد میں مسلمانوں نے ایسی شکست فاش کھائی تھی کہ عرب کے بُت پرست لوگ بے خوف اپنے معمولی کاروبار کے لئے ادھر اُدھر آتے جاتے تھے۔ اس سے آنحضرت بہت بیدل ہونے لگے اور آپکے مومنین کی بھی ہمت ٹوٹنے لگی لہذا آنحضرت کی ہمت بڑھانے اور آپکے مریدوں کی دلجمعی کرنے کے لئے مذکورہ بالا آیت نازل ہوئی +

سورۂ آلِ عمران[1] اس مضمون کی آیات سے پُر ہی اور اس سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت اِن حالات کے باعث نہایت مشکل میں تھے اور آپ نے نہایت جانفشانی سے کوشش کی کہ اُحد کی شکست سے جو خطرات متصور ہوسکتے تھے ان کو مدینہ سے دفع کریں اور ان کے تدفیعہ کے وسیلہ سے اپنے مریدوں کو استقلال بخشیں +

علاوہ اس کے یہہ سورت اس امر کی ایک نہایت عمدہ اور صریح نظیر ہی کہ جب مسلمان اپنی خستہ حالی اور بربادی کے باعث بیدل ہوجاتے اور ہمت ہار بیٹھتے تھے تو اُن کی تسلّی و تشفّی کے لئے کس عجیب طور سے عین وقت پر وحی کا نزول ہوتا تھا +

ایسا معلوم ہوتا ہی کہ تھوڑی دیر بعد پھر آنحضرت کو کامیابی کی اُمید ہوگئی کیونکہ جنہوں نے جنگ احد میں پیٹھ دکھائی تھی اُن کو آپ نے خوب دھمکایا[2] اور ملامت کی اور

---

[1] آنحضرت کی نظر میں یہہ سورت از حد قابل قدر تھی چنانچہ آپنے فرمایا کہ جو کوئی سورۂ آلِ عمران کو پڑھیگا اُس کو ہر ایک آیت کے ثواب میں یہہ حق حاصل ہوگا کہ پل صراط سے سلامت گذر جاوے۔ Chrestomathia Baidawania صفحہ ۲۴۴ اواں +

[2] یا ایہا الذین امنوا لِمَ تقولون ما لا تفعلون۔ کبر مقتا عند اللہ ان تقولوا ما لا

بیان فرمایا کہ اب ضرور اسلام غالب آئیگا اور صرف دینِ اسلام ہی کل دنیا کا دین قرار پائیگا۔ چنانچہ سورۂ صف کی ۹ ویں آیت میں یوں مندرج ہو کہ ھُوَ الَّذِیۡۤ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَہٗ بِالۡہُدٰی وَدِیۡنِ الۡحَقِّ لِیُظۡہِرَہٗ عَلَی الدِّیۡنِ کُلِّہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُشۡرِکُوۡنَ ۔ یعنے وہی ہی جس نے بھیجا اپنا رسول راہ کی سوجھہ لیکر اور سچا دین کہ اسکو اوپر کرے دینوں سے سب سے اور پڑے برا مانیں شرک کرنیوالے +

جنگِ احد[۲] کے بعد دونوں فوجیں باہم یہہ دھمکی سنا کر کہ اگلے سال میدان بدر میں پھر دیکھینگے میدان جنگ سے روانہ ہوئیں + دوسرے سال جب وقت آیا تو قبیلۂ قریش کے لوگ بہت سی فوج لیکر حسب وعدہ بدر کی طرف روانہ ہوئے لیکن گرمی کی شدت اور تمازت آفتاب کی تاب نہ لاکر مکہ کی طرف واپس چلے گئے +

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۴۱ تفعلون - انّ اللہ یحب الّذین یقاتلون فی سبیلہٖ صفاً کانّھم بنیانٌ مّرصوص - یعنے ای ایمان والو کیوں کہتے ہو منہہ سے جو نہیں کرتے - بڑی بیزاری ہی اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو - اللہ چاہتا ہی اُن کو جو لڑتے ہیں اُسکی راہ میں قطار باندھکر جیسے وہ دیوار ہیں سیسہ پلائی +

[۱] اس آیت کے آخری حصہ کا مطلب مفسرین کے نزدیک یہہ ہی کہ اسلام کا غلبہ عین اُسی وقت ہوگا جب یسوع مسیح دوبارہ تشریف لاوینگے چنانچہ تفسیر حسینی کی دوسری جلد کے ۴۰۰ ویں صفحہ میں یوں مندرج ہی کہ تا غالب گرداند این دین را بر ہمہ کیش و ملت بوقت نزول عیسیٰ کہ ہمہ اہل زمین دین اسلام قبول کنند + دوسرا مصنف کہتا ہی کہ اس آیت میں اشارہ ہی کہ اسلام ناسخ ادیان ہی +

[۲] ابعض مومنین نے آنحضرت کو صلاح دی کہ یہود و نصاریٰ سے دوستی پیدا کریں لیکن وحی آسمانی نے اس سے رد کیا چنانچہ سورۂ مائدہ کے آٹھویں رکوع کی پہلی آیت میں یوں مرقوم ہی کہ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَتَّخِذُوا الۡیَہُوۡدَ وَالنَّصٰرٰۤی اَوۡلِیَآءَ ۘؔ بَعۡضُہُمۡ اَوۡلِیَآءُ بَعۡضٍ ؕ وَمَنۡ یَّتَوَلَّہُمۡ مِّنۡکُمۡ فَاِنَّہٗ مِنۡہُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِی الۡقَوۡمَ الظّٰلِمِیۡنَ ۔ یعنے ای ایمان والو مت پکڑو یہود و نصاریٰ کو رفیق - وہی آپس میں رفیق ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں اُن سے رفاقت کرے وہ اُنہیں میں ہی - اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو +

سو جب آنحضرت اپنے بہادروں سمیت بدر میں پہنچے تو وہاں قریش کا نام و نشان بھی نہ تھا۔ آپ نے آٹھ یوم تک بدر میں قیام کیا اور آپ نے مال واسباب کو فروخت کرنے سے بہت سا نفع اٹھایا۔ اس نیک فرجامی کے باب میں جس کے عوض میں سخت کشت وخون کی امید تھی فی الفور وحی کا نزول ہوا چنانچہ سورۂ آل عمران کے اٹھارھویں رکوع میں یوں مسطور ہے اَلَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَآ اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ط لِلَّذِیْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِیْمٌ ۚ اَلَّذِیْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِیْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ یَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِیْمٍ ۝ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ ص فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ ۝ یعنے جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول کا بعد اس کے کہ ان میں پڑ چکا تھا گھاؤ[1]۔ جو ان میں نیک ہیں اور پرہیزگار ان کو ثواب بڑا ہے۔ جنکو کہا لوگوں نے کہ انہوں نے جمع کیا اسباب تمہارے مقابلے کو سو تم ان سے خطرہ کرو۔ پھر ان کو زیادہ آیا ایمان اور بولے بس ہے ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے۔ پھر چلے آئے[2] اللہ کے احسان سے اور فضل سے[3] کچھ نہ پہنچی برائی اور چلے اللہ کی رضا پر

---

[1] جنگ احد کی ہزیمت وشکست کی طرف اشارہ ہے +

[2] یعنے میدان بدر سے بغیر لڑنے اور تکالیف وخطرات جنگ کو برداشت کرنے کے واپس آئے +

[3] یا تو مومنین یہاں لوٹ کے مال سے مالا مال ہوئے یا بیضاوی کے بیان کے مطابق وہاں ایک بڑا بھاری میلہ تھا اور انہوں نے خرید وفروخت کر کے بہت نفع حاصل کیا +

اور اللہ کا فضل بڑا ہی[١] یہہ جو ہی سو شیطان[٢] ہی کہ ڈراتا ہی اپنے دوستوں سے سو تم مت ڈرو
اور مجھ سے ڈرو اگر ہو تم ایمان والے +

قریش کے علاوہ چند دیگر اقوام پر بھی آپنے کئی بار حملے کئے۔ ان میں سے سوائے ایک
کے جس میں آپنے صلوٰۃ الخوف کے قوانین کو قائم کیا کوئی بھی قابل ذکر نہیں ہی جب[٣]
فوج کا ایک حصہ نماز میں مشغول ہوتا تھا تو دوسرا حفاظت کے لئے تیغ برہنہ کھڑا رہتا تھا۔ اس
وقت سے قرآن ایک ذریعہ قرار پایا۔ حرب و ضرب کی تمام خبریں اور ہر طرح کے فوجی احکام خدائے
تعالیٰ کی طرف سے براہِ راست قرآن ہی کی معرفت تمام معاملات طے ہونے لگے +

بعض اوقات آنحضرت کی خانگی زندگی کے متعلق آپکو راستکار قرار دینے کی غرض
سے بھی وحی کا نزول ہوتا تھا۔ جو آسمانی فیصلے آپکے اِسوقت کے مدنی معاملات سے
علاقہ رکھتے ہیں اُنسے اس امر کی بخوبی تشریح ہو جائیگی اگرچہ اُنکا واقعی طور پر وقوع میں

---

[١] یعنے اُن کو ایمان کی مضبوطی بخشنے اور دشمنوں کے مقابلہ میں استقلال و شجاعت عطا فرمانے
میں دیکھو بیضاوی کی تفسیر قرآن +

[٢] تحقیق معلوم نہیں کہ یہاں شیطان سے کون مراد ہی۔ ابن عباس اور بیضاوی دونوں مفسروں کا خیال ہی کہ اس
سے نعیم جو مسلمانوں کو ڈرانے کی کوشش کرتا تھا یا ابو سفیان قریشی سردار مراد ہی +

[٣] سورہ نساء کے پندرھویں رکوع میں مندرج ہی وَاِذَا كُنْتَ فِيهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ طَآئِفَةٌ
مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ وَّرَآئِكُمْ وَلْتَاْتِ
طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا یعنے اور جب تو اُن میں ہو پھر اُن کو نماز میں کھڑا کرے تو چاہئے
ایک جماعت اُن کی کھڑی ہو تیرے ساتھ اور ساتھ لیویں اپنے ہتھیار پھر جب یہہ سجدہ کر چکیں تو پرے ہو جاویں
اور آوے دوسری جماعت جس نے نماز نہیں کی وہ نماز کرے + اس امر کے مفصل بیان کے لئے
Sell's Faith of Islam صفحہ ۲۷۱ واں ملاحظہ فرماویں +

آنا ؁۶ہ ع میں اور جنگ احد کے بعد کے زمانہ میں بیان کیا جاتا ہی+ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ آپ اپنے متبنّٰی زید کے گھر تشریف لے گئے اور اُسکی زوجہ زینب کے حسن وجمال کو دیکھکر اُسپر ایسے فریفتہ اور بیدل ہوئے کہ بس پھر نہ سنبھلے۔ زید فی الفور زینب کو طلاق دیکر آنحضرت کی نظر کرنے پر آمادہ ہوگیا لیکن آپنے فرمایا کہ اپنی بیوی کو اپنے پاس رکھہ اور خدا سے ڈر۔ پر زید ایک صاحب بصیرت شخص تھا اُسنے زینب کو طلاق دیدی۔ عام طور پر آنحضرت کا زینب کو سلکِ زوجیت میں منسلک کرنا کچھہ بڑی بات نہ تھی اور شاید اس سے آپکے نام پر کسی طرح کا کوئی دھبا نہ لگتا لیکن کسی شخص کا اپنے متبنّٰی کی بیوی سے شادی کرنا گو اُسنے طلاق بھی دیدی ہو اہل عرب کی نظروں میں نہایت گھناؤنا اور مکروہ تھا۔ بمصداق ہرچہ بادا باد ما کشتی در آب انداختیم۔ آنحضرت زینب کے بغیر کب رہ سکتے تھے۔ وحی کا نازل کرانا تو اپنے ہاتھہ میں تھا۔ شادی رچادی اور الہٰی منظوری کے ثبوت میں ایک آیت پڑھہ سنائی۔ یہہ ایک ضروری امر تھا کہ پہلے آپ متبنّوں کی بیویوں سے نکاح کرنیکے متعلق لوگوں کے عام اعتراضات کو خدا کے نزدیک نامعقول قرار دیں چنانچہ سورۂ احزاب کی چوتھی آیت میں یوں مرقوم ہی مَا جَعَلَ اَدْعِیَاءَ کُمْ اَبْنَاءَ کُمْ یعنے اللہ تعالےٰ نے تمہارے لیپالکوں کو تمہارے بیٹے نہیں بنایا+

اہل عرب کے دستور اور اُنکی مروجہ رسومات کے لحاظ سے محمد صاحب کا زید سے ایسا رشتہ تھا جیسا کہ باپ کا اپنے حقیقی بیٹے سے ہوتا ہی لیکن اسلام نے خدا کے حکم سے اس رشتہ کو برطرف و بالائے طاق رکھدیا۔ جب آپکے لئے یہہ ایک عام اصول قائم ہوگیا تو پھر زینب کے معاملہ میں آپکے سامنے کوئی مشکل باقی نہ رہی اور اہل عرب کے خیالات

کو آسمانی اختیار سے ہیچ اور بیہودہ ثابت کرنیکے دعویدار ہوئے چنانچہ سورۂ احزاب
کے پانچویں رکوع میں یوں مندرج ہو کہ وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاَنْعَمْتَ
عَلَیْہِ اَمْسِكْ عَلَیْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰہَ وَتُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰہُ مُبْدِیْہِ
وَتَخْشَی النَّاسَ ۚ وَاللّٰہُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشٰہُ فَلَمَّا قَضٰی زَیْدٌ مِّنْھَا وَطَرًا زَوَّجْنٰكَھَا لِكَیْ
لَا یَكُوْنَ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ حَرَجٌ فِیْٓ اَزْوَاجِ اَدْعِیَآئِھِمْ اِذَا قَضَوْا مِنْھُنَّ وَطَرًا ؕ
وَكَانَ اَمْرُ اللّٰہِ مَفْعُوْلًا ۔ مَا كَانَ عَلَی النَّبِیِّ مِنْ حَرَجٍ فِیْمَا فَرَضَ اللّٰہُ لَہٗ ؕ یعنے اور
جب تو کہنے اُس شخص کو جسپر اللہ نے احسان کیا[1] اور تو نے احسان کیا[2] رہنے دے اپنے
پاس اپنی جورو اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا اپنے دل میں ایک چیز جو اللہ اُسکو کھولا چاہتا
ہو اور ڈرتا تھا[3] لوگوں سے اور اللہ سے زیادہ چاہئے ڈرنا تجھکو۔ پھر جب زید تمام کر چکا
اُس عورت سے اپنی غرض ہم نے وہ تیرے نکاح میں دی۔ تا نرہے سب مسلمانوں پر
گناہ نکاح کر لینا اپنے لے پالکوں کی جوروؤں سے جب وہ تمام کریں اُنسے اپنی غرض اور

---

[1] یعنے اسکو مشرف باسلام ہونے کی اجازت و توفیق بخشی ۔
[2] اُسکو اپنا متبنّی بنایا ۔

[3] تفسیر حسینی اور صحیح البخاری میں مذکور ہو کہ اللہ مبدیہ سے اس امر کی طرف اشارہ ہو کہ زینب آخر کار آپکے نکاح میں آئیگی اور تخشی النّاس سے یہہ مراد ہو کہ محمد صاحب اہل عرب کی رسومات کی خلاف ورزی سے ڈرتے تھے کیونکہ اُنکے دستور کے مطابق متبنّی کی بیوی سے نکاح کرنا ناجائز تھا۔ چنانچہ صحیح البخاری کی تیسری جلد کے ۱۳۱۲ ویں صفحہ میں مندرج ہو و تخفی فی نفسک ما اللہ مبدیہ نزلت فی شان ابنۃ جحش و زید ابن حارثۃ۔ تفسیر حسینی کی دوسری جلد کے صفحہ ۲۰۱ میں یوں مرقوم ہو و تخفی فی نفسک وپنہاں میکردی درنفس خود ما اللّٰہ مبدیہ آنچہ خدا پیدا کنندۂ آن است یعنی آنرا کہ زینب داخل ازواج طیبات تو خواہد بود۔ و تخشی النّاس و ترسیدی از سرزنش مردم کہ گویند زن پسر خواندہ را بخواست ۔

ہی اللہ کا حکم کرنا نبی پر کچھ مضائقہ نہیں اُسبات میں جو ٹھہرا دی اللہ نے اُسکے واسطے +

پھر آنحضرت کو یہہ ایک اور مشکل پیش آئی کہ زینب آپکی حقیقی پھوپھی امیمہ کی بیٹی تھی وحی کے وسیلہ سے پھر آپکو ایک اور خاص حق جس سے آپکے سب مرید محروم تھے عطا ہوا اور اس سے یہہ مشکل بھی رفع دفع ہو گئی۔ چنانچہ سورۂ احزاب کے چھٹے رکوع میں یوں مرقوم ہی یَا اَیُّهَا النَّبِیُّ اِنَّا اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِیْٓ اٰتَیْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ یَمِیْنُكَ مِمَّآ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَیْكَ وَبَنٰتِ عَمِّكَ وَبَنٰتِ عَمّٰتِكَ[۱] وَبَنٰتِ خَالِكَ وَبَنٰتِ خٰلٰتِكَ الّٰتِیْ هَاجَرْنَ مَعَكَ وَامْرَاَةً مُّؤْمِنَةً اِنْ وَّهَبَتْ نَفْسَهَا لِلنَّبِیِّ اِنْ اَرَادَ النَّبِیُّ اَنْ یَّسْتَنْكِحَهَا خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِیْنَ + یعنے ای نبی ہم نے حلال رکھیں تجھہ کو تیری عورتیں جن کے مہر تو دے چکا اور جو مال ہو تیرے ہاتھہ کا جو ہاتھہ لگا دے تجھہ کو اللہ اور تیرے چچا کی[۱] بیٹیاں اور پھوپھیوں کی بیٹیاں اور تیرے ماموں کی بیٹیاں اور خالاؤں کی بیٹیاں جنہوں نے وطن چھوڑا تیرے ساتھہ اور کوئی عورت[۲] جو مسلمان ہو کر بخشے اپنی جان نبی کو اگر نبی چاہے کہ اسکو نکاح میں لے یہہ نری ہی تجھی کو سوا سب مسلمانوں کے +

---

[۱] مفسر حسین صاف فرماتے ہیں کہ بنٰتِ عمّٰتِكَ میں زینب کی طرف اشارہ ہی چنانچہ تفسیر حسینی کی دوسری جلد کے صفحہ ۲۰۴ میں اسکے بیان میں یوں مرقوم ہی کہ دختران عمہائے تو از اولاد عبدالمطلب + یہہ آیت آنحضرت کے زینب سے نکاح کرنیکے وقت یعنے ۶۲۶ء سے بعد کی ہی اور آنحضرت کے کردہ کو دائرۂ جواز میں لاتی ہی اور لونڈی کا حوالہ بنی قریظہ کے قتل کی طرف اشارہ کرتا ہی جو کہ ۶۲۷ء میں واقع ہوا تھا جبکہ آنحضرت نے اپنی پہلے پہل اسیر کردہ عورتوں میں سے ریحانہ کو اپنے حرمین شریفین میں داخل کیا تھا +

[۲] سورۂ النساء میں جو دوسرے مسلمانوں کے لئے حدود اور قواعد مقرر کئے گئے ہیں اُن سے اسکے وسیلہ سے آنحضرت معذور رکھے جاتے ہیں +

چونکہ زینب اور اُسکا بھائی آنحضرت کی اس کارروائی میں رضامند نہ تھے اِس لیے
سورۂ احزاب کے پانچویں رکوع میں خدا کی طرف سے آپ نے اُن کو یوں ملامت کی
وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ وَّلَا مُؤْمِنَةٍ اِذَا قَضَى اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَمْرًا اَنْ يَّكُوْنَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ مِنْ اَمْرِهِمْ ط
وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًا مُّبِيْنًا ۝[1] یعنے اور کام نہیں کسی ایماندار مرد کا نہ
عورت کا جب ٹھہراوے اللہ اور اُسکا رسول کچھ کام کہ اُنکو رہے اختیار اپنے کام کا اور جو
کوئی بے حکم چلا اللہ کے اور اُس کے رسول کے سو راہ بھولا صریح چوک کر +
اس آیت سے معاملہ طے ہو گیا اور زینب کے ساتھ آنحضرت کا نکاح جائز قرار دیا گیا۔
اِسی سورت میں ایک آیت سے ثابت ہوتا ہی کہ آنحضرت کو اسوقت موجودہ نو بیویوں کے
علاوہ کسی اور سے نکاح کرنے سے منع کیا گیا لیکن ساتھ ہی آپ کو یہہ اجازت ملی کہ
جسقدر اور عورتیں رکھنی چاہیں حرموں کے طور پر رکھ لیں چنانچہ اس امر کے جواز کے باب
میں قرآن میں یہہ فقرہ مندرج ہی کہ مَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ[2] یعنے جو مال ہو تیرے ہاتھ کا اسوقت
اِسبات کے طول طویل بیان کی کچھ ضرورت نہیں + سورۂ نساء جو کہ سنہ ۵ ہجری میں نازل

---

[1] مفسر بالاتفاق اس مرد و عورت سے زید و زینب مراد لیتے ہیں چنانچہ ترمذی اور معالم اور دوسری تفاسیر میں مروی ہی کہ یہہ آیت زینب کے حق میں نازل ہوئی۔ دیکھو خلاصۃ التفاسیر جلد سوم صفحہ ۵۵۹ وال تفسیر ابن عباس کے ۴۸۴ ویں صفحہ پر مرقوم ہی لمؤمنٍ زید لا مؤمنۃٍ زینب + مفسر حسین بھی کہتا ہی کہ اس سے زینب ہی مراد ہی۔ دیکھو تفسیر حسینی جلد دوم صفحہ ۲۰۱ وَمَنْ يَّعْصِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ پر حسین بہت زور دیتا ہی اور قرآن و سنت کو متساوی الحیثیت قرار دیکر یوں لکھتا ہی کہ ہر کہ عاصی شود و مخالفت کند خدا ئے تعالیٰ و رسول او را یا از حکم کتاب و سنت بگذرد +

[2] کہتے ہیں کہ یہہ آیت پہلی آیات سے منسوخ ہو گئی ہی۔ اس آیت پر سیل صاحب کا حاشیہ اور خلاصۃ التفاسیر جلد سوم کے ۵۰۸ ویں صفحہ کو ملاحظہ فرمائیے خلاصۃ التفاسیر کے بیان کی تصدیق کے باب میں کوئی دلیل پیش نہیں کی گئی لہذا بیان تنسیخ مشکوک اور غیر معتبر ہی +

ہوئی تھی اُسکی تیسری آیت میں عام مسلمانوں کو حکم ہو کہ حرموں کے علاوہ ایک ہی وقت چار سے زیادہ بیویاں نہ رکھیں اور جس آیت میں آنحضرت کے لئے نو کی حد ٹھہرائی گئی ہو وہ اسکے بعد نازل ہوئی تھی +

پھر کچھ مدت بعد قریباً ۸ یا ۹ ہجری میں آنحضرت کے خانگی معاملات کے متعلق حضرت جبرائیل یعنے وحی آسمانی لپکتے ہوئے آئے۔ اسوقت سے کچھ عرصہ پیشتر ملک مصر کے رومی حاکم نے ایک نہایت خوبصورت وحسین نوخیز لونڈی آپکی نذر کی تھی۔ وہ آنحضرت کے نخل مراد سے باردار ہوئی اور ایک لڑکا پیدا ہوا اور آپنے اُسکا نام ابراہیم رکھا۔ اب آنحضرت کی دیگر زوجات مطہرات کے دلوں میں حسد کی آگ بھڑک اُٹھی۔ آنحضرت کی ایک کرتوت آپکی زوجات میں سے حفصہ کو معلوم تھی اور آپنے اُسکو یہہ راز پوشیدہ رکھنے کی سخت تاکید کی تھی لیکن اُس نے عائشہ کو بھی بتا دیا اِس سے آپ سخت ناراض ہوگئے۔ خانگی تنازعہ بڑھتا گیا اور آپکو منا کحت کے باب میں الٰہی منظوری اور رضامندی کی ضرورت پڑی اور آپکی کارروائیوں کو دائرہ مباحات میں لانے اور جو آپنے اپنی زوجات مطہرات کے آرام و آسائش کی بابت قسمیہ[۱] عہد کیا ہوا تھا اس سے مخلصی بخشنے کیلیے جبرائیل پیغام لائے چنانچہ سورہ تحریم کی پہلی آیتوں میں یوں مندرج ہو کہ یٰاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ وَاللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۝ یعنے ای نبی تو کیوں حرام کرتا ہو جو حلال کیا اللہ نے تجھپر چاہتا ہی تو رضامندی اپنی عورتوں کی

[۱] Muir's Life of Muhammad کی چوتھی جلد کے ۱۶۰ سے ۱۶۳ ویں صفحہ تک اس کا مفصل بیان مندرج ہی۔ نیز تفسیر حسینی جلد دوم کا ۴۱۱ واں صفحہ ملاحظہ فرمائیے +

اور اللہ بخشنے والا ہی مہربان۔ ٹھہرادیا ہی اللہ نے تم کو کھول کر سنانا تمہاری قسموں کا اور اللہ صاحب ہی تمہارا اور وہی ہی سب جانتا حکمت والا ۔

۵ ہجری میں قبیلہ قریش کے لوگوں نے پھر بڑے زور و شور سے چڑھائی کی اور شہر مدینہ کا محاصرہ کر لیا جسقدر محاصرین نے زور دیا اسیقدر بعض مسلمان بیدل ہوگئے اور ہمت ہار بیٹھے چنانچہ سورۂ احزاب کی دسویں اور گیارھویں آیات میں اِس محاصرہ کا بیان اور اُسکے خطرات کا نقشہ کھینچکر یوں پیش کیا گیا ہی کہ اِذْ جَاءُوْكُمْ مِّنْ فَوْقِكُمْ وَمِنْ اَسْفَلَ مِنْكُمْ وَاِذْ زَاغَتِ الْاَبْصَارُ وَبَلَغَتِ الْقُلُوْبُ الْحَنَاجِرَ وَتَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ الظُّنُوْنَا هُنَالِكَ ابْتُلِيَ الْمُؤْمِنُوْنَ وَزُلْزِلُوْا زِلْزَالًا شَدِيْدًا۔ یعنے جب آئے تم پر اوپر کی طرف سے اور نیچے سے اور جب ڈگنے لگیں آنکھیں اور پہنچے دل گلوں تک اور اٹکلنے لگے تم اللہ پر کئی کئی اٹکلیں۔ وہاں جانچے گئے ایمان والے اور جھڑجھڑائے گئے زور جھڑجھڑانا ۔

اب محمد صاحب بالکل عاجز و بےبس معلوم ہوتے تھے اور جو لوگ شہر کی حفاظت کے لئے باہر نکلکر قریش کو شہر میں داخل ہونے سے روک رہے تھے اُنکے دلوں میں آپکی موعودہ آسمانی مدد کی نسبت شکوک پیدا ہوگئے اور وہ کام چھوڑ کر شہر میں آجانے پر آمادہ ہوگئے۔ چنانچہ اسی سورت کی بارھویں تیرھویں چودھویں اور سترھویں آیات میں اُنکو یوں سرزنش کی گئی ہی وَاِذْ يَقُوْلُ الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ مَّا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗٓ اِلَّا غُرُوْرًا وَاِذْ قَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ يٰٓاَهْلَ يَثْرِبَ لَا مُقَامَ لَكُمْ فَارْجِعُوْا ۚ وَيَسْتَاْذِنُ فَرِيْقٌ مِّنْهُمُ النَّبِيَّ يَقُوْلُوْنَ اِنَّ بُيُوْتَنَا عَوْرَةٌ ۛؕ وَمَا هِيَ بِعَوْرَةٍ ۚۛ اِنْ يُّرِيْدُوْنَ اِلَّا فِرَارًا ۔ قُلْ لَّنْ يَّنْفَعَكُمُ الْفِرَارُ۔ یعنے اور جب کہنے لگے منافق اور جن کے دلوں میں روگ ہی جو وعدہ

دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اُسکے رسول نے سب فریب تھا اور کہنے لگے ایک اُن میں سے ای یثرب والو تم کو ٹھکانا نہیں سو پھر چلو۔ اور رخصت مانگنے لگے اُن میں ایک لوگ نبی سے اور کہنے لگے ہمارے گھر کُھلے پڑے ہیں اور وہ کُھلے نہیں پڑے۔ غرض اور نہیں مگر بھاگنا۔ تو کچھ کام نہ آویگا تم کو بھاگنا +

قریش نے یکایک اچانک محاصرہ سے ہاتھ اُٹھا لیا اور آنحضرتؐ نے مسلمانوں کو حوصلہ بڑھانیکے لئے خدا کی طرف سے ایک اور پیغام جیسا کہ سورۂ احزاب کے تیسرے رکوع میں مرقوم ہی یوں سُنایا وَرَدَّ اللّٰہُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِغَیْظِہِمْ لَمْ یَنَالُوْا خَیْرًا۔ یعنے اور پھیر دیا اللہ نے منکروں کو اپنے غصّہ میں بھرے ہاتھ نہ لگی کچھ بھلائی +

اب ایک سالار قوم کی حیثیت میں آنحضرتؐ کی طاقت قائم ہوگئی اور آپنے اپنی فوقیت اور بالادستی کا دعویٰ کیا اور یہ حکم دیا کہ سب لوگ آپکی عزّت و توقیر کریں اور بڑے ادب سے پیش آئیں۔ چنانچہ سورۂ نور کے ۹ ویں رکوع میں لکھا ہی کہ لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَکُمْ کَدُعَآءِ بَعْضِکُمْ بَعْضًا۔ یعنے مت ٹھہراؤ بلانا رسول کا اپنے اندر برابر اسکے جو بلاتا ہی تم میں ایک کو ایک[۵] +

قریش نے جنگ بدر میں شکست کھائی فتح اُحد میں مسلمانوں کا تعاقب نہ کیا اور اب مدینہ کے محاصرہ میں بھی ناکامیاب رہے۔ بہت سی عربی اقوام نے ترغیب و تحریص پاکر یا شمشیرِ محمدی سے خوف زدہ ہوکر اسلام قبول کرلیا۔ یہودی لوگ کچھ قتل ہوئے کچھ جلاوطن

---

[۵] راڈویل صاحب کے قرآن ۲۸۵ ویں صفحہ کے حاشیہ نمبر ۲ سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ خیال آپکا یہودیوں سے اڑایا ہوا تھا +

کئے گئے اور جو باقی ماندہ تھے اُنکی طاقت و جمعیت ٹوٹ گئی پر اہل مکہ تا حال آنحضرت کی کچھ پرواہ نہ کرتے تھے اگرچہ آپ اپنے آپ کو فاتح اور بنی آدم کا حاکم سمجھتے تھے اس تمام عرصہ میں محمد صاحب کو قریش کے ہاتھہ سے مصائب و تکالیف پہنچتی رہیں لیکن اب انتقام و مکافات کا دن قریب آ گیا۔ اسوقت آنحضرت کی توجہ شہر مکہ کی طرف مبذول ہوئی کیونکہ جب تک آپ مکہ میں[۵ل] مختارِ کُل اور مطلق العنان نہ ہوتے تب تک آپکو عرب کی شاہنشاہت کا خیال کرنا بیجا ہوس کے سوا اور کچھ نہ تھا+ اب آپکو اپنے مکی مومنین سمیت مکہ سے نکلے ہوئے پورے چھہ برس گذر چکے تھے اور انہیں اکثر بعض مکی مقامات کی زیارت کے بصد جان مشتاق تھے+ علاوہ ازیں کچھہ عرصہ سے محمد صاحب نے قبلہ کی بھی تبدیلی کر لی تھی۔ اب بجائے یروسلم کے مکہ کی طرف منہہ کر کے نماز پڑھا کرتے تھے+

جو مسلمان مدینہ میں جا بسے تھے اُنکی نظر میں تا حال کعبہ کی بہت کچھ تعظیم و تکریم تھی اگرچہ عرصہ چھہ سال سے وہ کعبہ کی زیارت سے محروم تھے تاہم وہ ہر روز نماز کے وقت کعبہ کیطرف منہہ کر کے کھڑے ہوتے تھے۔ انکے دلوں میں حرم کعبہ میں داخل ہونے اور اُسکا طواف کرنیکا شوق ازبس اشتداد پر تھا۔ اب عین وقت پر آنحضرت نے ایک خواب دیکھا جسمیں اپنے تئیں تمام مومنین سمیت فرائض حج کو ادا کرتے ہوئے پایا۔ اس خواب کے وسیلہ سے راستہ

۵ل سورۃ الحج کے نزول کی نسبت ٹھیک فیصلہ نہیں ہو سکتا اس کی بعض آیات ایام مکہ کے آخری دنوں سے تعلق رکھتی ہیں لیکن بعض اسوقت کی مدنی معلوم ہوتی ہیں اور اُن سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت کے دل میں حج کعبہ کے خیالات کس قدر زور مار رہے تھے+ تا حال کعبہ پر اہل مکہ ہی قابض تھے اُنکو کعبہ کی بیحرمتی کے باعث دھمکایا اور ۲۸ ویں آیت کے مطابق آپ کو حکم ہوا کہ لوگوں کو حج کے لئے پکار چنانچہ لکھا ہی اَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ یَاْتُوْکَ رِجَالًا وَّعَلٰی کُلِّ ضَامِرٍ یَّاْتِیْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ ۔ یعنے پکار لوگوں میں حج کیواسطے کہ آویں تیری طرف پاؤں چلتے اور سوار ہو کر دُبلے دبلے اونٹوں پر چلے آتے راہوں دور سے +

کھل گیا اور چونکہ ماہ محرم الاحرام (جس میں عمرہ ہوتا ہی) نزدیک تھا اسلئیے مسلمانوں کی ایک متعدد جماعت مکہ[۲] کی طرف روانہ ہوئی۔ قریش نے انکو شہر میں داخل ہونے سے روکا[۲] اور دونوں طرف سے ایلچی آنے جانے لگے۔ مقام حدیبیہ میں مسلمانوں کی حالت کسیقدر خطرناک تھی۔ محمد صاحب نے سب مومنین کو ایک درخت کے سایہ میں اپنے سامنے جمع کیا اور ہر ایک سے یہہ عہد لیا کہ خواہ اُسکو اپنی جان بھی دینی پڑے وہ آپکا ساتھہ نہیں چھوڑیگا سبھوں نے بخوشی تمام قسمیہ عہد کیا اور یہہ عہد عہد الشجر کے نام سے نامزد ہوا۔ زمانہ مابعد میں اس عہد کیطرف بسا اوقات اشارہ کیا گیا اور اسکی بہت کچھہ قدر و منزلت بھی کی گئی ہی۔ اس امر کی توضیح کے لئے کہ آنحضرت کے مومنین نے اپنے آپکو آپ پر نثار کر چھوڑا تھا اور اُنکے درمیان ہمدردی بدرجہ کمال تھی مذکورہ بالا عہد نہایت عمدہ اور صریح دلیل ہی۔ اور بیان کیا جاتا ہی کہ اس سے خدا تعالے

---

[۱] دیکھو Muir's Life of Muhammad جلد چہارم صفحہ ۲۴ و ۲۵+

[۲] بعض علماء کا خیال ہی کہ سورہ بقر کے چودھویں رکوع کی دوسری آیت (وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ مَا كَانَ لَهُمْ اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَاۗىِٕفِيْنَ ڛ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ) یعنے اور اُس سے ظالم کون جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ پڑھئے وہاں نام اسکا۔ اور دوڑا اُنکے اجاڑنے کو۔ ایسوں کو نہیں پہنچتا کہ پیٹھیں اُن میں مگر ڈرتے ہوئے۔ اُنکو دنیا میں ذلت ہی اور انکو آخرت میں بڑی مار ہی) اسی طرف اشارہ کرتی ہی۔ اگر یہہ خیال درست ہو تو یہہ آیت سورہ بقر سے بعد کی ہی اور پیچھے اس میں داخل کردی گئی ہی۔ اس امر میں مفسرین کا اتفاق نہیں حسین کہتا ہی کہ اس سے یروشلم کی ہیکل کی بربادی مراد ہی جو ٹائیٹس رومی حاکم کے ہاتھہ سے وقوع میں آئی تھی اور لفظ مساجد (جو کہ جمع ہی) عزت و تعظیم کی راہ سے مسجد (واحد) کی جگہ استعمال کیا گیا ہی دیکھو تفسیر حسینی صفحہ ۱۹ و ۱۱+ خلاصۃ التفاسیر کے صفحہ ۹۴ پر مختلف بیان پائے جاتے ہیں اور منجملہ انکے ایک یہہ ہی کہ اس میں ٹائیٹس کی طرف جو عیسائی کہلاتا تھا اشارہ ہی لیکن دوسرے بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ اس سے وہی مزاحمت مراد ہی جو قریش نے کی اور مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے سے روکا چنانچہ مفصل طور پر مندرج ہی کہ ای قریش تم نے مکہ معظمہ کی مسجد سے اللہ کے پیغمبر کو نکالدیا اور مومنین کو عبادت و ذکر خدا سے روکا اور اس سبب سے کہ عبادت و ذکر کعبہ میں موقوف رہا تم اُسکے ویران اور خراب کرنے میں ساعی ٹھہرے+

بہت خوش ہوا چنانچہ سورۂ فتح کے تیسرے رکوع کی پہلی آیت میں یوں مندرج ہی کہ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ یعنے اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب ہاتھ ملانے لگے تجھ سے اُس درخت کے نیچے[1]۔

تمام باہمی صلاح و مشورہ کا نتیجہ یہہ تھا کہ قریش نے مسلمانوں کو مکہ میں داخل ہونے کی مطلق اجازت نہ دی اور مفصلہ ذیل شرائط پر اکتفا ہوئی:-

(۱) دس سال تک کوئی لڑائی نہ ہوگی اور طرفین میں سے کوئی فریق فریقِ ثانی پر حملہ آور نہ ہوگا اور کامل اتحاد و دوستی قائم رکھی جائیگی (۲) اگر کوئی شخص قریش سے محمد صاحب کے ساتھ ملنا چاہے یا کوئی محمدی آنحضرت کو چھوڑ کر قریش میں شامل ہونا چاہے تو اُسکے لئے کسی طرح کی کوئی رکاوٹ نہیں ہوگی (۳) اگر کوئی شخص اپنی قوم کے سردار[2] کی اجازت کے بغیر محمد

---

[1] اس عہد کا نام بیعۃ الرضا لکھا ہی۔

[2] اس شرط میں ذکور و اناث کی کوئی تشخیص نہیں بلکہ یہہ شرط مذکر و مونث دونوں پر یکساں عائد ہوتی ہی لیکن جب آنحضرت مکہ سے مدینہ کی طرف واپس چلے آئے تو اسکے تھوڑی دیر بعد ایک قریشی جوان آپ سے آملا اور قریش کے دعویٰ کرنے پر آپ نے اُسے واپس دیدیا پھر ایک عورت اُسی طرح آگئی اور اُسکے بھائی آپکی خدمت میں مدینہ پہنچے اور آپ سے درخواست کی کہ اُسے اُنکے حوالہ کردیں۔ آنحضرت نے خدا کا حکم پیش کیا اور عورت کو اُنکے حوالہ کرنے سے صاف انکار کیا چنانچہ سورۂ ممتحنہ کی دسویں آیت میں یوں مرقوم ہی یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا جَآءَکُمُ الْمُؤْمِنٰتُ مُھٰجِرٰتٍ فَامْتَحِنُوْھُنَّ ؕ اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِاِیْمَانِھِنَّ فَاِنْ عَلِمْتُمُوْھُنَّ مُؤْمِنٰتٍ فَلَا تَرْجِعُوْھُنَّ اِلَی الْکُفَّارِ ؕ لَا ھُنَّ حِلٌّ لَّھُمْ وَلَا ھُمْ یَحِلُّوْنَ لَھُنَّ ؕ یعنے ای ایمان والو جب آویں تم پاس ایمان والی عورتیں وطن چھوڑ کر تو اُنکو جانچ لو۔ اللہ بہتر جانتا ہی اُنکا ایمان پھر اگر جانو کہ وہ ایمان پر ہیں تو نہ پھیرو اُنکو کافروں کی طرف۔ نہ یہہ عورتیں حلال اُن مردوں کو نہ وہ مرد حلال ان عورتوں کو۔ فقرہ فَامْتَحِنُوْھُنَّ کی نسبت مفسرین کا بیان ہی کہ اُن عورتوں کا اس امر میں امتحان کرنیکا حکم ہوا تھا کہ آیا وہ فی الحقیقت اسلام قبول کرنیکی غرض سے وطن چھوڑ کر آئی ہیں یا کسی اور غرض سے کیونکہ صرف اسی حالت میں کہ وہ اِسلام کی خاطر آئی ہوں آنحضرت کو اُنہیں اپنے پاس رکھنا جائز تھا لیکن اس حالت میں بھی آپ اپنے منظور کردہ عہد و پیمان کی خلاف ورزی کر رہے تھے اس بہانہ سے آنحضرت کی ذاتی خوبی اور قرآن کے مندرج نزول کے

صاحب سے جا ملے تو محمد صاحب اُسکو واپس بھیج دینگے اور اسی طرح اگر کوئی مسلمان قریش میں واپس آجائے تو قریش اُسکو محمد صاحب کے پاس واپس بھیجینگی بشرطیکہ محمد صاحب اپنے مومنین سمیت واپس چلے جاویں اور اس سال شہر مکہ میں داخل نہ ہوں۔ نیز قریش نے آنحضرت سے اقرار کیا کہ آئندہ ہم آپکو مومنین سمیت شہر مکہ میں تین یوم تک جبکہ باہر چلے جائینگے داخل ہونے سے نہیں روکینگے بشرطیکہ کسی کے پاس سوائے تلوار کے اور کوئی ہتھیار نہو اور وہ تلوار[1] بھی میان میں ہو؀

اِس عہد و پیمان سے پہلے تو مسلمان بہت مایوس ہوگئے اور خیال کرنے لگے کہ مکہ آنے میں کچھ فائدہ نہوا[2] لیکن محمد صاحب نے فوراً خدا کی طرف سے وحی کا پیغام سُنایا اور سمجھایا کہ عہد حدیبیہ سے ہم کو بہت فائدہ ہوا ہے جو مسلمان اسکے برعکس خیال کرتے ہیں وہ غلطی پر ہیں چنانچہ آپ اپنے اونٹ پر کھڑے ہوکر یوں فرمایا کہ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا یعنے ہم نے پہلے فیصلہ کردیا تیرے واسطے صریح فیصلہ (سورۂ فتح پہلی آیت)؀

قریش نے آنحضرت سے ایسا سلوک کرنے سے گویا آپکو ملکی رتبہ کے لحاظ سے اپنا ہمسر تسلیم کیا۔ ابن اسحاق فرماتے ہیں کہ جب لڑائی موقوف ہوگئی اور لوگ امن و چین کی حالت میں ایک دوسرے سے ملنے جلنے لگے تو اثنائے گفتگو میں جن جن سلیم الطبع اشخاص نے اسلام کے اوصاف سُنے اور اُسکی خوبیوں کو دیکھا فی الفور مسلمان ہوگئے۔ فی الواقعہ اسوقت سے اسلام کی ترقی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۴۔ فوائد کی بخوبی تشریح ہوتی ہے؀

[1] Muir's Life of Muhammad جلد چہارم صفحہ ۳۴ واں؀

[2] مذکور ہے کہ محمد صاحب کو اہل مکہ پر اعتماد نہ تھا اور آپ نے یہہ اجازت دی کہ اگر وہ عہد و پیمان حدیبیہ کی شرائط پر قائم نہ رہیں تو بے شک تلوار سے کام لیا جائے۔ چنانچہ سورۂ بقر کے ۲۴ ویں رکوع میں اس امر کا بیان مفصل طور پر مندرج ہے۔ اگر یہہ آیات اسی وقت کی نہیں ہیں تو ضرور بعد میں یہاں داخل کی گئی ہیں (دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۳۲ واں)؀

نہایت سریع ہوگئی۔ جن لوگوں نے اسلام قبول نہ کیا انکو سخت لعنت ملامت کی گئی اور انہیں اسبات سے آگاہ کیا گیا کہ اگر وہ ایمان نہیں لائینگے تو آتش دوزخ انکی خاطر بھڑک رہی ہی چنانچہ سورۂ فتح کے پہلے رکوع میں مرقوم ہی اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ یعنے تیار کی انکے واسطے دوزخ۔ اور بالمقابل اسکے جنہوں نے آنحضرت سے درخت تلے عہد کیا تھا انکو امن و چین فتح قریب اور بہت سے مال غنیمت کا وعدہ عنایت ہوا چنانچہ تیسرے رکوع کی پہلی و دوسری آیات ہیں اس طرح مندرج ہی لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ يُبَايِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَةِ فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ وَاَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا وَّمَغَانِمَ كَثِيْرَةً یعنے اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب ہاتھ ملانے لگے تجھ سے اس درخت کے نیچے۔ پھر جانا جو انکے جی میں تھا پھر اتارا ان پر چین اور انعام دی انکو ایک فتح نزدیک اور بہت غنیمتیں+ مومنین آنحضرت کی مذکورہ بالا خواب کا خیال کر کے تعجب کرنے لگے کہ اسکے پورا ہونیکی کیا وجہ ہی۔ آپنے فرمایا کہ اسکے پورا ہونیکا سال نہیں بتلایا گیا تھا اور ساتھہ ہی ایک آسمانی پیغام پیش کر کے خواب کے پورا ہونیکی نسبت مومنین کی تسلی کر دی چنانچہ سورۂ فتح کے چوتھے رکوع میں یوں مرقوم ہی لَقَدْ صَدَقَ اللّٰهُ رَسُوْلَهُ الرُّءْيَا بِالْحَقِّ لَتَدْخُلُنَّ الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ مُحَلِّقِيْنَ رُءُوْسَكُمْ وَمُقَصِّرِيْنَ لَا تَخَافُوْنَ فَعَلِمَ مَا لَمْ تَعْلَمُوْا فَجَعَلَ مِنْ دُوْنِ ذٰلِكَ فَتْحًا قَرِيْبًا هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا یعنے اللہ نے سچ دکھایا اپنے رسول کو خواب تحقیق تم داخل ہو رہوگے ادب والی مسجد میں اگر اللہ نے چاہا چین سے۔ بال مونڈتے اپنے سروں کے اور کترتے بے خطرہ۔ پھر جانا جو تم نہیں جانتے۔ پھر ٹھہرا دی اس سے ورے ایک فتح نزدیک۔ وہ ہی جس نے بھیجا پیغمبر اپنے کو ساتھہ ہدایت کے اور دین حق کے کہ اوپر

رکھے اُسکو ہر دین سے اور بس ہی اللہ حق ثابت کرنیوالا +

جیسا اوپر بیان ہوا ہی اگرچہ حج ملتوی ہوگیا پر مسلمان فتحمند ہوئے۔ اور چونکہ ہدایت و رہبری آنحضرت کو تفویض کی گئی اسلیئے وہ اب صبر سے انتظار کرنے لگے کہ یہہ ساری باتیں کب پوری ہوتی ہیں۔ اسلام کا جاہ و جلال بہت بڑھنے والا تھا اور دین عیسوی و مذہب یہود کو اس سے ہمسری کا دعویٰ نہ رہا۔ دین اسلام ہی تمام دینوں سے افضل[۱] اور نجات کا وسیلہ قرار پایا لہذا مومنین کے لئے اب یہہ بات کچھہ مشکل نہ تھی کہ اپنی آرزوؤں کے پورا کرنیکے لئے ایک سال تک اور انتظار کریں + اُنکے لئے یہہ جاننا کافی تھا کہ خدا کی مرضی یوں ہی ہی۔ سورۂ فتح اول سے آخر تک قابل غور اور آنحضرت کی ضرورت کے لئے اُسکا نزول عین حسب موقع معلوم ہوتا ہی +

صرف اسلام ہی کے حقیقی اور سچے دین ہونیکا یہہ خاص دعویٰ سورۂ آل عمران (ابتدائی زمانہ کی مدنی سورت) ہی کے دوسرے رکوع میں بھی بیان ہوچکا ہی چنانچہ یوں لکھا ہی کہ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۝ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًۢا بَيْنَهُمْ ۝ یعنے دین جو ہی اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکم برداری اور مخالف نہیں کتاب والے مگر جب اُنکو معلوم ہوچکا آپس کی ضد سے +

---

[۱] چنانچہ سورۂ آل عمران کے ۹ ویں رکوع میں یوں مندرج ہی وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ یعنے جو کوئی چاہے سوائے اسلام کے دین سو اُس سے ہرگز قبول نہوگا اور وہ آخرت میں خراب ہی + تفسیر حسینی کی جلد اول کے ۷۵ ویں صفحہ پر یوں لکھا ہی کہ این آیت تہدید جمعی است کہ طالب غیر دین اسلام اند در شان آنہا کہ بعد وصول بشرف اسلام دست از دامن دین متین باز دارند و مرتد شوند + پھر خلاصۃ التفاسیر کی جلد اول کے ۲۷۱ ویں صفحہ پر یوں مرقوم ہی کہ جو سوائے دین اسلام کے کوئی اور دین اختیار کرے۔ یہودیت یا نصرانیت یا کچھہ ہو تو منظور و مقبول نہ ہوگا اور وہ اپنی سعی اور کوشش میں محروم و محزون رہیگا۔ اس آیت نے تمام دینوں کو منسوخ کردیا جو گذر گئے یا پیدا کئے جائیں + اس مندرجہ بالا بیان سے معلوم ہوتا ہی کہ اسوقت تمام بنی آدم کے لئے اسلام کی اطاعت و انقیاد کا وجوب ساکنان مدینہ کے سامنے اب صاف طور سے پیش کیا گیا تھا +

تفسیروں[1] میں مذکورہ بالا آیت کا مطلب یوں بیان کیا جاتا ہی کہ صرف اسلام ہی سچّا دین ہی
نہ کہ یہودیت و نصرانیت۔ اور یہود و نصاریٰ نے اسلام کو اسوقت رد کیا جبکہ قرآن نازل ہُوا
اور وہ بھی اُنھوں نے یا تو ازراہِ حسد کیا یا اسلیئے کہ ان کو فوق حاصل رہے +

جب آنحضرت مکہ سے لوٹ کر مدینہ میں آئے اسوقت سے آپکی طاقت بڑھتی گئی اور
اِس ترقی کے خیال سے سرشار ہو کر اپنے خواب کی تاویل کے میدان کو بہت وسیع کرنے لگے چنانچہ
سورۃ الاعراف کے بیسویں رکوع کی پہلی آیت میں یوں مرقوم ہی کہ قُلْ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ
اللّٰہِ اِلَیْکُمْ جَمِیْعًا یعنے تو کہہ ای لوگو میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف +

مندرجہ بالا آیت سے موثر ہو کر سنہ ۶۲۷ یا ۶۲۸ء میں آپ نے مختلف ممالک میں مسیحی فرمانرواؤں
اور ہیرا قلیس (Heraclius) شاہ قسطنطنیہ و شاہ ایران وغیرہ کے پاس پیغام بھیجے
نولدیکی صاحب فرماتے ہیں کہ ان خطوط میں آپنے مسیحی حاکموں کو اسلام کی طرف بلانے
اور اپنی نبوت و صداقت رسالت کا اظہار کرنیکی غرض سے ذیل کی آیات تحریر فرمائیں قُلْ
یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰی کَلِمَۃٍ سَوَآءٍ بَیْنَنَا وَبَیْنَکُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰہَ وَلَا نُشْرِکَ بِہٖ شَیْئًا وَّلَا
یَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْھَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۝
یٰاَھْلَ الْکِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِیْٓ اِبْرٰھِیْمَ وَمَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِیْلُ اِلَّا مِنْ بَعْدِہٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ

[1] تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۶۲ پر یوں مرقوم ہی کہ دین پسندیدہ نزدیک خدا دین اسلام است نہ یہودیت و نصرانیت و اختلاف نہ کردند در آنکہ دین اسلام حق است و محمد رسول پیغمبر بحق آنانکہ دادہ اند بدیشاں کتاب یعنے توریت و انجیل مگر پس از انکہ آمد بدیشاں دانشے بحقیقت امر یعنے قرآن بدیشاں فرود آمد + پھر خلاصۃ التفاسیر جلد اول کے ۱۴۲ ویں صفحہ میں مندرج ہی کہ سوائے اسلام کے اور کوئی طریقہ مقبول نہیں جیسا فرمایا من یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ اسلام کے سوا دوسرا دین جو اختیار کرے نہ مانا جائیگا +

هَاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ

مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ یعنے تو کہہ

ای کتاب والو آؤ ایک سیدھی بات پر ہمارے تمہارے درمیان کی کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کو اور

شریک نہ ٹھہراویں اسکا کسی چیز کو اور نہ پکڑیں آپس میں ایک ایک کو رب سوائے اللہ کے۔

پھر اگر وے قبول نہ رکھیں تو کہو شاہد رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں۔ ای کتاب والو کیوں جھگڑتے

ہو ابراہیم[1] پر اور توریت اور انجیل تو اتریں اُسکے بعد کیا تم کو عقل نہیں۔ سُنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے

جس بات میں تم کو خبر ہی اب کیوں جھگڑتے ہو جس بات میں تم کو خبر نہیں ؟ اور اللہ جانتا ہی اور

تم نہیں جانتے۔ نہ تھا ابراہیم یہودی اور نہ تھا نصرانی لیکن تھا ایک طرف کا حکم بردار اور نہ تھا

شرک والا (سورہ آل عمران رکوع ۷) یوں بھی کہتے ہیں کہ یہ آیات اُسوقت نازل ہوئی تھیں

جب نجران کے عیسائی اپنے بشپ کے ساتھ محمد صاحب کی ملاقات کے لئے آئے تھے اس

ملاقات کا نتیجہ سوائے اسکے اور کچھ نہ تھا کہ اُنہوں نے اسلام قبول کرنے سے انکار کیا[2] +

اب چونکہ محمد صاحب قریش کے حملات سے محفوظ اور بالکل بیخوف تھے اسلئے بے تحاشا

مختلف بدوی اقوام کو لوٹ مار کر گذارہ کرتے رہے یہانتک کہ عمرہ یعنے حج صغرا کا وقت آگیا

اور ۶۲۹ء کے موسم بہار میں آپنے قریش کی منظوری سے استفادہ حاصل کیا اور قریباً دو ہزار مومنین

کو ساتھ لیکر مکہ جا پہنچے۔ قریش کے لوگ شہر سے باہر آگئے اور مسلمان اپنے آلات حرب باہر رکھکر

سات سال بعد شہر میں داخل ہوئے جب آنحضرت کعبہ میں پہنچے تو فرمانے لگے کہ ای خدا مکہ کے

---

[1] کہ آیا ابراہیم یہودی تھا یا نصرانی +

[2] Muir's Life of Muhammad جلد دوم صفحہ ۲۹۹ سے ۳۰۲ تک +

لوگوں کے دلوں میں آج میرے رعب کو مسلط کر دے۔ پھر آپنے رسوم حج مثلاً حجر اسود کو بوسہ دینے کعبہ کا سات مرتبہ طواف کرنے اور کوہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑنے کو عربی بت پرستوں کے دستور کے مطابق پورا کیا۔ جو جانور آپ قربانی کی غرض سے لے گئے تھے انکو ذبح کیا اور اس حج کی رسومات سے فارغ ہوئے۔ جب آپنے شہر مکہ اور خانہ کعبہ کی اسقدر تعظیم و تکریم کی تو اہل مکہ کے دل آپکی جانب کسیقدر مائل ہو گئے اور آپکے فوجی جاہ و جلال کو دیکھکر قریش کے دو سپہ سالار آپسے آملے۔ پھر آپنے میمونہ سے نکاح کر کے قریش سے اتحاد بڑھایا۔ اس مقام پر یہہ بات بھی قابل ذکر ہی کہ اسی سال کے اندر اندر میمونہ چوتھی عورت تھی جو آپکے حرمین شریفین میں داخل ہوئی۔ آخر کار آنحضرت پھر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے اور اب آپکو ہر طرح سے اسقدر قوت و طاقت حاصل ہوئی کہ اس سے پیشتر کبھی نصیب نہ ہوئی تھی *

اب محمد صاحب نے معلوم کیا کہ ساکنان مکہ جنگ و جدل سے تنگ آ گئے ہیں۔ قریش کے اکثر سپہ سالار مر گئے اور باقی ماندوں میں سے بہت آنحضرت سے آملے۔ تمام عرب میں آپکی طاقت روز افزوں ہو رہی تھی اور اب آپکے لئے ممکن تھا کہ استقلال و ثابت قدمی سے ایک سخت حملہ کر کے مکہ کو فتح کر لیں اور قریش کی باقیماندہ مخالفت کو ہمیشہ کے لئے نیست و نابود کر دیں۔ سورۂ رعد سب سے آخری مکی سورت ہی لیکن اُسکی اکتالیسویں آیت غالباً بعد میں داخل کی گئی ہی اور اسی مذکورہ بالا موقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہی چنانچہ یوں لکھا ہی کہ اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّا نَاْتِی الْاَرْضَ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا ۚ وَاللّٰهُ یَحْكُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ سَرِیْعُ الْحِسَابِ ۝ یعنے کیا نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں زمین پر گھٹاتے اُسکو کناروں سے اور اللہ حکم کرتا ہی کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اُسکا حکم۔ ابن عباس[۵] اور بہت سے دیگر مفسرین کہتے ہیں کہ یہہ آیت اہل مکہ کی طرف

[۵] تفسیر ابن عباس صفحہ ۲۸۹*

اشارہ کرتی ہی جو کہ ایسے اندھے اور کوتہ اندیش تھے کہ انکو اہلِ اسلام کا آناً فاناً بہت سے عربی ممالک پر مسلّط و متصرف ہونے جاتا گو بانظر ہی نہیں آتا تھا۔ مگر مفسر حسینی[1] فرماتے ہیں کہ اس میں یہودیوں کی طرف اشارہ ہی جنکی اراضیات قلعے اور مقبوضات اہلِ اسلام کے قبضہ میں آنے جاتے تھے"

جب آنحضرت نے فتح مکہ کے لئے حملہ کیا تو جن لوگوں نے اس میں شامل ہونے میں بے پرواہی ظاہر کی انکو سورہ توبہ کے دوسرے رکوع میں یوں عتاب ہوا کہ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۔ قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ ۔ یعنے کیوں نہ لڑو ایسے لوگوں سے کہ توڑیں اپنی قسمیں اور فکر میں رہیں کہ رسول کو نکال دیویں اور انہوں نے پہلے چھیڑ کی تم سے۔ کیا ان سے ڈرتے ہو؟ سو اللہ کا ڈر چاہئے تم کو زیادہ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ لڑو ان سے تا عذاب کرے اللہ انکو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے اور تم کو ان پر غالب کرے"

جو لوگ اس حملہ میں سرگرمی سے شریک ہوئے اور فتح مکہ کے لئے خوب جان توڑ کر لڑے انکو بہت تحسین و آفرین کہی اور جنہوں نے روپیہ دیا اور فتح مکہ کے بعد ترقی اسلام اور آنحضرت کی طاقت کے اظہار کے لئے لڑے انکے مقابلہ میں اعلیٰ درجہ نصیب ہوا چنانچہ سورہ حدید کی دسویں آیت میں یوں مندرج ہو کہ مَنْ[2] اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَقٰتَلَ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْظَمُ دَرَجَةً

---

[1] تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۳۴۴ و ۳۴۵"

[2] نولدیکی صاحب فرماتے ہیں کہ یہہ آیت فتح بدر کی طرف اشارہ کرتی ہو لیکن سوائے معالم کے جو اس آیت کو عہد حدیبیہ کی طرف منسوب کرتا ہی تمام مفسرین جنکے بیانات کو ہم نے دیکھا ہی اس امر پر متفق ہیں کہ یہہ آیت فتح مکہ کا بیان کرتی ہی۔ جو لوگ اس معرکہ میں شامل ہوئے انکی فضیلت و فوق کے بیان میں خلاصۃ التفاسیر جلد چہارم کے ۳۶۴ ویں صفحہ پر یوں مرقوم ہو کہ وہ صحابی جو فتح مکہ سے پہلے مومن و معین ہوئے دوسرے تمام مومنین بلکہ خیار امت سے افضل ہیں"

مِنَ الَّذِيْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَقَاتَلُوْا یعنے جس نے خرچ کیا فتح سے پہلے اور لڑائی کی ان لوگوں کا درجہ بڑا ہے اُن سے جو خرچ کریں اُس سے پیچھے اور لڑیں +

اب آنحضرت نے چند اور عربی اقوام پر حملہ کر کے اُنکو اپنا مطیع و منقاد بنایا اور بعد ازاں سلطنت روم کے جنوبی حصہ پر چڑھائی کی لیکن جنگ مُتہ میں مسلمانوں نے سخت شکست کھائی اور آنحضرت نے معلوم کیا کہ آپکا یہہ حملہ قبل از وقت تھا ابھی وہ وقت نہ آیا تھا کہ آپ غیر ممالک کی تسخیر میں مشغول ہوں پیشتر اسکے کہ آپ غیر ممالک کو تاخت و تاراج کریں تمام عرب میں قرار واقعی تسلط بٹھانا از حد ضروری تھا چنانچہ اس وقت حضرت جبرائیل یہہ پیغام لائے اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِیْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا یعنے جب پہنچ چکی مدد خدا کی اور فیصلہ اور تو نے دیکھے لوگ داخل ہوتے اللہ کے دین میں فوج فوج اب پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں اور گناہ بخشوا اُس سے بیشک وہ معاف کرنیوالا ہے (دیکھو سورۃ النصر) +

جب آپکی اس طرح ہمت بندھائی گئی تو آپکے لئے اب شروع کرنا کچھ مشکل نہ تھا۔ اس میں کلام نہیں کہ آنحضرت کے ملکی مدبروں کی جماعت کی یگانگت اور آپکے مومنین کی باہمی دینی پیوستگی اور یکجہتی اس امر کی مقتضی تھی کہ آپکا دارالحکومت بجائے مدینہ کے کوئی بہتر مقام ہو۔ اب وہ وقت آگیا تھا کہ اگر آنحضرت کی دیرینہ اور دائمی آرزو کے مطابق اسلام ملک و ملّت کی نمو و جمہوریت کو خالص طور سے عرب میں اختیار کرنا چاہے تو اُسکا مرکز اور صدر مقام مکہ سے بہتر کوئی نہ تھا۔ عہد و پیمان حدیبیہ سے اب دو سال کا عرصہ گذر چکا تھا اور اُسکی شرائط کے لحاظ سے دس سال تک مکّی اور مدنی لوگوں کے درمیان کسی حالت میں لڑائی جائز نہ تھی بلکہ کامل صلح و سلامتی کا ہونا واجب تھا پر یہہ مشکل یوں رفع ہو گئی کہ ایک بدوی قوم جو کہ آنحضرت کی

تابعدار تھی اُسپر ایک دوسری قوم نے جسکا قریش سے رسوخ تھا حملہ کیا۔ اس سے آنحضرت کو فساد برپا کرنیکا موقع مل گیا چنانچہ آپنے قریباً دس ہزار محاربین کے ساتھ مکّہ پر فوجکشی کی ابوسفیان نے جو کہ آنحضرت کا بڑا پرانا اور جانی دشمن تھا اب دیکھا کہ مقابلہ کرنا عبث ہے چنانچہ اُس نے تاب مقاومت نہ لاکر آنحضرت سے ملاقات[1] کی استدعا کی اور آپکی خدمت میں حاضر ہوتے ہی کلمہ پڑھکر مشرف باسلام ہوا اور اسوقت سے لیکر ہمیشہ بڑا پکّا اور وفادار مسلمان رہا چونکہ قریش میں ابوسفیان آباؤ اجداد کے لحاظ سے خاندانی امیر اور ذی رتبہ سرگروہ تھا اور قریش کی نظر میں بہت معزز و ممتاز تھا اِسلئے اُسکے مسلمان ہونے سے ایک طور پر گویا آنحضرت نے مکّہ فتح کر لیا۔ جونہی آنحضرت نے شہر میں قدم رکھا تھا کہ عنان توجہ کو خانۂ کعبہ کی طرف اُٹھایا اور وہاں پہنچکر حجر اسود کے سامنے جھکے اور اُسکی تعظیم کی۔ پھر آپکے حکم سے کعبہ کے تمام بُت ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے۔ بتوں کو توڑنے اور چکنا چور کرنیکے بعد آپنے اپنا پورا اختیار جتانیکی غرض سے عثمان ابن طلحہ اور عباس کو خانۂ کعبہ کے متعلق دو خاندانی اور موروثی عہدوں پر ممتاز فرمایا۔

ایک شخص مکّہ کے بازاروں میں منادی کرنے لگا کہ جو کوئی خدا کو اور قیامت کے دن کو مانتا ہے اپنے گھر میں کوئی بت نہ رکھے بلکہ اُسکو توڑکر چکنا چور کردے۔[2] اسپر بہت سے کمی نسبی اشخاص مضحکہ اُڑانے لگے اور تمسخر و استہزا سے پیش آئے اِسوجہ سے فوراً وحی کا نزول ہوا اور آپنے بیان فرمایا کہ طبعی طور پر سب انسان یکساں ہیں۔ خوف الٰہی کے مقابلہ میں خدا کے نزدیک عالی خاندان اور اونچی ذات یا اعلیٰ مرتبہ کی کچھ بھی حقیقت نہیں ہے چنانچہ سورۃ الحجرات

---

[1] Muir's Life of Muhammad جلد چہارم صفحہ ۱۰۷ و ۱۱۰ میں اس ملاقات کا مفصل بیان مندرج ہے۔

[2] Muir's Life of Muhammad جلد چہارم صفحہ ۱۲۹ و ۱۳۱۔

کے دوسرے رکوع میں قریش کو یوں سرزنش کی ہی[۵۱] یَا اَیُّھَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ ذَکَرٍ وَّ اُنْثٰی وَجَعَلْنٰکُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ یعنے ای آدمیو ہم نے تم کو بنایا ایک نر اور ایک مادہ سے اور رکھیں تمہاری ذاتیں اور گوتیں تا آپس کی پہچان ہو۔ مقرر عزت اللہ کے یہاں اُسکو بڑی جسکو ادب بڑا +

چند اشخاص کے سوا جنکی نسبت یہہ کہہ سکتے ہیں کہ وہ واجب القتل[۵۲] تھے آنحضرت

---

[۵۱] اُن خاص امور کی تشریح و توضیح کے لئے جن کے سبب سے یہہ آیت نازل ہوئی خلاصۃ التفاسیر جلد چہارم کو ۲۶۹ سے ۲۷۲ ویں صفحہ تک ملاحظہ کیجئے +

[۵۲] قریباً دس آدمیوں کو آپنے معاف کرنے سے انکار کیا اور اُن میں چار قتل کئے گئے۔ ان دس اشخاص میں سے ایک عبداللہ ابن سعد تھا جو کہ مدینہ میں آنحضرت کا منشی تھا۔ ایکدن کا ذکر ہی کہ آنحضرت انسان کی پیدائش کی نسبت عبداللہ سے لکھوا رہے تھے ولقد خلقنا الانسان من سللۃ من طین ثم جعلنٰہ نطفۃ فی قرار مکین ثم خلقنا النطفۃ علقۃ فخلقنا العلقۃ مضغۃ فخلقنا المضغۃ عظماً فکسونا العظم لحماً ثم انشانٰہ خلقاً اٰخر یعنے اور ہم نے بنایا ہی آدمی چن لی مٹی سے پھر رکھا اُسکو بوند کر کر ایک جمے ٹھہراؤ میں پھر بنائی اُس بوند سے پھٹکی پھر بنائی اُس پھٹکی سے بوٹی پھر بنائی اُس بوٹی سے ہڈیاں پھر پہنایا اُن ہڈیوں پر گوشت پھر اُٹھا کھڑا کیا اُسکو ایک نئی صورت میں۔ اس موقعہ پر عبداللہ نے تعجب کی راہ سے کہا فتبارک اللہ احسن الخالقین یعنے بڑی برکت اللہ کی جو سب سے بہتر بنانیوالا۔ آنحضرت ان الفاظ سے بہت خوش ہوئے اور فرمایا کہ آسمان سے اسطرح نازل ہوا ہی یہہ بھی لکھ لو۔ عبداللہ اسپر شک لایا اور کہنے لگا کہ اگر محمد صاحب سچ کہتے ہیں تو مجھپر بھی وحی نازل ہوئی کر۔ چنانچہ تفسیر حسینی جلد دوم کے ۸۰ ویں صفحہ پر یوں مرقوم ہی کہ حضرت رسالت پناہ گفت بنویس کہ ہمچنیں نازل شدہ عبداللہ در شک افتاد و مرتد گشت گفت اگر محمد صادقست پس بر من ہم وحی فرود مے آید۔ آنحضرت اسبات سے نہایت طیش میں آگئے اور عبداللہ کی سرزنش کے لئے یہہ آیت نازل ہوئی وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ وَّمَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ یعنے اُس سے ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ۔ یا کہے مجھکو وحی آئی اور اُسکو وحی کچھ نہیں آئی اور جو کہے میں اُتارتا ہوں برابر اُسکے جو اللہ نے اُتارا (سورۂ انعام رکوع ۱۱) یہہ آیت آخری زمانہ کی ایک مکی سورت میں پائی جاتی ہی لیکن جس واقعہ کی طرف اشارہ کرتی ہی وہ مدینہ میں وقوع میں آیا تھا اِس سے صاف پتہ لگتا ہی کہ بعد میں یہہ آیت سورۂ انعام میں داخل کی گئی تھی اور اسکا سبب سوائے اسکے اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ اس سے پہلی آیت دیگر کتب مقدسہ پر قرآن کی فضیلت اور اُسکے

نے بالعموم ساکنان مکہ کی جان بخشی کی اور اسکا نتیجہ یہہ ہوا کہ بہت جلدی آپنے لوگوں کے دلوں میں گھر کر لیا۔ مکہ میں مدینہ کی طرح منافقین نہ تھے چنانچہ آپکے لئے یہہ نہایت شان و شکوہ اور ظفر مندی کا دن تھا۔ اس سے آٹھہ برس پیشتر ایک دن وہ بھی تھا کہ آپ مکہ سے ایک حقیر و مردود بھگوڑے کی حیثیت میں جان بچانیکے لئے چھپکر بھاگ گئے تھے۔ اُسوقت سے قریش نے بڑے استقلال سے مخالفت کی لیکن اب اس مخالفت کا خاتمہ ہو گیا۔ اب شہر مکہ آپ کے قبضہ میں تھا اور آپکا فرمان ہی قانون تھا۔ صدہا سال سے کعبہ لات و عزیٰ اور بہت سے دیگر بتوں کی پرستش کا مقام تھا۔ اب آنحضرت وہاں تشریف لے گئے اور آپکے فرمان سے ہمیشہ کے لئے کعبہ سے بُت پرستی کی بیخکنی کی گئی۔ آپنے اپنے اختیار سے کعبہ کی حفاظت کے لئے نئے عہدہ دار مقرر کئے اور اُسے نئے دین کا مرکز قرار دیا۔ ایسی بڑی کامیابی اور فتح عظیم کے بعد اسلام کا آناً فاناً ترقی کرنا اور پھیلنا کچھہ تعجب کی بات نہیں ہے۔ آخر کار تمام باشندگان عرب ایسے متفق اور یکجہت ہوتے ہوئے معلوم ہونے لگے کہ اس سے پیشتر کبھی یہہ حالت نہوئی تھی اور انجام کار اُنکو یہہ بھی یقین ہونے لگا کہ آنحضرت اُنکے سچے ہمدرد اور ملک کے خیر خواہ ہیں۔ اب عرب نے فرمانروائی ملک اور دینی امور کی امتزاجی صورت کو اختیار کر کے وہ طاقت و قوت حاصل کی کہ جو دشمن اس سے پیشتر اسکو نیست و نابود کرنیکا دم مارتے تھے اب اسپر نظر کر کے لرزاں و ترساں ہونے لگے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶۴۔ فوق کا بیان کوئی ہے اس لئے اس آیت کیواسطے یہہ مناسب مقام خیال کیا گیا۔ اِس میں ایک اور عجیب بات یہہ ہے کہ ایک شخص پر یہہ الزام لگایا جاتا ہے کہ وہ محمد صاحب کے مقابلہ میں ویسی ہی آیات پیش کرنیکا دعویدار ہے اور آنحضرت اسپر بھی لوگوں سے کہتے ہیں کہ اگر قرآن خدا کی طرف سے نہیں ہے تو اسکی مانند بنا کر لاؤ۔ کیا محمد صاحب کا یہہ مطلب تھا کہ لوگ قرآن کی نظیر پیش کریں یا محض سوکھی دھمکی تھی۔

باوجودیکہ سخت مخالفین کی عداوت و دشمنی سے آنحضرت مطمئن ہو گئے تو بھی بعض مقامات کے لوگ تاحال آپکی دشمنی پر بدستور جمے کھڑے تھے۔ ہوازن فرقہ کے بدوی لوگ جنکو مکہ کے مفتوح ہونے سے ساکنان طائف کی طرح اپنی آزادی کی بربادی کا اندیشہ ہو گیا تھا اُنپر آنحضرت نے دو ہفتہ کے اندر اندر فوج کشی کردی اور وادی حنین میں مقابلہ ہوا۔ پہلے تو مسلمانوں پر ہیبت چھاگئی اور وہ میدان جنگ سے بھاگنے لگے۔ اور ایسی نازک حالت ہوگئی کہ آنحضرت نے اپنے چچا عباس سے فرمایا کہ جو میدان سے بھاگ گئے ہیں انکو اے مدینہ کے رہنے والو۔ اے عہد الشجر[۱] کے وفادارو۔ اے وہ لوگو جن کا بیان سورۂ بقر[۲] میں ہوا ہے وغیرہ جملوں سے پکار۔ اس سے بعض لوگ واپس آکر پھر لڑنے لگے۔ جب آپنے ایک ٹیلے پر چڑھکر کنکروں اور سنگریزوں کی ایک مٹھی دشمنوں کی طرف پھینکی اور فرمایا کہ تم ہلاک ہو جاؤ تو لڑائی کا رنگ بدل گیا اور آخرکار دشمنوں نے شکست فاش کھائی اور معمول کے مطابق اس فتح کے متعلق وحی نازل ہوئی اور اس لڑائی میں پہلے مسلمانوں کے پسپا ہونیکا یہ سبب بیان کیا گیا کہ وہ دشمنوں کے مقابلہ میں اپنی تعداد کی زیادتی پر بہت فخر و تکبر کرتے تھے چنانچہ سورۂ توبہ کے چوتھے رکوع کی پہلی آیت میں یوں مذکور ہے کہ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِي مَوَاطِنَ كَثِيرَةٍ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۔ یعنے مدد کرچکا ہے تم کو اللہ بہت میدانوں میں اور دن حنین کے جب اترائے تم اپنی بہتایت پر پھر وہ کچھ کام نہ آئی تمہارے اور تنگ

---

[۱] اسی عہد کا نام بیعۃ الرضا ہے۔

[۲] مدینہ میں پہلے پہل یہی سورت نازل ہوئی تھی۔

ہوگئی تم پر زمین ساتھہ اپنی فراخی کے پھر ہٹے تم پیٹھہ دیکر۔ مسلمانوں کے اس آخری فتح میں غالب آنے اور فتحیاب ہونیکا باعث یہہ بیان کیا جاتا ہے کہ اُن کو آسمان سے مدد پہنچی۔ چنانچہ اِسی مذکورہ بالا رکوع کی دوسری آیت میں مرقوم ہے کہ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ[۵] عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْھَا وَعَذَّبَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا یعنے پھر اتاری اللہ نے اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول پر اور ایمان والوں پر اور اتاریں فوجیں جو تم نے نہیں دیکھیں اور مار دی کافروں کو +

پھر آنحضرت نے طائف کا محاصرہ کیا اور تھوڑے ہی عرصہ میں باشندگان نے اپنے آپکو آپکے حوالہ کر دیا اور اطاعت قبول کر لی۔ اب آنحضرت نے ساکنانِ مکّہ اور بدوی اقوام

---

[۵] اصل لفظ سَکِیْنَۃ ہے سورۂ بقر کے ۳۲ ویں رکوع میں یہہ لفظ استعمال ہوا تھا جسمیں نبی اسرائیل سے کہتا ہے اِنَّ اٰیَۃَ مُلْکِہٖٓ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ التَّابُوْتُ فِیْہِ سَکِیْنَۃٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ یعنے نشان اُسکی سلطنت کا یہہ ہے کہ آوے تم کو صندوق جس میں ہے دلجمعی تمہارے رب کی طرف سے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس لفظ کا تعلق شکینہ یا خدا کے ظاہر ہونے سے ہے جسکا عہد کے صندوق پر اظہار ہوتا تھا پس اس خوف وخطر کے وقت آنحضرت کے ساتھہ خدا کی فرضی حضوری سے تسکین حاصل ہوتی تھی جب آنحضرت ابوبکر صدیق کے ساتھہ مکّہ سے بھاگکر ایک غار میں چھپے اور پناہ گزین ہوئے تھے اسوقت بھی خوف خطر میں آپکی تسلی کی خاطر فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلَیْہِ کا نزول ہوا تھا۔ دیکھو سورۂ توبہ چھٹا رکوع + پھر چند اور واقعات کے تعلق میں بھی یہی لفظ سورۃ الفتح کی چوتھی اٹھارھویں اور چھبیسویں آیات میں استعمال ہوا ہے چنانچہ یوں لکھا ہے ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْٓا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِہِمْ۔ لَقَدْ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الْمُؤْمِنِیْنَ اِذْ یُبَایِعُوْنَکَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیْ قُلُوْبِہِمْ فَاَنْزَلَ السَّکِیْنَۃَ عَلَیْہِمْ وَاَثَابَہُمْ فَتْحًا قَرِیْبًا۔ اِذْ جَعَلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ قُلُوْبِہِمُ الْحَمِیَّۃَ حَمِیَّۃَ الْجَاہِلِیَّۃِ فَاَنْزَلَ اللّٰہُ سَکِیْنَتَہٗ عَلٰی رَسُوْلِہٖ وَعَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ۔ یعنے وہی ہے جس نے اتارا چین دل میں ایمان والوں کے کہ اور بڑھے اُن کو ایمان اپنے ایمان کے ساتھہ۔ اللہ خوش ہوا ایمان والوں سے جب ہاتھہ ملانے لگے تجھہ سے اس درخت کے نیچے پھر جانا جو اُن کے جی میں تھا پھر اُتارا اُن پر چین اور انعام دی اُن کو ایک فتح نزدیک۔ جب رکھی منکروں نے اپنے دل میں کد نادانی کی ضد پھر اُتارا اللہ نے اپنی طرف کا چین اپنے رسول پر اور مسلمانوں پر۔ یہہ لفظ صرف مدنی سورتوں میں پایا جاتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت نے اِس خیال کو یہودیوں سے اخذ کیا ہے + دیکھو Geiger's Judaism and Islam صفحہ ۳۹ وال +

کے سرکردہ اشخاص اور سرداروں کو بیدریغ بڑے بڑے قیمتی تحائف اور نذرانے عنایت کئے جسپر آپکے پرانے مومنین رنجیدہ خاطر ہوکر کڑکڑانے لگے۔ بڑے تعجب کی بات ہی کہ کچھ مدت بعد اس ذراسی بات کے لئے بھی وحی کا نزول ہوا چنانچہ سورۂ توبہ کے ساتویں رکوع میں مندرج ہی وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗٓ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ۝ اِنَّمَا الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ[1] یعنے اور بعضے ان میں ہیں کہ تجھکو طعن دیتے ہیں زکوٰۃ بانٹنے میں سو اگر اُن کو ملے اس میں سے تو راضی ہوں اور اگر اُن کو نہ ملے تب ہی وہ ناخوش ہو جاویں اور کیا خوب تھا اگر وہ راضی ہوتے جو دیا اُنکو اللہ نے اور اُسکے رسول نے اور کہتے بس ہی ہم کو اللہ۔ دے رہیگا ہم کو اللہ اپنے فضل سے اور اُسکا رسول ہم کو اللہ ہی چاہئے۔ زکوٰۃ جو ہی سو حق ہی مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور اُس کام پر جانیوالوں کا اور جنکا دل پرچانا ہی؛

جو قوموں کے سرداروں اور سرگروہوں کو خیرات کے نام سے بڑے بڑے قیمتی تحفے اور نذرانے دئے گئے وہ فی الحقیقت ایک طرح کی رشوت تھی اور مدنی مسلمانوں کا اس قسم کی کارروائی پر اعتراض کرنا کچھ تعجب کی بات نہ تھی۔ اَلْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ کو مفسرین اب

---

[1] المؤلّفۃ القلوب کے تمام مفسرین بالاتفاق یہی بیان کرتے ہیں کہ اس سے وہ لوگ مراد تھے جنہوں نے آبائی دین و مذہب تالیف قلبی کے باعث چھوڑکر اسلام قبول کیا اور خصوصاً جو سردار و رئیس مختلف اقوام سے مشرف باسلام ہوتے تھے انہی پر اس جملہ کا اطلاق ہوتا تھا؛

منسوخ شدہ بیان کرتے ہیں کیونکہ حضرت ابو بکر صدیق نے نو مسلموں کو اس قسم کے تحائف وہدایا[۵۱] کا دینا بند کر دیا تھا اور بند کرنے کی وجہ یہہ تھی کہ اب چونکہ خدا نے اسلام کو بہت کچھہ ترقی اور قوت و غلبہ عطا فرمایا تھا اسلئے اسطرح نذرانے دینے اور لالچ دلانیکی کچھہ ضرورت نہ تھی +

سنہ ۹ ہجری سالِ رسالت یا وکالت کے نام سے مشہور ہی کیونکہ اسوقت مکّہ و کعبہ پر آنحضرت قابض تھے۔ آپکی شہرت بدرجہ کمال پھیل گئی تھی اور بہت سی قومیں یکے بعد دیگر آپکی مطیع و فرمانبردار ہوگئیں اور اپنی اطاعت و فرمانبرداری کے اظہار و اقرار کے لئے اُنہوں نے آنحضرت کی خدمت میں اپنے قاصد اور وکیل بھیجے +

مورخ ابن اسحق لوگوں کے اسطرح مطیع ہونے اور اسلام قبول کرنیکی اخلاقی حقیقت یُوں بیان کرتا ہی کہ جب مکہ فتح ہوگیا اور قریش نے اسلام سے مغلوب ہوکر اطاعت قبول کرلی تو باشندگان عرب نے یہہ جانکر کہ ہمیں محمد صاحب کے مقابلہ کی تاب نہیں اور لڑائی میں ہم اس سے عہدہ برا نہیں ہوسکتے دینِ اسلام قبول کرلیا۔ جنگی افسروں کے ماتحت افواج اسلام نے ملک کو لوٹ مار کر صاف کر دیا اور منکرانِ اسلام کے لئے خانہ کعبہ کی زیارت کی قطعی ممانعت ہوگئی چنانچہ سورۃ توبہ کی پانچویں آیت میں یوں مرقوم ہی کہ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ط یعنے پھر جب

[۵۱] ان تحائف وہدایا کی تنسیخ و اسقاط کے باب میں مفسر حسین فرماتے ہیں کہ بعد از ظہور اسلام و غلبہ مسلمانان باجماعِ صحابہ ساقط شدہ است۔ (تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۶۰ واں) +پھر خلاصۃ التفاسیر جلد دوم کے ۲۷۱ ویں صفحہ پر یوں مرقوم ہی کہ زمانہ ابو بکر صدیق باجماع حصّہ مؤلفۃ القلوب ساقط ہوگیا اسلئے کہ ضرورت تالیف قلوب کرنیکی باقی نہ رہی +

گذر جاویں مہینے پناہ کے تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ اور پکڑو اور گھیرو اور بیٹھو ہر جگہ اُنکی تاک میں۔ پھر اگر وہ توبہ کریں اور کھڑی رکھیں نماز اور دیا کریں زکوٰۃ تو چھوڑ دو اُن کی راہ +

کہتے ہیں کہ اس مشہور معروف آیت نے جو کہ آیت السیف یا تلوار کے نام سے نامزد ہے اُن تمام قیود[1] کو جو مسلمانوں کو لڑائی شروع کرنے سے روکتی اور مانع تھیں توڑ ڈالا اور نہ صرف یہہ بلکہ سورہ عنکبوت کے پانچویں رکوع کی دوسری آیت میں جو نرمی کے الفاظ مندرج ہیں کہ لَا تُجَادِلُوٓا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ یعنے جھگڑا نہ کرو کتاب والوں سے مگر اس طرح پر جو بہتر ہو اُنکو بھی منسوخ کر دیا +

بہر حال اب اہل عرب پر روشن ہو گیا کہ آنحضرت کی آئندہ کسی طرح سے مخالفت کرنا بالکل بے سود اور لا حاصل ہے۔ اُنکے جتھے میں تفرقہ پڑ گیا اور اُسکی جمعیت نہایت ضروری تھی پر اس قسم کے کام کو انجام دینا صرف محمد صاحب ہی کا کام تھا۔ اسطرح اسلامی جنبش نے قومی ترقی کی صورت اختیار کی اور وہی شخص جو مدت مدید تک نزاع و فساد اور جنگ و جدل کا باعث تھا اب تمام عرب کا پیشوا اور مختار و حاکم تسلیم کیا گیا۔ اس طور پر آنحضرت کی پہلی آرزوئیں اور خواہشیں پوری ہو گئیں +

جو شخص ملکی معاملات میں آپکی اطاعت قبول کرتا تھا اسکے لئے اسلام کا قبول کرنا بھی ضروری تھا اور اسکی ایک نہایت لابدی شرط یہہ تھی کہ اسکو نہ صرف اسلام کی تعلیم

[1] ان قیود کا بیان سورہ بقر کے چوبیسویں رکوع میں یوں مندرج ہے وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا یعنے لڑو اللہ کی راہ میں اُنسے جو لڑتے ہیں تم سے اور زیادتی مت کرو۔ یہہ حکم جسکے مطابق مسلمانوں کو صرف اپنے بچاؤ اور حفاظت کیلئے ہی لڑنا جائز تھا آیت السیف سے منسوخ ہو گیا چنانچہ تفسیر حسینی جلد اول کے ۳۲ ویں صفحہ میں مندرج ہے کہ این حکم بآیت سیف منسوخ است۔ پس اب اپنی حفاظت و بچاؤ کے لئے لڑنا ایک پرانی کہانی متصور ہونے لگی اور تمام مشرکین سے دائمی لڑائی کی تعلیم مومنین کے دلوں میں نقش ہو گئی +

اور اُسکے اخلاقی مسائل کو تسلیم کرنا پڑتا تھا بلکہ اُسپر ہر امر میں اللہ اور اُسکے رسول کی فرمانبرداری بلاحجت اور بے چون وچرا فرض و واجب تھی۔ علاوہ بریں ہر سال اُسے اپنی جائداد کا دسواں حصہ دینا پڑتا تھا اور یہہ کسی طرح کا خراج یا جزیہ نہ تھا بلکہ دینی سخاوت تھی جس سے اُسکی باقی جائداد و دولت کا پاک ہونا خیال کیا جاتا تھا اور اس میں آنحضرت کی خیرات و اخراجات اور سلطنت[1] کی ترقی ملحوظ ہوتی تھی۔

کچھ تھوڑے ہی عرصہ کے بعد ۶۳۰ء میں آنحضرت کو یہہ خبر ملی کہ بادشاہ ہیرو کلیس (Heraclius) چھوٹے چھوٹے راجاؤں اور جاگیرداروں کو فراہم کرکے اس خیال اور ارادہ سے بے شمار فوج جمع کر رہا ہو کہ مسلمانوں کے حملوں اور یورشوں کو آئندہ کے لئے بند کرے یا عرب پر حملہ کرکے اسے تاخت و تاراج کرے۔ اسپر آپنے ایک مسلح فوج ملک سیریا کی حدود کی طرف بھیجی۔ آنحضرت کو یہہ معاملہ نہایت نازک معلوم ہوا اور یونانی سلطنتِ روم اُسکے مددگاروں کے مقابلہ کی خاطر محمدی فوج اتنی جمع ہوئی کہ اس سے پیشتر کبھی اسقدر مومنین آنحضرت کے جھنڈے تلے لڑنے مرنیکو تیار نہ ہوئے تھے۔ جب بہت سی تکالیف و مصائب کے بعد یہہ لشکر تبوک[2] پہنچا تو معلوم ہوا کہ رومی لشکر کشی کی خبر میں بہت مبالغہ کیا گیا تھا بلکہ بادشاہ اپنے ارادہ کو فسخ کرکے وہاں سے چلا گیا تھا۔ اب محمد صاحب یہود و نصاریٰ کی مختلف ریاستوں کیطرف متوجہ ہوئے۔ ایلا کا عیسائی حاکم یوحنا (John) آنحضرت سے عہد و پیمان کرکے آپکا باجگذار بن گیا۔ بعض یہودی اقوام نے بھی آپکی اطاعت اختیار کر لی اور باقاعدہ جزیہ دائے

---

[1] Muir's Life of Muhammad جلد چہارم صفحہ ۱۷۰ اول

[2] تبوک ایک مقام کا نام ہو جو مدینہ اور دمشق کے درمیان مساوی فاصلہ پر واقع ہو۔

کرنیکا اقرار کیا اور ۶۳۱ء کے اختتام پر آنحضرت اس آخری یورش سے مدینہ میں واپس آئے+

یہود و نصاریٰ پر اس جبر و تعدی کے جواز کا بیان سورۂ توبہ کی اُن چند آیات میں پایا جاتا ہی جو نہایت معتبر مفسرین کے نزدیک عین یورشِ تبوک کے بعد ہی نازل ہوئی تھیں۔ چنانچہ ۲۹ ویں آیت سے ۳۱ ویں آیت تک یوں مندرج ہی قَاتِلُوا الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰہِ وَلَا بِالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا یُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَلَا یَدِیْنُوْنَ دِیْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْکِتٰبَ حَتّٰی یُعْطُوا الْجِزْیَۃَ عَنْ یَّدٍ وَّھُمْ صٰغِرُوْنَ ۝ وَقَالَتِ الْیَھُوْدُ عُزَیْرُ ابْنُ اللّٰہِ وَقَالَتِ النَّصٰرَی الْمَسِیْحُ ابْنُ اللّٰہِ ذٰلِکَ قَوْلُھُمْ بِاَفْوَاھِھِمْ یُضَاھِئُوْنَ قَوْلَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ[1] اَنّٰی یُؤْفَکُوْنَ ۝ اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَھُمْ وَرُھْبَانَھُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ وَالْمَسِیْحَ ابْنَ

[1] قَاتَلَھُمُ اللّٰہُ (خدا اُن کو ہلاک کرے یا مار ڈالے) سورۂ مائدہ کے ملائم و نرم الفاظ کے بالکل عکس ہی چنانچہ سورۂ مائدہ کے گیارھویں رکوع میں یوں لکھا ہی وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَھُمْ مَّوَدَّۃً لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوا الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰی ذٰلِکَ بِاَنَّ مِنْھُمْ قِسِّیْسِیْنَ وَرُھْبَانًا وَّاَنَّھُمْ لَا یَسْتَکْبِرُوْنَ ۝ یعنے اور تو پاویگا سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں۔ یہہ اسواسطے کہ اُن میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور یہہ کہ وہ تکبر نہیں کرتے+ لیکن ساتھ ہی یہہ بھی یاد رہے کہ اس آیت کے بعد کی آیت سے معلوم ہوتا ہی کہ یہہ مسیحی لوگ اسلام قبول کرنیکو تیار تھے۔ چنانچہ یوں لکھا ہی وَاِذَا سَمِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَی الرَّسُوْلِ تَرٰٓی اَعْیُنَھُمْ تَفِیْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ یَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاکْتُبْنَا مَعَ الشّٰھِدِیْنَ ۝ یعنے اور جب سُنیں جو اُترا رسول پر تو دیکھے اُن کی آنکھیں اُبلتی ہیں آنسوؤں سے اُسپر جو پہچانی بات حق۔ کہتے ہیں اے رب ہم نے یقین کیا سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ+ بہر کیف متذکرہ بالا دو نو آیات میں مسلمانوں کے مسیحیوں سے عام رشتہ کا ذکر نہیں ہی بلکہ اُن سے ایک خاص محدود تعلق ظاہر ہوتا ہی۔ علاوہ اسکے ان آیات سے آنحضرت کے خیالات کچھ متبین اور آخری معلوم نہیں ہوتے کیونکہ اگرچہ یہہ آیتیں سب سے آخری سورت میں مندرج ہیں تاہم اُنکا واسطہ بہت پہلے زمانہ سے ہی۔ اِسکے ثبوت میں ہم مفسر حسین کا بیان پیش کرتے ہیں وہ کہتا ہی کہ یہہ آیات اُن ستر آدمیوں کی طرف اشارہ کرتی ہیں جنکو حبش کے بادشاہ یعنے نجاشی نے آنحضرتؐ کے پاس بھیجا تھا۔ اور جس نے قریباً ۶ء ہجری میں اُن لوگوں پر جو مکہ سے بھاگ کر اُسکے پاس پناہ گزین ہوئے تھے بڑی مہربانی ظاہر کی تھی۔ پس اگر یہہ مان بھی لیا جائے کہ یہہ عیسائی اِس آخری وقت نہیں آئے تو تو بھی یہہ اُسوقت سے دو سال پیشتر کا ذکر ہی جب سورۂ مائدہ میں سخت حکم آیا کہ مسلمان یہود و نصاریٰ کے ساتھ دوستی نہ رکھیں۔ چنانچہ اِس مضمون پر یہہ آخری حکم سورۂ مائدہ کے آٹھویں رکوع کی پہلی آیت میں یوں مندرج ہی یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓی اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ یعنے اے ایمان والو مت پکڑو یہود و نصاریٰ کو رفیق۔ وہی آپس میں رفیق ہیں ایک

مَرْيَمَ ۚ وَمَآ أُمِرُوٓا۟ إِلَّا لِيَعْبُدُوٓا۟ إِلَـٰهًا وَٰحِدًا ۖ لَّآ إِلَـٰهَ إِلَّا هُوَ ۚ سُبْحَـٰنَهُۥ عَمَّا يُشْرِكُونَ ۝ يُرِيدُونَ أَن

يُطْفِـُٔوا۟ نُورَ ٱللَّهِ بِأَفْوَٰهِهِمْ وَيَأْبَى ٱللَّهُ إِلَّآ أَن يُتِمَّ نُورَهُۥ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْكَـٰفِرُونَ ۝ هُوَ ٱلَّذِىٓ أَرْسَلَ

رَسُولَهُۥ بِٱلْهُدَىٰ وَدِينِ ٱلْحَقِّ لِيُظْهِرَهُۥ عَلَى ٱلدِّينِ كُلِّهِۦ وَلَوْ كَرِهَ ٱلْمُشْرِكُونَ ۝ يَـٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوٓا۟

إِنَّ كَثِيرًا مِّنَ ٱلْأَحْبَارِ وَٱلرُّهْبَانِ لَيَأْكُلُونَ أَمْوَٰلَ ٱلنَّاسِ بِٱلْبَـٰطِلِ وَيَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ ٱللَّهِ ۗ

وَٱلَّذِينَ يَكْنِزُونَ ٱلذَّهَبَ وَٱلْفِضَّةَ وَلَا يُنفِقُونَهَا فِى سَبِيلِ ٱللَّهِ فَبَشِّرْهُم بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ۝

يَوْمَ يُحْمَىٰ عَلَيْهَا فِى نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوَىٰ بِهَا جِبَاهُهُمْ وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ یعنے لڑو اُن لوگوں

سے جو یقین نہیں رکھتے اللہ پر نہ پچھلے دن پر۔ نہ حرام جانیں جو حرام کیا اللہ نے اور اُس کے

رسول نے۔ اور نہ قبول کریں دین سچا۔ وہ جو کتاب والے ہیں جب تک دیویں جزیہ سب ایک ہاتھ

سے اور وہ بے قدر ہوں۔ اور یہود نے کہا عزیر بیٹا اللہ کا اور نصاریٰ نے کہا مسیح بیٹا اللہ کا۔

یہہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہہ سے۔ ریس کرنے لگے اگلے منکروں کی بات کی۔ مار ڈالے اُنکو اللہ

کہاں سے پھرے جاتے ہیں۔ ٹھہراتے ہیں اپنے عالم اور درویشوں کو خدا[ا] اللہ کو چھوڑ کر اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۲۔ دوسرے کے اور جو کوئی تم میں رفاقت کرے وہ انہی میں ہے۔ حسین بیان کرتا ہے کہ ان مسیحی زاہدوں کو آنحضرت نے سورۂ یٰس سُنائی جو خوش ہو کر ایکدوسرے سے کہنے لگے کہ جو کچھ عیسیٰ پر نازل ہوا تھا اس سے قرآن بہت مشابہت رکھتا ہے پھر اُنہوں نے اسلام قبول کر لیا چنانچہ تفسیر حسینی جلد اول کے ۵۵ اویں صفحہ پر یوں مرقوم ہے کہ احکام اسلام و ایمان قبول کردہ بایکدیگر گفتند کہ قرآن چہ مشابہت تمام دارد باآنچہ بر عیسیٰ نازل شدہ۔

[ا] اتخذوا احبارھم و رھبانھم اربابا من دون اللہ کا ترجمہ مفسر حسین یوں کرتے ہیں کہ فرا گرفتند یہودی و نصاریٰ علمائے خود را و عباد خود را خدایان۔ لفظ ارباب ربّ کی جمع ہے اور لفظ ربی کی طرف اشارہ کرتا ہے جسکو یہود و نصاریٰ اپنے کاہنوں اور معلموں کے حق میں استعمال کرتے تھے لیکن عربی زبان میں صرف خدا کے حق میں یہہ لفظ استعمال کر سکتے تھے (دیکھو راڈویل صاحب کا قرآن صفحہ ۱۶۲ اور پامر صاحب کا قرآن جلد اول صفحہ ۱۷۷) جب کوئی یہودی کسی عالم کو ربی کہتا تھا تو اسمیں کسی طرح کا گناہ متصور نہیں ہوتا تھا کیونکہ اس لفظ کا یہہ مطلب نہ تھا کہ وہ اُسکو خدا جانتا تھا۔ محمد صاحب نے غلطی کھائی اور اس لفظ کے غلط معنے لے لئے۔ اس غلطی کا یہہ سبب بیان کیا جاتا ہے کہ آپ عبرانی زبان سے بے بہرہ تھے لیکن ایک اور مشکل پیش آتی ہے کہ یہہ امر الہامی تعلیم کے برخلاف ہے کیونکہ آنحضرت کا یہہ دعویٰ تھا کہ قرآن آپکا کلام نہ تھا بلکہ خدا کا کلام جو آپکے وسیلہ بولتا تھا اس آیت سے قرآن کا وحی کی معرفت نازل ہونا صاف اڑ جاتا ہے اور محض غلط ثابت ہوتا ہے۔

مسیح مریم کے بیٹے کو اور حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک صاحب کی کسی کی بندگی نہیں اسکے سوائے وہ پاک ہی اُنکے شریک بتانے سے۔ چاہیں کہ بجھا دیں روشنی[۱] اللہ کی اپنے منہہ سے اور اللہ نرہیگا بن پوری کئیے اپنی روشنی اور پڑے بُرا مانیں مُنکر۔ اُسی نے بھیجا اپنا رسول ہدایت لیکر اور دین سچّا تا اُسکو اوپر کرے[۲] ہر دین سے اور پڑے بُرا مانیں مشرک۔ ای ایمان والو بہت عالم اور درویش اہل کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے۔ اور جو لوگ گاڑ رکھتے ہیں سونا اور روپا اور خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں۔ سو اُنکو خوشخبری سُنا دُکھہ والی مار کی جسدن آگ دہکاوینگے اُسپر دوزخ کی پھر داغینگے اُس سے اُنکے ماتھے اور کروٹیں اور پیٹھیں[۳] +

---

[۱] اس روشنی سے اسلام۔ قرآن یا محمد صاحب کی نبوّت یا خدا کی پاکیزگی و تقدس (حجتِ روشن بر تقدس تنزہ او از زن) کی صاف دلیل مراد ہی با فواھھم سے مجازی اصطلاحی طور پر یہود و نصاریٰ کی دروغگوئی مراد ہی جس سے وہ سچّے دین کو پھیلنے سے روکتے ہیں اور اسکی اشاعت کے مانع ہوتے ہیں +

[۲] اسکی یوں تفسیر کرتے ہیں کہ خدا نے حضرت محمد کو اسلام یعنے سچّے دین کے ساتھہ بھیجا ہی اور یہہ کہ اسلام تمام دیگر ادیان پر غالب آکر اُنکی شریعت و احکام کو منسوخ کردیگا اور عیسیٰ کی دوسری آمد کے بعد تمام جہان میں سوائے اسلام کے کوئی دوسرا دین نہیں ہوگا چنانچہ تفسیر حسینی جلد اول کے صفحہ ۲۵۳ و ۲۵۴ میں یوں مندرج ہی کہ غالب گرداند دین خود را بر ہمہ دینہا و منسوخ سازد احکام آنرا و آن بعد از نزول عیسیٰ خواہد بود کہ بر روئے زمین جز دین اسلام نماند + پھر خلاصۃ التفاسیر جلد دوم کے ۲۴۳ ویں صفحہ پر یوں مرقوم ہی کہ اسلام ناسخ الادیان و غالب البرہان است +

[۳] یہہ تمام بیان نہایت ہی قابل غور اور توجہ کے لائق ہی لہذا ہم اسی مقام پر اسکی نسبت مفسر حسین کا بیان درج کرتے ہیں وہ لکھتا ہی کہ بجنگید ای مومناں و کارزار کنید با آنکہ ایمان ندارند بخدائے یعنے یہود کہ بہ تثنیہ قائل اند و نصاریٰ کہ تثلیث را معتقد اند نگروند بروز قیامت۔ یہود گویند کہ در بہشت اکل و شرب نخواہد بود و نصاریٰ معاد روحانی را اثبات میکنند و حرام نمیدانند و نمیدارند آنچہ حرام کردہ است خدائے از خمر و خنزیر و آنچہ ثابت شدہ است و بیان الذین لا یومنون میفرماید کہ با اہل کتاب مقاتلہ کنند تا وقتیکہ بدہند جزیہ و حال آنکہ ایشان خوار شدگان باشند یعنی جزیہ بدست آرند و نشینند تا وقتیکہ تسلیم کنندہ یا از ایشان جزیہ بگیرند و گردن ایشان را بسیلی فرو کوبند۔ بس اب یہہ امر مہر نیم روز کی طرح روشن ہی کہ اس آیت میں عرب کے بت پرستوں کا ذکر نہیں ہی بالکل صاف یہود و نصاریٰ کی طرف اشارہ ہی۔ اس آیت سے اور خصوصًا اسکے الفاظ ھم صاغرون کے باعث شدید ظالمانہ سختی یعنے جزیہ دینے والوں سے بڑی بدسلوکی ہوتی تھی اس امر میں بہت مختلف رائیں ہیں کہ جزیہ کن سے لینا چاہئیے۔ امام شافعی صاحب فرماتے ہیں کہ صرف یہود و نصاریٰ ہی سے جزیہ لینا چاہئیے امام اعظم کا قول ہی کہ تمام مشرکین سے جزیہ لینا چاہئیے سوائے عربی بت پرستوں کے جنکے سامنے یا تیغ است یا اسلام کو پیش کیا جاوے + امام مالک صاحب فرماتے ہیں کہ جو لوگ اسلام سے منحرف اور برگشتہ ہوجاویں اُنکو قتل کرنا چاہئیے اور اُنکے سوا سب سے

یہہ آیات جو کہ آنحضرت کی آخری جنگی مہم سے علاقہ رکھتی ہیں جس میں آپکا مقصد اعلیٰ یہہ تھا کہ یہود و نصاریٰ کو مطیع و تابعدار بناویں اِن سے بخوبی معلوم ہوتا ہی کہ آپنے یہود و نصاریٰ اور اُنکے عقائد کی نسبت اب بہت اچھی طرح سوچ سمجھ لیا تھا کہ آئندہ اُنسے اسلام کا کیا رشتہ ہوگا۔

جن آیات کے ابھی حوالے دئے گئے ہیں اُنکے مطابق اور اسی مضمون کی ایک آیت سورہ مائدہ میں بھی پائی جاتی ہی پر ایسا معلوم ہوتا ہی کہ یہہ آیت بعد میں یہاں داخل کی گئی ہی اور اسکے نزول کے باب میں یہہ کہا جاتا ہی کہ وہ عین جنگ احد کے بعد نازل ہوئی تھی اگر یہہ بات یوں ہی ہی تو اِس سے صرف یہہ ظاہر ہوتا ہی کہ سورہ توبہ میں جو کچھ یہود و نصاریٰ کے متعلق آخری فرمان جاری ہوا وہ کسی طرح کے خاص اسباب کی وجہ سے جلدبازی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۷۴ جزیہ لینا روا ہی۔ اس میں قرآن اور سنت کی مساوی الوزن فوقیت و فضیلت کو قائم رکھا گیا ہی اور بہشت کی اصلی ماہیت کا بیان کیا گیا ہی۔ عزیر کی نسبت مفسر حسین ایک روایت یوں بیان کرتے ہیں کہ نبوکدنذر بادشاہ نے توراۃ کے تمام نسخے ضائع کردئے لیکن عزیر نے تمام توراۃ حفظ کی ہوئی تھی وہ بابل کی اسیری سے واپس آکر مر گیا اور پھر سو سال بعد زندہ ہوکر اُسنے تمام توراۃ لکھوائی یہودی اسپر تعجب کرکے کہنے لگے کہ اسکا باعث یہہ ہی کہ عزیر خدا کا بیٹا ہی یہودیوں میں اس روایت کا کہیں نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا اور آنحضرت کا یہودیوں پر یہہ الزام لگانا محض اختراع اور بناوٹ ہی یہہ مذکورہ بالا روایت کیطرف سورہ بقر کے ۳۵ ویں رکوع میں بھی اشارہ پایا جاتا ہی چنانچہ لکھا ہی اَوْ كَالَّذِي مَرَّ عَلَىٰ قَرْيَةٍ وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا قَالَ أَنَّىٰ يُحْيِي هَٰذِهِ اللَّهُ بَعْدَ مَوْتِهَا ۖ فَأَمَاتَهُ اللَّهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهُ ۖ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ۖ قَالَ لَبِثْتُ يَوْمًا أَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۖ قَالَ بَل لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانظُرْ إِلَىٰ طَعَامِكَ وَشَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۖ وَانظُرْ إِلَىٰ حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ آيَةً لِّلنَّاسِ ۖ وَانظُرْ إِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوهَا لَحْمًا یعنے یا جیسے وہ شخص کہ گذرا ایک شہر پر اور وہ گر پڑا تھا اپنی چھتوں پر بولا کہاں جلاویگا اسکو اللہ مر گئے پیچھے پھر مار رکھا اللہ نے اُس شخص کو سو برس پھر اُٹھایا کہا تو کتنی دیر رہا۔ بولا میں رہا ایک دن یا دن سے کچھ کم کہا نہیں بلکہ تو رہا سو برس اب دیکھ اپنا کھانا اور پینا سڑ نہیں گیا اور دیکھ اپنے گدھے کو اور تجھکو ہم نمونہ کیا چاہیں لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیاں کسطرح اُنکو اُبھارتے ہیں پھر اُنپر پہناتے ہیں گوشت۔ مفسرین اس آیت کو عزیر کے بیان کی طرف منسوب کرکے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ وہ شہر یروشلم کے کھنڈرات کے پاس سے گذرا اور اُسکے پھر تعمیر ہونیکے باب میں اُسکے دل میں شکوک پیدا ہوئے یعنے وہ خیال کرنے لگا کہ خدا اسکو پھر کبھی تعمیر نہیں کریگا اسپر خدا نے اُسکو یہہ معجزہ دکھلایا دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۵۰ وال محمد صاحب اس معاملہ میں عزرا و نحمیاہ میں امتیاز نہیں کرسکے۔ غالباً اس کہانی کی بنیاد یہہ معلوم ہوتی ہی کہ آنحضرت کو کسی سے نحمیاہ کے سوار ہوکر یروشلم کے کھنڈرات سے گذرنے کا حال غیر صحیح طور پر سنایا ہوگا۔ دیکھو نحمیاہ کی کتاب اسکا دوسرا باب ۱۱ ویں سے ۱۶ ویں آیت تک۔

اور نا عافیت اندیشی کا خیال نہ تھا بلکہ کئی سال پیشتر کے ایک فیصل شدہ قانون وضابطہ کی تکمیل کا اظہار تھا چنانچہ سورۂ مائدہ کے آٹھویں رکوع کی پہلی آیت میں یوں مرقوم ہو یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْیَھُوْدَ وَالنَّصٰرٰیٓ اَوْلِیَآءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآءُ بَعْضٍ ط وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ ط اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ ۝ یعنے اے ایمان والو مت پکڑو یہود و نصاریٰ[1] کو رفیق۔ وہی آپس میں رفیق ہیں ایک دوسرے کے اور جو کوئی تم میں ان سے رفاقت کرے وہ اُنہی میں[2] ہے۔ اللہ راہ نہیں دیتا بے انصاف لوگوں کو ۔

اسطرح سے اب محمد صاحب نے یہود و نصاریٰ سے تعلق قطع کرلیا۔ اپنی رسالانہ زندگی کے آغاز میں آپ اُنکی بہت عزت کرتے تھے اور اُنکی مقدس کتابوں کا بڑے ادب و لحاظ

[1] تفسیر حسینی جلد اول کے ۱۴۹ ویں صفحہ پر مرقوم ہو کہ ایں سخن غایت تہدید است در موالات یہود و نصاریٰ ۔

[2] ساتویں رکوع میں کسیقدر ظاہری آزادی کا خیال پایا جاتا ہے لیکن یہہ آیت اُسکی نقیض معلوم ہوتی ہو کیونکہ اس سخت حکم کے برعکس ساتویں رکوع میں یوں مندرج ہو لِکُلٍّ جَعَلْنَا مِنْکُمْ شِرْعَةً وَّمِنْھَاجًا ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰکِنْ لِّیَبْلُوَکُمْ فِیْ مَآ اٰتٰکُمْ یعنے ہر ایک کو تم میں دیا ہم نے ایک دستور اور راہ اور اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین پر کرتا لیکن تمکو آزمایا چاہتا ہو اپنے دئے حکم میں ۔ تفسیر حسینی جلد اول کے ۱۴۸ ویں صفحہ میں اسکا بیان یوں مندرج ہو کہ بیازماید شمارا در آنچہ شمارا دادہ است از شرائع مختلفہ مناسب ہر عصرے و زمانے تا مطیع از عاصی تمیز شود۔ ان دونوں آیات سے مفسرین نہایت مشکل میں پڑ گئے کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہو کہ تمام مذاہب مختلفہ کا بانی اور قائم کرنیوالا خدا ہی ہو درحالیکہ عبارت متن سے یہہ امید بلکہ یقین ہونا چاہئے کہ مختلف مذاہب کی ہستی انسان کے گناہ اور اُس کی خودپسندی و خودرائی کا نتیجہ ہو حامیان اسلام میں سے بعضے یعنے سُنّی مفسرین لِکُلٍّ کے بیان میں فرماتے ہیں کہ اسکا مفہوم ہر ایک فرد بشر یا ہر ایک زمانہ یا قوم نہیں ہو بلکہ اس سے ہر ایک نبی مراد ہو جسکو شریعت ملی اور اسطرح سے اس ہماری عبارت کا مطلب یہہ ہو کہ خدا نے ہر ایک نبی کو شریعت دی اور اُسکی تعمیل و تابعداری اس زمانہ کے لوگوں پر اسوقت تک فرض تھی جبتک کہ وہ شریعت منسوخ ہو جاوے چنانچہ اسی طرح تمام نبی اور دین ایکدوسرے کے بعد خدا کی طرف سے مقرر ہوتے رہے اور اب یہود و نصاریٰ اپنی اپنی شریعتوں کی تعمیل نہیں کر سکتے کیونکہ اس زمانہ میں اُنکی شریعتیں اُنکے دینوں سمیت منسوخ ہو گئیں اور اب صرف اسلام ہی کی اطاعت و تابعداری فرض ہو دیکھو خلاصۃ التفاسیر جلد اول صفحہ ۵۳۳ و ال) عبداللہ ابن عباس لِکُلٍّ کا مفہوم لِکُلِّ نَبِیٍّ مِّنْکُمْ یعنے ہر ایک نبی بتاتے ہیں اور شاہ ولی اللہ محدث اسکا ترجمہ ہر گروہ بیان کرتے ہیں ۔

سے ذکر کیا کرتے تھے اور آپکی تعلیم میں جسقدر اچھی باتیں ہوتی تھیں وہ سب کی سب انہی کی تعلیم سے اُڑائی ہوئی ہوا کرتی تھیں۔ اب جسوقت آپکی طاقت سب پر فوق لے گئی تو آپنے اپنی مدد و یاوری کے تمام پُرانے وسائل کو یکطرفہ ردّ کردیا اور سب کو اپنے تابع فرمان بنایا +

اگرچہ یوں بیان کیا جاتا ہی کہ اسلام کی اشاعت میں صرف وہی وسائل[1] و طریقے کام

---

[1] اس مقام پر آیات قرآنی اقتباس نہیں کی گئیں۔ سورۂ بقر میں جو آیات اس امر کے متعلق ہیں ممکن ہی کہ اُن کا حوالہ ۶ہجری کے حج سے علاقہ رکھتا ہو اگر یوں ہو تو یہہ آیتیں بعد میں سورۂ بقر میں درج کی گئی ہیں۔ پھر اگر یہہ سچ ہی تو اس سے صرف آنحضرت کے مکّی مخالفین کی طرف اشارہ ہی لیکن سورۂ بقر کے ۲۴ ویں رکوع میں انکی نسبت یوں مرقوم ہی وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ط یعنے اور لڑو ان سے جب تک باقی نہ رہے اور حکم رہے اللہ کا + ذرا خیال کرنا چاہئے کہ فعل قٰتَلَ ہی نہ کہ جٰهَدَ کہ اُسکے معنے بجائے قتل کرنے یا مارنے کے جہد و کوشش ہو سکیں۔ (دیکھو Sell's Faith of Islam صفحہ ۳۴۶ و ۱۱) تمام دلائل جنکی بنیاد یہہ ہی کہ قرآن میں جٰهَدَ کے معنے لڑائی کرنا نہیں بلکہ سرگرمی سے کوشش کرنا ہیں اس قسم کی آیات پر مطلق عائد نہیں ہوتے اور نہ ان سے اس حکم کی سختی اور خشونت میں کسی طرح کا فرق آتا ہی۔ اگر یہہ آیت محض اہلِ مکہ ہی کے حق میں نازل ہوئی ہو تو بھی اس سے ثابت ہوتا ہی کہ عرب میں اشاعتِ اسلام تلوار ہی سے ہونی تھی اور تلوار ہی سے ہوئی نہ کہ صلح و امن کے وسائل سے جس لڑائی کا اوپر بیان ہوا ہی یہہ محض موجودہ طرزِ حکومت کے برخلاف ملکی لڑائی ہی نہ تھی بلکہ اہلِ مکہ سے یہہ آپ کی دینی لڑائی تھی کیونکہ آپکو ایک مدنی حاکم کی حیثیت میں نہ اپنا ملکی حاکم مانتے تھے اور نہ دینی پیشوا قبول کرتے تھے۔ اس عبارت کی یہہ سب سے ملائم تفسیر ہی لیکن بہت سے مسلمان اسکو اسقدر محدود نہیں کرتے۔ اُنکو جہاد کی آواز ہر زمانہ میں صاف سُنائی دیتی ہی۔ الجہاد ماضی الی یوم القیامہ کی حدیث کو بسا اوقات بڑی خوشی سے اقتباس کرتے ہیں + یہہ بھی کہتے ہیں کہ یہہ آیت جزیہ دینے والوں اور لوگوں کے سوائے جو مومنین سے رابطۂ اتحاد اور عہد و پیمان رکھتے ہوں سب پر محیط ہی لیکن تمام جزیرہ نمائے عرب میں کسی کافر کو رہنے کی اجازت نہ تھی اور ہر ایک مرتد کے لئے قتل کا حکم نافذ ہو چکا تھا دیکھو خلاصۃ التفاسیر جلد اول صفحہ ۱۳۲ و ۱۱ لہذا ان آیتوں سے صاف ظاہر ہی کہ خواہ محدود طور پر سمجھا جاوے یا وہ غیر محدود طور پر عائد ہوں ان سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ اشاعت اسلام میں جن طریقوں اور تدابیر کو استعمال کیا گیا وہ صلح و سلامتی سے خالی اور محض جبر کے نام نامی کے لائق ہیں +

میں لائے گئے ہیں جن سے محض صلح وسلامتی متصور تھی تاہم اسکا تسلیم کرنا اور اس بیان کی صداقت کے معتقد ہونا محال ہی۔ اسقدر تسلیم کر لیا گیا ہی کہ بعض اوقات ایسا ہی ہوا اور نیز یہہ کہ دین عیسوی کے بعض مسائل کی بالجبر تلقین کی گئی لیکن ہمارا اعتراض یہہ ہی کہ جبر و تعدی مسیحیت کے بانی کی ذات پاک اور اُسکی تعلیم کے بالکل برخلاف و برعکس ہی۔ البتہ محمد صاحب کی ذات اور اُسکے افعال سے اسکی بہت مطابقت ہی آنحضرت کے مومنین کے لئے آپکے آخری الفاظ بالکل صاف ہیں جب تک صفحہ ہستی پر اسلام کا نام و نشان باقی ہی ہر ایک پکے مسلمان کے کانوں میں یہی آواز گونجتی رہیگی کہ قاتلہم اللہ یعنے خدا اُن کو قتل کرے۔ آنحضرت نے اپنے مومنین کو صلح وسلامتی کا ایک حرف بھی میراث میں نہ دیا بلکہ اُن میں گوشت و خون کی آگ[1] پھونک مار گئے کہ اس سے اُنکے دلوں میں مذہبی دیوانگی کی روح ہمیشہ قائم رہتی ہی +

[1] سب سے آخر جو اس امر کی کوشش کی گئی ہی کہ اشاعت اسلام کو جبر و تعدی سے بری کیا جاوے اور ظاہر ہو کہ اسلام صلح و امن سے پھیلا وہ T. W. Arnold صاحب کی کتاب The Preaching of Islam میں پائی جاتی ہی اسمیں مصنف موصوف نے غلطی کھائی ہی تاہم یہہ کتاب دلچسپ ہی مصنف کو جسقدر قرآن سے نرم وملائم الفاظ کے فقرات ملے ہیں اُسنے اس کتاب میں تیسرے صفحہ سے چھٹے صفحہ تک شروع میں درج کئے ہیں تعجب کی بات ہی کہ اگرچہ اُسنے اسی سورت یعنے سورہ توبہ سے کئی آیات اقتباس کی ہیں تو بھی وہ ۲۹ ویں سے ۳۵ ویں آیت تک تمام عبارت صاف اُڑا گیا ہی جس سے اُسکی کتاب کے تمام دلائل درہم برہم ہو جاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں کہ مسیحی لوگ مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں پر محمد صاحب نے اُنکے ساتھ کوئی مناسب سلوک نہ کیا بلکہ کہا کہ قاتلہم اللہ اور آپنے کلمات غضب آیات اپنی آخری عمر میں کہے جب آپکی رسالت اور کارگذاری کا انجام نزدیک تھا ضرور آپنے یہہ الفاظ سوچ سمجھکر اور دل میں فیصلہ کرکے کہے ہونگے۔ ایک حدیث میں واقدی سے روایت ہی کہ آنحضرت اپنے بستر مرگ پر یوں کہتے تھے کہ خدا یہود و نصاریٰ کو ہلاک کرے لیکن اس بات پر زور دینے کی کچھہ ضرورت نہیں کیونکہ ممکن ہی کہ یہہ حدیث ہی کچھہ بہت اعتبار کے قابل نہ ہو جیسا کہ بیان ہو چکا ہی آنحضرت جابرانہ عداوت و دشمنی کے اظہار کے لئے جو آپ اپنے ہر ایک مخالف سے رکھتے تھے آخری ایام کا وحی قرآنی ہی کافی ہی دیکھو Muir's Life of Mahommad جلد چہارم صفحہ ۲۷۰ واں +

فی الحقیقت نہایت افسوس کی بات ہی کہ ایسے نامور شخص کی زندگی کا ایسا انجام ہو+
مسلمانوں پر جہاد کا فرض ہونا رفتہ رفتہ قرار پایا اور اس بات کا تصور میں آنا کہ صرف اللہ
ہی کا دین ہو اور اسلام ہی سب پر غالب رہے نہایت اعلیٰ خیال تھا اور جسقدر آنحضرت کی
ملکی طاقت بڑھتی گئی اسیقدر آپکے دل میں یہہ خیال زیادہ صفائی سے نقش ہوتا گیا۔ ایام
مکہ کے آخر میں جو آپکے خیالات تھے اب وہ بالکل جاتے رہے۔ اُسوقت آپنے مومنین کو یوں
فرمایا تھا لَا تُجَادِلُوْا اَهْلَ الْكِتٰبِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ یعنے جھگڑا نہ کرو کتاب والوں
سے مگر اُس طرح پر جو بہتر ہو (سورۂ عنکبوت ۴۵ ویں آیت)+

اِس سے سات آٹھ سال پیشتر جب مسلمان مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ گئے اور یہود و نصاریٰ
اور بت پرست عربی اقوام سے سابقہ پڑا اُسوقت آنحضرت نے مسلمانوں کو ایک نہایت عمدہ
نصیحت کی اور فرمایا کہ لَا اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ یعنے زور نہیں دین کی بات میں (دیکھو سورۂ بقر
۳۴ واں رکوع) لیکن اب آپ اسکو بھی فراموش کر بیٹھے+

اسوقت آنحضرت کا اور ہی ڈھنگ تھا۔ بدرجۂ کمال زبردستی ہونے لگی جسکو عمل میں
لانا اور اُسکی تعلیم دینا صرف کسی فتحمند اور صاحب اقتدار شخص کا کام ہی جب آپکو یہہ رتبہ حاصل
نہ تھا اُسوقت آپ ایک بھگوڑے واعظ کی حیثیت میں اسپر قادر نہ تھے[1] لیکن اب تو مدت سے
فتحمندی کے نشہ نے آپکی ضمیر کی آنکھوں میں خاک ڈالکر اُسے جلاوطن کر چھوڑا تھا۔ اب

[1] اِن تمام سخت و نرم آیات کے نزول کا وقت دریافت کرنا نہایت ضروری ہی۔ صرف تمام نرمی و ملائمت کی
آیات کو جمع کرنا اور اُنکے نزول کے محل اور متعلقہ واقعات کا بیان نہ کرنا جیسا کہ بعض اوقات ظہور میں آیا ہی محض مغالطہ
میں ڈالنا ہی مثلاً Arnold's Preaching of Islam تیسرے سے
چھٹے صفحہ تک ملاحظہ کیجئے+

آنحضرت قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے تھے اور چلتے چلتے اپنے مومنین کو تمام جہان سے لڑنے اور قتال کرنے کا حکم ورثہ میں دے گئے۔ خواہ مخواہ ایک اور دینی پیشوا کا آنحضرت سے مقابلہ کرنا پڑتا ہی جس نے اپنے شاگردوں کو یوں فرمایا کہ تمام قوموں میں صلح کی انجیل کی منادی کرو۔ ماسوائے اسکے دونوں کے فرمان کی تعمیل بھی نہایت سرگرمی اور عجیب طور سے کی گئی۔ اہل عرب ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے میں تلوار لیکر شہروں کو جلاتے اور وہاں کے مظلوم باشندوں میں اسلام کی اشاعت بزور شمشیر کرتے تھے لیکن مسیح کے رسول رومی سلطنت کی اخلاقی تاریکی میں نہایت حلم اور عدیم المثال نور ہدایت کی طاقت سے شائستگی کی بنیاد رکھتے اور قومی اور خانگی زندگی کے ناپاک سوتوں اور سرچشموں کو پاک وصاف کرتے تھے۱ +

زیادہ سرگرم مسلمانوں کی بڑی خواہش تھی کہ سپہ سالار کے عیسائیوں اور مخالف عربی اقوام کے برخلاف لڑائی میں شریک ہوں لیکن ان سب کے لئے سواری اور دیگر مصارف جنگ کا بندوبست نہیں ہوسکتا تھا اسلئے جنگی ضروریات کے بہم نہ پہنچنے کے باعث وہ جنگ میں شریک ہونے سے قاصر رہے۔ لہذا جنہوں نے دیکھا کہ انکی خدمات کارآمد یا مفید نہیں ہوسکتیں زار زار رونے لگے۔ چنانچہ اسوقت سے انکا نام البا کیون یعنے رونے والے مقرر ہوگیا۔ انکے حق میں ایک آیت نازل ہوئی اور انہیں بتلایا گیا کہ ان کا کچھ قصور نہیں ہی چنانچہ سورۂ توبہ کے بارھویں رکوع میں یوں مرقوم ہی وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ عَلَيْهِ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ؀ یعنے اور نہ انپر کہ جب

۱ دیکھو Osborn's Faith of Islam - صفحہ ۵۴ واں +

تیرے پاس آئے تا انکو سواری دے۔ تو نے کہا نہیں پاتا ہوں وہ چیز کہ اسپر تم کو سوار کردوں
اُلٹے پھرے اور اُنکی آنکھوں سے بہتے ہیں آنسو اس غم سے کہ نہیں پاتے جو خرچ کریں +

مدینہ کے چند منافقین نے آنحضرت کی مہمات اور تسخیرات[1] میں آپکا ساتھ نہیں دیا تھا۔
جب آپ مدینہ میں واپس تشریف لائے تو آپ نے اُنکو خوب دھمکایا + ان منافقین اور بدوی
لوگوں کی سرزنش اور دیگر خاص وعام اشخاص کی آگاہی کے لئے خاص آیات نازل
ہوئیں چنانچہ سورۂ توبہ کی ۳۸ و ۳۹ و ۸۲ اور ۸۷ ویں آیات میں یوں مندرج ہی
یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مَا لَکُمْ اِذَا قِیْلَ لَکُمُ انْفِرُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَی الْاَرْضِ ؕ
اَرَضِیْتُمْ بِالْحَیٰوةِ الدُّنْیَا مِنَ الْاٰخِرَةِ اِلَّا تَنْفِرُوْا یُعَذِّبْکُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ
بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَکَرِهُوْٓا اَنْ یُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ
وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِی الْحَرِّ قُلْ نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا لَوْ کَانُوْا یَفْقَهُوْنَ ۰ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ
اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَکَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَکُنْ
مَّعَ الْقٰعِدِیْنَ[2] ۰ یعنے اے ایمان والو کیا ہوا ہے تم کو جب کہئے کوچ کرو اللہ کی راہ میں ڈھے جاتے
ہو زمین پر۔ کیا ریجھے دنیا کی زندگی پر آخرت چھوڑ کر۔ اگر نہ نکلو گے تم کو دیگا دکھ کی مار خوش
ہوئے پچھاڑی والے بیٹھ رہکر جدا رسول اللہ سے اور برا لگا کہ لڑیں اپنے مال اور جان سے اللہ

---

[1] آنحضرت نے اپنی مدنی رہائش کے ایام میں عرصہ دس سال کے اندر اندر ۸۰ مرتبہ لشکرکشی کی اور ان حملوں میں سے ۲۷ میں آپنے بذات خود اشاعت اسلام کی خاطر سپہ سالاری کی۔ دیکھو میکیل صاحب کی کتاب Muhammad and Muhammadanism کے صفحہ ۲۴۳ پر ابن اسحٰق اور ابن ھشام کے مقتبسات +

[2] ۸۲ ویں آیت سے ۱۰۰ ویں آیت تک ساری عبارت اسی مضمون کے متعلق ہی لیکن ہمنے صرف چند آیات اقتباس کی ہیں +

کی راہ میں اور بولے مت کوچ کرو گرمی میں۔ تو کہہ دوزخ کی آگ او سخت گرم ہی اگر اُن کو سمجھہ ہوتی۔
اور جب نازل ہوتی ہی کوئی سورت کہ یقین لاؤ اللہ پر اور لڑائی کرو اُسکے رسول کے ساتھہ ہوکر۔
رخصت مانگتے ہیں اُنکے مقدور والے اور کہتے ہیں ہم کو چھوڑ دے رہجاویں ساتھہ بیٹھنے والوں
کے + پھر ۹۱ ویں آیت میں بدوی لوگوں کو آنحضرت نے یوں دھمکایا وَجَاءَ الْمُعَذِّرُوْنَ
مِنَ الْاَعْرَابِ لِیُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِیْنَ کَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ سَیُصِیْبُ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ یعنے اور آئے بہانے کرنے گنوار تا رخصت ملے اُنکو اور بیٹھہ رہے جو جھوٹھے
ہوئے اللہ سے اور رسول سے اب پہنچیگی اُنکو ان میں جو منکر ہوئے دُکھہ کی مار +

اِس طرح سے اُن سب کو جو گھروں میں بیٹھے رہے اور لڑائی میں شریک نہ ہوئے زجر و توبیخ
کی گئی اور آنحضرت کو اپنے تمام مومنین سمیت جو آپکے ساتھہ گئے بہت تحسین و آفرین نصیب ہوئی
اور یہہ خوشخبری ملی کہ تمام اچھی چیزیں آپکی خاطر تیار و مہیا بلکہ آپکی منتظر ہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ
نے آپکی خاطر باغ لگاکر اُن میں نہریں جاری کی ہیں اور وہاں آپ اور آپکے مومنین سدا
خوشحال و فرخندہ فال رہینگے[^١] + بعض مسلمانوں نے بعد میں اپنے قصور کا اقرار کرکے معافی حاصل
کی لیکن آنحضرت کو ارشاد ہوا کہ ان کا تمام مال و اسباب لے لیویں تاکہ وہ پاک و صاف ہوں۔
انکے علاوہ اور بھی تھے جو کہ جب تک اُنکے حق میں کوئی خاطر خواہ فیصلہ نہ ہوا منتظر رہے
لیکن آخرکار اُنہوں نے بھی معافی[^٢] حاصل کی +

سورۂ توبہ سب سے آخری ہی یا کم از کم یہہ کہہ سکتے ہیں کہ اسکے بعد صرف ایک ہی

[^١]: دیکھو سورۂ توبہ ۔ ۹۰ ویں آیت +
[^٢]: سورۂ توبہ کی ایک سو تیسری سے ایک سو پانچویں آیت تک اور ایک سو اٹھارھویں و اُنیسویں آیات +

سورت نازل ہوئی تھی[1]- یہہ سورت نہایت سخت ہی اور اسکے احکام برداشت سے باہر ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہی کہ آنحضرت کا مزاج بجائے نرمی و ملائمیت اختیار کرنیکے سال بسال اور بھی سخت و درشت ہوتا گیا اور آپکی جنگی روح جوکہ ہمیشہ معرکہ آرائی کے مضامین کے لئے مفروضہ الٰہی ارشاد کی منتظر تھی کمال تک پہنچگئی چنانچہ سورۂ توبہ کے دسویں رکوع کی پہلی آیت میں اسی مضمون پر یوں مندرج ہی[2] يَا أَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنَافِقِينَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ۚ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ ۖ وَبِئْسَ الْمَصِيرُ یعنے اے نبی لڑائی کر کافروں سے اور منافقوں سے اور تندخوئی کر اُنپر اور اُن کا ٹھکانا دوزخ ہی اور بری جگہ پہنچے +

سب سے آخری حملہ جس میں آنحضرت بذات خود سپہ سالار تھے جنگ تبوک تھا- اور اب ایسا معلوم ہونے لگا کہ تمام مخالفت اور ہر طرح کے خوف و خطر کا خاتمہ ہوا- ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہی کہ آنحضرت کے مومنین نے اسلحہ جنگ فروخت کرنے شروع کردئے اور کہنے لگے کہ اب جہاد کی کچھ ضرورت نہیں جب آنحضرت نے یہہ خبر سنی تو انکو ہتھیار بیچنے سے منع کیا اور فرمایا کہ جبتک دجال[3] ظاہر ہو میرے مومنین اشاعت حق کے لئے ہمیشہ لڑائی میں مصروف رہینگے - خواہ یہہ حدیث معتبر ہو یا غیر معتبر کم از کم اس سے یہہ بات بخوبی معلوم ہوجاتی ہی کہ اسوقت جہاد کی نسبت مومنین کا کیا خیال تھا علاوہ ازیں یہہ

---

[1] اس سورت کا بہت سا حصہ سنہ ۹ ہجری سے علاقہ رکھتا ہی اگرچہ ۱۳ویں سے ۱۶ ویں آیت تک اس سے پہلے سال کا حال پایا جاتا ہی ۲۶ سے ۳۰ ویں اور ۴۷ ویں آیات سنہ ۸ ہجری سے متعلق ہیں- باقی آیات کسی تواریخی ترتیب میں مرتب نہیں کی گئیں لیکن مجموعی طور پر اس سورت سے پتہ لگتا ہی کہ سنہ ۹ ہجری میں جوکہ آنحضرت کی ترقی کا زمانہ تھا آپکے دل کی کیا حالت تھی اور خصوصاً آنحضرت کا بیجا تکبر و غضب جو اس سورت سے ظاہر ہوتا ہی قابل غور ہی دیکھو نولدیکی صاحب کا گشختی دس قرآن صفحہ ۱۶۵ سے ۱۶۹ تک +

[2] نولدیکی صاحب فرماتے ہیں کہ یہہ آیت یا اُسوقت نازل ہوئی تھی جب محمد صاحب تبوک سے واپس آئے تھے یا سنہ ۹ ہجری کے آخر میں + دیکھو گشختی دس قرآن صفحہ ۱۶۷ و ۱۶۸ +

[3] دیکھو Muir's Life of Muhammad جلد چہارم صفحہ ۲۰۲ پر مقتبسات واقدی +

حدیث اُس دوسری حدیث الجہاد ماضی الیٰ یوم القیامۃ کے مطابق ہی +

سالانہ حج کے معمولی وقت پر محمد صاحب مکہ میں تشریف فرما نہ ہوئے کیونکہ ابھی بہت سے لوگوں نے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اسلئے سنہ ۹ ہجری میں آپ نے حضرت ابوبکر کو حاجیوں کی ایک چھوٹی سی جماعت کے ساتھہ روانہ کیا مگر اس حالت میں رہنا آپکو کب پسند تھا۔ فوراً پیغام آیا کہ عرب کے گنواروں کی عزّت و حرمت کی آنحضرت کو کچھہ پرواہ نہیں کرنی چاہئے چنانچہ اِس آسمانی حکم کے اشتہار کی خاطر ابوبکر اور دیگر حاجیوں کی روانگی کے بعد حضرت علی روانہ ہوئے اور مکہ میں اُنسے جا ملے۔ رسوم حج کے اختتام پر حضرت علی نے وحی کا وہ سارا بیان جو محمد صاحب نے اُنکے سپرد کیا تھا حاجیوں کے انبوہ کثیر کو پڑھکر[۱] سُنایا چنانچہ سورۂ توبہ کی پہلی پانچ آیات میں یوں مندرج ہی بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عَاهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ فَسِيْحُوْا فِي الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي[۲] اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي الْكٰفِرِيْنَ ۝ وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ[۳] اَنَّ اللّٰهَ بَرِيْٓءٌ[۴] مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْــــًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝ فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ

[۱] کہتے ہیں کہ حضرت علی نے اُنکے سامنے اس امر کی بخوبی توضیح کردی کہ مؤمنین و کافرین اور بت پرستوں اور واحد خدا کے پرستاروں کے درمیان کسی طرح کے عہد و پیمان اور صلح و امن کا امکان نہیں۔ اور سوائے مسلمانوں کے بہشت میں اور کوئی نہیں ہوگا یعنے صرف مسلمان ہی بہشت میں جائینگے۔ دیکھو خلاصۃ التفاسیر جلد دوم صفحہ ۲۱۵ +

[۲] لفظی ترجمہ یہہ ہی کہ تم خدا کو کمزور نہیں کر سکتے یعنے اسکو اپنے اس ارادہ کے پورا کرنے سے روک نہیں سکتے +

[۳] یعنے حج نہ کہ عمرہ یا حج اصغر +

[۴] واللّٰہ بریٓءٌ من المشرکین ورسولہ کا ترجمہ مفسر حسین نے یوں کیا ہی کہ خدا بیزار است از مشرکین و عہود ایشاں و پیغمبر نیز بیزار است۔ دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۴۲ داں +

فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُمُوْهُمْ یعنے جواب ہی اللہ کی طرف سے اور اُسکے رسول سے
اُن مشرکوں کو جن سے تم کو عہد تھا سو پھر لو اس ملک میں چار مہینے اور جان لو کہ تم نہ تھکا سکو گے اللہ کو
اور یہہ کہ اللہ رسوا کرتا ہی منکروں کو۔ اور سُنا دینا ہی اللہ کی طرف سے اور اُسکے رسول سے لوگوں کو
بڑے حج کے دن کہ اللہ الگ ہی مشرکوں سے اور اُسکا رسول۔ سو اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لئے
بھلا ہی اور اگر نہ مانو تو جان لو کہ تم نہ تھکا سکو گے اللہ کو۔ اور خوشخبری دے منکروں کو دکھہ والی مار
کی مگر جن مشرکوں سے تم کو عہد تھا پھر کچھہ قصور نہ کیا تمہارے ساتھہ اور مدد نہ کی تمہارے مقابلہ
میں کسی کی سو پورے کرو اُن سے عہد اُن کے وعدہ تک۔ اللہ کو خوش آتے ہیں احتیاط والے
پھر جب گذر جاویں مہینے پناہ کے تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ +

پہلی اور چوتھی آیت میں تناقض نظر آتا ہی کیونکہ پہلی آیت کی رو سے محمد صاحب ایفائے
عہد سے بالکل آزاد اور بری ہو جاتے ہیں اور چوتھی آیت میں پھر مشرکین کے ساتھہ آنحضرت
کے دوستانہ عہد و پیمان کا ذکر پایا جاتا ہی اور غالباً اسکا بیان یوں کیا جاتا ہوگا کہ مشرکین کی حیثیت
میں اُنکو حج کعبہ کی تو اجازت ہی نہ تھی اسلیئے اُنکے ساتھہ جو عہد و پیمان تھا اُسکی دیگر شرائط کا ایفا
ضروری تھا جن صاحبوں نے تاحال اسلام قبول نہیں کیا تھا اُنہوں نے حضرت
علی کی ساری تقریر کو بغور سُنا اس تقریر میں یہہ آیت بھی شامل تھی يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا
الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا یعنے اے ایمان والو مشرک جو ہیں
پلید ہیں سو نزدیک نہ آویں مسجد الحرام کے اس برس کے بعد (سورۂ توبہ ۲۸ ویں آیت) +
یہہ حکم ایسا صریح اور صاف تھا اور اُسکی عملی طور پر اسقدر تائید کی گئی کہ باشندگان عرب
کو سوائے تابعداری کے اور کوئی صورت نظر نہ آئی چنانچہ اُنہوں نے اطاعت قبول کرلی +

اب تمام مخالفت رفع دفع ہوگئی اور کعبہ سے بت پرستی کے تمام تعلقات منقطع کئے گئے + مسلمانوں کے سوا کسی کو کعبہ میں داخل ہونے کی اجازت نہ رہی۔ لہذا آنحضرت نے بڑے حج پر خود بدولت تشریف لیجانیکا مصمم ارادہ کر لیا۔ کہتے ہیں کہ ۱۰ہجری میں اس حج کے وقت ایک لاکھ سے زیادہ آدمی آپکے ہمرکاب تھے۔ آنحضرت نے نہایت احتیاط کے ساتھ تمام رسوم حج کو یکے بعد دیگر پورا کیا۔ حجر اسود کو چوما۔ زمزم سے پانی پیا اور اہل عرب کی دیگر پرانی[۱] رسومات کو بھی آپنے ادا کیا۔ اس موقعہ کو آپنے غنیمت جانا اور توارث و زنا کے متعلق ایک تقریر[۲] کی اور یہہ فیصلہ کیا کہ زانیہ کو کوڑوں سے ماریں پر بہت سختی سے نہ ماریں۔ نیز آپنے اس تقریر میں غلاموں کی بابت اور مسلمانوں کے باہمی مساوی درجات کی نسبت تعلیم دی۔ قمری سال کو سال شمسی کی طرف تحویل کرنیکے لئے جو تین سال کے عرصہ میں ایک مہینہ زیادہ کیا جاتا تھا آپنے سورۂ توبہ کی ۳۶ ویں اور ۳۷ ویں آیات سُنا کر اُسکو بھی موقوف کیا اور قمری سال کے متبدل موسموں کے مطابق ماہ ذی الحج مقرر فرمایا +

انہی دنوں میں ایک دن آپ کوہ عرفات کی چوٹی پر تشریف لیگئے اور اونٹ پر سیدھے کھڑے ہو کر فرمایا الیوم[۳] اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی ورضیت لکم

---

[۱] ایک حدیث میں یوں مذکور ہے کہ آنحضرت نے فرمایا کہ رسومات حج کو پورا کرو اور مجھ سے سیکھو کہ تمہیں اُن کو کس طرح ادا کرنا چاہئے کیونکہ میں نہیں جانتا کہ اسکے بعد پھر مجھ کو حج کرنا نصیب ہوگا یا نہیں۔ دیکھو Muir's Life of Muhammad جلد چہارم کے صفحہ ۲۳۴ ویں صفحہ پر حوالجات واقدی +

[۲] آنحضرت کی یہہ تقریر Muir's Life of Muhammad کی چوتھی جلد میں ۲۳۸ ویں سے ۲۴۲ صفحہ تک مندرج ہے +

[۳] عبداللہ ابن عباس اس آیت کا مطلب یوں بیان فرماتے ہیں کہ میں نے تم کو حلال و حرام اور اوامر و نواہی کے سب احکام بتا دئے ہیں آجکے دن سے لیکر کبھی کوئی مشرک عرفات و منا تک نہ پہنچنے پاوے اور نہ کعبہ کا طواف کرے اور نہ صفا و مروہ کے درمیان دوڑے دیکھو تفسیر ابن عباس صفحہ ۱۲۱ و ۱۲۱ + پھر تفسیر حسینی جلد اول

الاسلام دیناً یعنے آج میں پورا دے چکا تم کو دین تمہارا اور پورا کیا تم پر مینے احسان اپنا اور پسند کیا مینے تمہارے واسطے دین مسلمانی +

اِس طرح اِس بت پرستی کی رسم کی شمولیت سے وہ مذہب جسکو آنحضرت اپنے ہموطنوں کے لئے قائم کر گئے اور جس سے پہلے تمام ادیان کی تنسیخ منصور ہونے لگی کاملیت کے درجہ تک پہنچ گیا + سورۂ حج کی ۲۸ ویں - ۳۰ ویں اور ۳۴ ویں آیات میں فرائض حج کا بیان یوں مندرج ہی وَاَذِّنْ فِی النَّاسِ بِالْحَجِّ ۔ ثُمَّ لْيَقْضُوا تَفَثَهُمْ وَلْيُوفُوا نُذُورَهُمْ وَلْيَطَّوَّفُوا بِالْبَيْتِ الْعَتِيقِ ۔ لَكُمْ فِيهَا مَنَافِعُ إِلَىٰ أَجَلٍ مُسَمًّى ثُمَّ مَحِلُّهَا إِلَى الْبَيْتِ الْعَتِيقِ یعنے اور پکار دے لوگوں میں حج کے واسطے - پھر چاہیئے نبٹریں[1] اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی منتیں اور طواف کریں قدیم گھر کا - تم کو چوپایوں میں فائدے ہیں ایک ٹھہرائے وعدہ تک پھر اُن کو پہنچانا اُس قدیم گھر تک +

سورۂ حج کو خالص مکی یا مدنی نہیں کہہ سکتے - اسکا کچھ حصہ مکہ میں نازل ہوا تھا اور کچھ مدینہ میں جن آیات کو ہم نے ابھی اقتباس کیا ہی اُنکے وقت نزول کا ٹھیک پتہ لگانا آسان نہیں ہی لیکن اغلباً یہہ آیات مدنی ہیں اور ۲ھ ہجری میں حج صغرا کے موقعہ پر نازل ہوئی تھیں + بہر کیف یہہ احکام آنحضرت نے پہلے ہی سے نافذ کئے ہوئے تھے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸۶ - کے ۱۳۷ ویں صفحہ پر یوں مرقوم ہی کہ امروز کامل گردانیدم برائے شما دین شمارا کہ دیگر احکام اورا رقم نسخ نخواہد بود و تمام کردم بر شما نعمت خود را کہ حج گذارید ایمن و مطمئن باشید و ہیچ مشرکے با شما حج نگذارد و اختیار کردم برائے شما اسلام را دینے کہ پاکیزہ تر از ہمہ دینہا - خلاصۃ التفاسیر جلد اول کے ۴۸۸ ویں صفحہ پر تمام مفسرین کے بیان کا خلاصہ اور لب لباب یوں مندرج ہی کہ ہمارے دین میں از روئے دلائل و الہام کسی طرح سے کوئی کمی نہیں کسی نئے مسئلے کی ضرورت نہیں اور کسی طرح کی ترقی و تنسیخ کی گنجائش نہیں ہی +

[1] یعنے ناستردہ جھاڑ داڑھی اور ننگا سر Sell's Faith of Islam صفحہ ۲۹۱ دال +

اور اب خود اُنپر کاربند ہو کر آپنے اُنکے جواز پر مُہر کی اور اسوقت سے حج کعبہ ہر مسلمان کے دینی فرائض میں داخل ہو گیا۔ ان ایام میں حج کرنا بلاشبہ ایک ملکی کارروائی تھی کیونکہ یہہ قومی معبد مرکزِ اسلام اور اُسکے جان نثاروں کے سالانہ اجتماع کا مقام ہونے کی حیثیت میں اس عزّت و حرمت کو حاصل کر کے تمام باشندگانِ عرب اور خاصکر قریش کے لوگوں کے خیالات کو جو کہ خاص شہر مکہ ہی میں سکونت پذیر تھے کھینچ رہا تھا +

صرف حج کعبہ ہی ایک ایسی رسم تھی جس میں وہ سب لوگ مسلمانوں کے ساتھہ شریک تھے اور اُسکے جاری رہنے سے خوش ہو کر رفتہ رفتہ وہ اسلام کے نزدیک ہوتے گئے۔ آنحضرت کا حج کی پُرانی[1] رسومات کو قائم رکھنا بھی آپکی دانائی اور ہوشیاری کی دلیل ہے۔ اہل عرب کی نظر میں کعبہ اور اُسکے متعلقات کی بالعموم بہت ہی عزّت و تعظیم ہوتی تھی۔ حج کا یہہ ایک بڑا بھاری مقصد تھا کہ عرب کی مختلف قومیں جن کے درمیان مدتوں سے بغض و حسد کا راج قائم تھا ایک دل اور ایک جان ہو جاویں اور ایک نہایت اعلیٰ و خاص مطلب کے لئے زبردست جماعت مجتمع ہو جاوے لیکن فی الحقیقت یہہ نہایت کمزوری اور بودا پن کی دلیل تھی کیونکہ اس سے یہہ حقیقت بخوبی ظاہر ہوتی ہے کہ اسلام ایک قومی مذہب تھا اور اُسکا آغاز اور تکمیل اس امر کے شاہد ہیں۔ اُسکے احکام و قواعد جو کہ سانویں

[1] تمام اہل عرب میں جو کعبہ کی عزت و تعظیم تھی وہ بھی اس امر میں آنحضرت کی مدد کا ایک نہایت عمدہ وسیلہ تھی کہ آپ تمام عربی اقوام کو ایک خاص مقصد کو مدنظر رکھکر اکٹھا کریں۔ اب آنحضرت کو ایک مزار ہاتھہ آیا جسکی نہایت خصوصیت کے ساتھہ صدہا سال سے عزت و حرمت ہوتی چلی آئی تھی اور مقدس مقام کی تعظیم و تکریم کے باب میں تمام عرب جو ملک کے مختلف حصوں میں آباد تھے شراکت رکھتے تھے اور یہی ایک مقام تھا جس سے کبھی اُنکے دلوں میں قومی پاسداری کا خیال آسکتا تھا اور آنحضرت کے لئے اسکی تردید کرنا اور اُسکی عزت و تعظیم کے برخلاف تعلیم دینا ایک طرح کی دیوانگی متصور ہوتا اور اس سے آپکی ساری مہمات کا مطلب فوت ہو جاتا۔ دیکھو پامر صاحب کا قرآن صفحہ ۵۲ و ۷۱ +

صدی میں اہلِ عرب کی ضروریات کے مطابق تھے نویں صدی کے لوگوں کے لئے
اُنپر کاربند ہونا از حد دشوار و مشکل تھا اور یہہ امر اسلام کی ترقی کا سخت مانع ہی۔ اس
عقیدہ کی عمارت کے محراب کا سرا ایک کالا پتھر ہی جو پہلے ایک بت خانہ میں تھا۔ اس طرف جانا
اور بت پرستوں کی پُرانی رسوم کو ادا کرنا نجات[1] کا سچّا طریق بیان کیا جاتا ہی۔ اہل اسلام کی
عقلیں اور اُنکے دِل گویا اِس کالے پتھر سے بیابان میں جکڑے ہوئے ہیں اور اُسی قسم کی
چیزوں کی عزّت و تعظیم کرتے ہیں۔ نُور ہدایت کے تازگی بخش قطرات[2] اُنکو تر و تازہ کرنے کے
لئے بالکل بے اثر اور بیفائدہ معلوم ہوتے ہیں +

اس میں ذرا بھی شک نہیں کہ اسلام میں ہر طرح کی بہتری اور اصلاح کا روکنے والا حج
ہی ہی اور اسلام میں اصلاح تو ہی ہوسکتی ہی جبکہ اہل اسلام اصلاح کی خواہش کو ظاہر کریں
پر حج کی دوامی قید سے ظاہر ہوتا ہی کہ وہ اصلاح کے خواہاں نہیں ہیں[3] بلکہ برخلاف اسکے یہہ
ماننا پڑتا ہی کہ حج کی مداومت سے مسلمان متعصب اور دن بدن اپنے عقائد پر زیادہ پختہ ہوتے
جاتے ہیں۔ اور اس سے یہہ بھی معلوم ہوتا ہی کہ لاکھوں مسلمان جو کہ گذشتہ صدیوں میں گذر چکے
ہیں باوجود مختلف زبانوں اور نسلوں سے علاقہ رکھنے کے آپس میں کسقدر برادرانہ اتحاد اور
یگانگت رکھتے تھے۔ علاوہ اسکے حج کے وسیلہ سے محمد صاحب کی ایک نہایت عمدہ یادگار

---

[1] دیکھو Sell's Faith of Islam صفحہ ۲۸۸ واں +

[2] دیکھو Osborn's Islam under the Arabs صفحہ ۹۳ واں +

[3] حج فرض ہی اور فرض کی تعریف کے لئے Sell's Faith of Islam کا ۲۸۰ واں اور ۲۵۱ واں صفحہ ملاحظہ فرمایئے + مولوی رفیع الدین احمد صاحب نے نائنٹینتھ سنچری مطبوعہ اکتوبر ۱۸۹۷ء میں یوں فرمایا کہ حج انسان کے دل کو پاک و صاف کرتا ہی اور ایسا بے گناہ اور معصوم بنا دیتا ہی جیسا کہ پیدائش کے وقت معصوم بچوں کا حال ہوتا ہی +

قائم ہوگئی۔ مکہ مسلمانوں کی نظر میں ایسا ہی تعظیم و تکریم کے لائق ہے جیسا کہ یروسلم یہودیوں کی نظر میں۔ گذشتہ صدیوں کے لوگوں کی عزت و تعظیم کو اپنی طرف منسوب کرتا ہی اُسکے خیال سے ہر ایک مسلمان اپنے ایمان کے آغاز اور اپنے نبی کے ایام طفولیت کو یاد کرتا ہے۔ نیز مکہ کے خیال سے خواہ مخواہ یہہ بات یاد آتی ہی کہ پرانے مذہب اور نئے دین میں کس طرح کشمکش ہوتی رہی اور بت پرستی کو نیست و نابود اور بتوں کو چکنا چور کر کے واحد خدا کی عبادت قائم کی گئی +

سب سے بڑھکر مکہ ہر ایک مسلمان کو یہہ جتلاتا ہی کہ اسکے تمام مسلمان بھائی ایک ہی جگہ اور ایک ہی مقدس مقام کی طرف منہہ کر کے نماز پڑھتے ہیں اور یہہ کہ مومنین کی ایک بھاری جماعت میں وہ بھی شامل ہی جو کہ اُنکے ساتھ ایمان و امید میں شریک ہو کر اُن ہی چیزوں کی عزت و تعظیم کرتا ہی جسکی وہ کرتے ہیں اور اُسی خدا کی عبادت میں کھڑا ہوتا ہی جسکو وہ پوجتے ہیں۔ محمد صاحب نے جب کعبہ کی تقدیس کی تو اس امر کو ظاہر کیا کہ آپکو انسان کے مذہبی جذبات کا کہانتک علم تھا لہذا ایک طرح سے حج کا قائم رکھنا اسلام کی پائیداری کا باعث معلوم ہوتا ہی لیکن جسقدر اِسپر زیادہ زور دیا جاتا ہی اُسی قدر اصلاح و بہتری کی کم امید ہی اس سے معلوم ہوتا ہی کہ بت پرستوں کی حج کی رسم کو اسلام میں داخل کرنا نہ صرف بت پرستوں کی خواہشات کے مقابلہ میں ایک کمزوری کا نشان تھا بلکہ اس سے عقل و انصاف کا بھی خون ہو گیا +

اِس بیان سے ہم نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ قرآن میں جسقدر تواریخی واقعات کا ذکر پایا جاتا ہی وہ سب سچ ہیں لیکن اور بھی بہت سی باتیں ایسی ہیں جنکا ہم نے مطلق ذکر نہیں کیا مثلاً ملکی معاملات یعنی عہد و پیمان وغیرہ کا قائم کرنا۔ منافقین سے برتاؤ اور متحدہ اقوام سے سلوک کرنے کا بیان بھی قرآن میں مندرج ہی۔ پھر انتظامی معاملات مثلاً نکاح۔ طلاق۔

توارث۔ شہادت اور وصیّت وغیرہ کے قوانین بھی پائے جاتے ہیں اور ایسا معلوم ہوتا ہی کہ قرآن ایک ایسا رجسٹر ہی جس میں ملک وملّت کی انتزاجی سلطنت کے آئین وقوانین مرقوم ہیں۔ یہہ متذکرہ بالا امور زیادہ تر مدنی سورتوں میں پائے جاتے ہیں سوائے بقر۔ نسا۔ اور مائدہ جو کہ قریباً طوالت میں برابر اور کل قرآن کا ساتواں حصّہ ہیں اُن میں دینی اور ملکی فرائض اور قوانین فوجداری مفصل طور سے مندرج ہیں +

کسی نے خوب کہا ہی کہ وہ شخص جو کہ مکّہ میں محض واعظ اور نصیحت گو تھا مدینہ میں واضع قوانین اور جنگی سپہ سالار بن گیا اور بجائے اسکے کہ ایک شاعر اور معلّم کی حیثیت میں قلم کا استعمال کرے لوگوں کو مطیع ومنقاد بنانے کے لئے تیغ برّاں ہاتھ میں لئے ہوئے حرب وضرب کا نعرہ بلند کرنے لگا۔ جب مدینہ میں کارگذاری بڑھ گئی تو نظم کی جگہ نثر کا استعمال ہونے لگا اور اگرچہ اس میں بھی شاعرانہ خیالات منتشر معلوم ہوتے تھے تاہم بعض اوقات بالکل نثر ہی نثر ہ جاتی تھی اور آنحضرت کو یہاں سے شروع کرکے اپنے آپکو محض شاعر[1] ہونیکے الزام سے بری کرنیکے لئے مدت تک کوشش کرنی پڑی پر مدنی سورتوں میں ایساحال کم ہی نظر آتا ہی۔ جب ہم اس قسم کے فقرات کہ اطاعت کرو اللہ کی اور اُسکے رسول کی۔ اللہ اور اس کے رسول کا انعام اور اللہ کی اور اُسکے رسول کی خوشنودی وغیرہ کو قرآن میں پڑھتے ہیں تو نہایت حیرت زدہ ہوتے ہیں کہ آنحضرت کسقدر ان اوصاف کو جو قرآن کے اور مقامات میں خدا کے لئے مخصوص ہیں اپنی طرف منسوب کرتے ہیں + مدنی سورتوں میں یہہ جملہ کہ اللہ اور اُس کا رسول بہت عام ہی اور انہی سے

---

[1] دیکھو سورۂ انفال ۳۱ ویں آیت +

مخصوص ہی۔ اب آنحضرت نے ایک واعظ اور متنبہ کنندہ کی حیثیت سے گذر کر ایک فرمانروا اور خدا کی سلطنت کے کار مختار کی حیثیت کو اختیار کیا اور اب آپکے احکام کا مضمون پہلے کی نسبت بالکل مختلف اور آلہی اختیار دکھاتا تھا۔ کفار کا ذکر کرتے وقت آپ فرماتے تھے کہ کافر وہ ہیں جو ایمان نہیں لاتے اور خدا کے الہام وحی کو نہیں مانتے لیکن مومنین کو آپنے یوں فرمایا اٰمنوا باللّٰہ ورسولہٖ والنّور الّذی انزلنا یعنے ایمان لاؤ اللہ پر اور اُسکے رسول پر اور اس نُور پر جو ہم نے اُتارا۔ پھر خدا اور رسول کی مخالفت کا ذکر بھی اکٹھا ہی آتا ہی گویا کہ دونوں کے لئے یکساں سزا مقرر ہی چنانچہ سورہ انفال کی تیرھویں آیت میں یوں مرقوم ہی وَمَنْ یُّشَاقِقِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ فَاِنَّ اللّٰہَ شَدِیْدُ الْعِقَابِ ۝ یعنے اور جو کوئی مخالف ہو اللہ کا اور اُسکے رسول کا تو اللہ کی مار سخت ہی۔ پھر مومنین کو ایک اور ہی طرز زندگی اور روش کو اختیار کرنیکا فرمان ہوتا ہی

لہ صرف ایک مقام اس سے مستثنیٰ ہی کیونکہ سورہ اعراف کی ۱۵۸ ویں آیت میں یہہ فقرہ درج ہی۔ سورہ اعراف ایک آخری مکی سورت ہی لیکن ۱۵۶ ویں سے ۱۵۸ ویں آیت تک آخری دنوں کے الہامات کی آیات درج کی ہوئی ہیں ان میں جو جملہ النبی الامی پایا جاتا ہی اس سے صاف معلوم ہوتا ہی کہ یہہ آیات مدنی ہیں کیونکہ یہہ ایک ایسا محاورہ ہی جو صرف مدنی آیات سے مخصوص ہی۔ ان آیات میں انجیل و توریت کی طرف جو اشارہ کیا جاتا ہی اس سے بھی معلوم ہوتا ہی کہ یہہ آیات آخری ایام یعنے ایام مدینہ سے تعلق رکھتی ہیں پھر اُن لوگوں کی طرف بھی ایک اشارہ پایا جاتا ہی جو تقویت و مدد کرتے ہیں چنانچہ لکھا ہی عزروہ و نصروہ اور یہہ صاف انصار کی طرف اشارہ ہی کیونکہ نصروہ کا ترجمہ مفسر حسین یوں کرتے ہیں کہ یاری دادند او را بر دشمناں۔ عبداللہ ابن عباس فرماتے ہیں نصروہ بالسیف یعنے اُنہوں نے مدد کی اسکی تلوار پکڑکر۔ پس اس سے صاف فیصلہ ہوجاتا ہی کہ یہہ آیات آخری زمانہ یعنے ایام مدینہ میں نازل ہوئی تھیں اللّٰہ و رسولہ یعنے اللہ اور اسکا رسول ایک فقرہ ہی جو ان آیات کے ماقبل اور مابعد کی آیتوں سے زیادہ مطابقت رکھتا ہی اور نہایت صفائی سے ظاہر کرتا ہی کہ فی الحقیقت یہہ آیات آخری زمانہ کی یعنی مدنی ہیں See Nöldeke's Geschichte des Qurans p. 118

چنانچہ سورۂ انفال کی ۲۰ ویں اور ۴۲ ویں آیت میں یوں مندرج ہی یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ[1] وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ٥ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ یعنے ای ایمان والو حکم پر چلو اللہ کے اور اُسکے رسول کے اور اُس سے مت پھرو سنکر اور جان رکھو کہ جو غنیمت لاؤ کچھہ چیز سو اُس میں سے پانچواں حصّہ اللہ کے واسطے اور رسول کے +

میدانِ جنگ میں بسا اوقات مومنین کی ہمت بڑھانے کی ضرورت پڑتی تھی۔ اُنکو حکم تھا کہ اپنے دشمنوں کے مقابلہ میں نہایت استقلال اور ثابت قدمی سے کھڑے ہوں لیکن فتح کا انحصار اسی بات پر تھا کہ اللہ اور اُسکے رسول کی فرمانبرداری کیجاوے۔ چنانچہ سورۂ انفال کی ۴۸ ویں آیت میں مرقوم ہی وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ +

علاوہ ازیں یہہ بھی مذکور ہی کہ منکر خدا کا کچھہ نقصان نہیں کر سکتے کیونکہ خدا تعالے اُنکے کاموں کو نیست و نابود کریگا چنانچہ سورۂ محمد کی ۳۵ ویں آیت میں یوں مندرج ہی یَآ اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَلَا تُبْطِلُوْٓا اَعْمَالَكُمْ یعنے ای ایمان والو حکم پر چلو اللہ کے اور حکم پر چلو رسول کے اور ضایع نہ کرو اپنے کئے +

اُس شانہٗ تعالیٰ کی یاد جو زمین و آسمان کا مالک ہی جسکی قدرت سے دن و رات کا

---

[1] فقرہ لا تولوا عنہ میں ٹھیک پتہ نہیں لگتا کہ آیا لفظِ عنہ میں ہٗ کی ضمیر کا مرجع اللہ ہی یا رسول۔ مفسر حسینی کے نزدیک اس آیت کے معنی یہہ ہیں و برمگردید و اعراض مکنید از امر بطاعت یا از جہاد یا از فرمان خدائے یا رسول مگر دانید از رسول چہ مراد از آیت امر انست بطاعت پیغمبر و نہی از مخالفت او۔ ذکر طاعت حق تنبیہہ است بر آنکہ شما بشنوید طاعت حق تعالیٰ در طاعت رسول اوست (دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۳۶ واں) عبد اللہ ابن عباس کہتا ہی کہ اُس کے معنے عن امر اللہ و رسولہ کے ہیں (دیکھو تفسیر ابن عباس صفحہ ۱۹۹ واں) +

دور جاری ہی اور جو ہر ایک کے اسرار قلبی سے آگاہ ہی چاہئے کہ لوگوں کے دلوں کو اٰمِنُوْا بِاللّٰہِ وَرَسُوْلِہٖ (ایمان لاؤ ساتھہ اللہ کے اور اُسکے رسول کے) کی طرف مائل کرے (دیکھو سورہ حدید کی ساتویں آیت)۔

راستباز اور سچے لوگ وہ ہیں جنپر دو چند رحم کیا جاویگا اور جنکی راہ پر خدا کا نور چمکیگا اور جو اللہ اور اُسکے رسول پر ایمان لاوینگے اور ڈرتے رہینگے چنانچہ سورہ حدید کے چوتھے رکوع میں مرقوم ہی یَآاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِہٖ یعنے ای ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور یقین لاؤ اُسکے رسول پر۔

جب مومنین نے اہل مکہ کو مدینہ کا محاصرہ کرتے دیکھا اور وہ لڑنے بھڑنے کے بغیر واپس چلے گئے تو کہنے لگے ھٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ وَصَدَقَ اللّٰہُ وَرَسُوْلُہٗ یعنے یہہ وہی ہی جو وعدہ دیا تھا ہم کو اللہ نے اور اُسکے رسول نے اور سچ کہا اللہ نے اور اُسکے رسول نے (سورہ احزاب ۲۲ ویں آیت)۔

پھر لکھا ہی کہ جو لوگ اللہ اور اُسکے رسول کے مشتاق ہیں اُنکو عالم آخرت میں اجر عظیم کا وعدہ دیا گیا ہی چنانچہ ۲۹ آیت میں مرقوم ہی اَعَدَّ اللّٰہُ لَھُمْ مَّغْفِرَۃً وَّاَجْرًا عَظِیْمًا یعنے اُن کے لئے مغفرت اور اجر عظیم تیار ہی۔ جو لوگ اللہ اور اُسکے رسول کو ستاتے ہیں اُن کو ہر دو جہان میں لعنت و پھٹکار ہی چنانچہ ۵۷ ویں آیت میں مرقوم ہی اِنَّ الَّذِیْنَ یُؤْذُوْنَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ لَعَنَھُمُ اللّٰہُ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ وَاَعَدَّ لَھُمْ عَذَابًا مُّھِیْنًا یعنے جو لوگ ستاتے ہیں اللہ کو اور اُسکے رسول کو انکو پھٹکارا اللہ نے دنیا میں اور آخرت میں اور رکھی ہی اُنکے واسطے ذلت کی مار۔ پھر وہ دن آویگا جبکہ اُنکے چہرے آگ میں لپیٹے

ہوئے ہونگے اور عذاب کے اِس تشددمیں زمانہ گذشتہ پر نظر کر کے کہینگے یٰلَیْتَنَا اَطَعْنَا اللّٰہَ وَاَطَعْنَا الرَّسُوْلَا یعنے کاشکہ ہم نے کہا مانا ہوتا اللہ کا اور کہا مانا ہوتا رسول کا (سورۂ احزاب ۶۶ ویں آیت)+

جو لوگ کچھ عرصہ کے لئے ایمان لاتے تھے اور پھر برگشتہ ہوجاتے تھے اُن کے حق میں آپنے فرمایا کہ وہ عذاب سے نہیں بچینگے چنانچہ اُن کی نسبت سورۂ نور کی ۴۶ ویں آیت میں یوں مرقوم ہو وَیَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِاللّٰہِ وَبِالرَّسُوْلِ وَاَطَعْنَا ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْهُمْ مِّنْ بَعْدِ ذٰلِكَ ؕ وَمَآ اُولٰٓئِكَ بِالْمُؤْمِنِیْنَ وَاِذَا دُعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ لِیَحْکُمَ بَیْنَهُمْ۔ یعنے اور لوگ کہتے ہیں ہم نے مانا اللہ کو اور رسول کو اور حکم میں آئے پھر پھر جاتا ہو ایک فرقہ ان میں سے اس پیچھے اور وے لوگ نہیں ہیں ماننے والے اور جب اُن کو بلائے اللہ اور رسول کی طرف کہ ان میں قضیہ چکا دے+

سورۂ توبہ میں مومنین کو آگاہ کیا گیا ہو کہ مال، دولت خاندان اور اُنکے گھر اُنکو خدا اور رسول سے الگ نہ کریں بلکہ مناسب ہو کہ انکو خدا اور رسول سے بڑھ کر کوئی چیز عزیز نہ ہو آخر کار جن الفاظ سے آپ نے تنبیہ کی تھی اُن سے معلوم ہوتا ہو کہ آنحضرت کے دل میں مخالفت کے خیال سے مخالفوں کے حق میں کس قدر کڑواہٹ کوٹ کوٹ کر بھری تھی چنانچہ سورہ توبہ کے آٹھویں رکوع میں یوں مندرج ہو اَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّهٗ مَنْ یُّحَادِدِ اللّٰہَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِیْهَا ؕ یعنے کیا وے جان نہیں چکے کہ جو کوئی مقابلہ کرے اللہ اور رسول سے تو اُس کو ہو دوزخ کی آگ پڑا رہے اُس میں ہمیشہ+

سورۂ توبہ کی ۱۲۹ویں آیت میں محمد صاحب چند الٰہی اوصاف کو اپنی طرف منسوب کرتے ہیں چنانچہ لکھا ہی لَقَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ[1] یعنے آیا ہی تم پاس رسول تم میں کا بھاری ہوتی ہیں اسپر جو تم تکلیف پاؤ تلاش رکھتا ہی تمہاری ایمان والوں پر شفقت رکھتا ہی مہربان +

مذکورہ بالا آیات کے علاوہ اس مضمون کی اور بھی بہت سی آئیتیں ہیں آنحضرت کا اپنے اختیارات و قدرت کو الٰہی اختیارات کے ساتھ بیان کرنا اور اُن کے برابر قرار دینا اپنی اطاعت و فرمانبرداری کی طرف لوگوں کو اِس زور سے بلانا اور اپنی نافرمانی کو خدا کی نافرمانی کے مساوی اور یکساں سزا کے لائق بیان کرنا صاف اس امر پر دلالت کرتا ہی کہ آپ مدینہ میں اپنی طاقت کے بڑھنے اور روز افزوں ہونے کو محسوس کر رہے تھے اور اس سے آپ ایک ایسے مرتبہ و رتبہ کے دعویدار ہوئے جس کے دعوےٰ کی اس سے پیشتر جب آپ مکہ میں رہتے تھے ہرگز ہرگز جرأت نہ ہو سکتی تھی۔ اگرچہ مدنی سورتوں کا طرز بیان مکی سورتوں سے بالکل مختلف ہی ان کی زبان بالکل نثر ہی یعنے مکی سورتوں میں جو شاعرانہ خیالات نظمیہ صورت میں چمک دمک دکھا رہے تھے اِن میں اُن کا نام و نشان بھی نہیں پایا جاتا تو بھی بعض مقامات

---

[1] نولدیکی صاحب مفسر زمک شاری اور اتقانِ جلال الدین السیوطی کے بیان کے مطابق اس آیت کو مکی بتاتے ہیں دیکھو گشتی دس قرآن صفحہ ۱۹۶ وال + مفسر حسین حریص علیکم بالمومنین رؤف رحیم کا ترجمہ یوں تحریر فرماتے ہیں کہ حق سبحانہ ہیچ پیغمبرے را یکجا بدو اسم از اسمائے خود اختصاص نداد مگر پیغمبر ما را دیکھو تفسیر حسینی جلد اول صفحہ ۲۷۵ واں +

میں نہایت دلچسپ عبارت پائی جاتی ہی مثلاً اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَـُٔوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝ یعنے اللہ اُسکے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ وہ جیتا ہی سب کا تھامنے والا نہیں پکڑتی اُسکو اونگ اور نہ نیند۔ اُسی کا ہی جو کچھ ہی آسمان و زمین میں۔ کون ایسا ہی کہ سفارش کرے اُسکے پاس مگر اُسکے حکم سے۔ جانتا ہی جو خلق کے روبرو ہی اور جو پیٹھ پیچھے اور یہہ کہ نہیں گھیر سکتے اُسکے علم میں سے کچھ مگر جو وہ چاہے۔ گنجائش ہی اُسکی کرسی میں آسمان و زمین کو اور تھکتا نہیں اُن کے تھامنے سے اور وہی ہی او پر سب سے بڑا۔ پھر سورۂ حدید کی پہلی تین آیات میں یوں مرقوم ہی سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ یعنے اللہ کی پاکی بولتا ہی جو کچھ ہی آسمانوں میں اور زمین میں۔ اور وہی ہی زبردست حکمت والا۔ اُسیکا راج ہی آسمانوں اور زمین کا جلاتا ہی اور مارتا ہی اور وہ سب چیز کر سکتا ہی۔ وہی پہلا اور پچھلا اور باہر اور اندر اور وہ سب چیز جانتا ہی۔ پھر سورۂ حشر کی آخری آیات میں یوں طور ہی هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ

ف یہہ آیت آیت الکرسی کے نام سے مشہور ہی اور سورۂ بقر کے ۳۴ ویں رکوع میں مندرج ہی

اللہُ الخَالِقُ البَارِیُٔ المُصَوِّرُ لَہُ الاَسمَآءُ الحُسنٰی ط یُسَبِّحُ لَہُ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالاَرضِ ج وَھُوَ العَزِیزُ الحَکِیمُ ہ یعنے وہ اللہ ہی جسکے سوائے کسی کی بندگی نہیں۔ جانتا ہی چھپا اور کھلا۔ وہ ہی مہربان رحم والا۔ وہ اللہ ہی جس کے سوائے بندگی نہیں اور کی۔ وہ بادشاہ پاک ذات۔ چنگا ایمان دیتا۔ پناہ میں لیتا۔ زبردست دباؤ والا صاحب بڑائی کا۔ پاک ہی اللہ اس سے جو شریک بتاتے ہیں۔ وہ اللہ بنانے والا۔ نکال کھڑا کرتا۔ صورت کھینچتا۔ اس کے ہیں سب نام خاصے۔ پاکی بولتا ہی جو کچھ ہی آسمانوں میں اور زمین میں اور وہی زبردست حکمت والا۔

قرآن کی عمومی ترتیب ایسی خلط ملط اور پیچ در پیچ ہی کہ اُس سے بالکل یہہ ظاہر نہیں ہوتا کہ آنحضرت کے دل میں آپ کی تدابیر کس طرح تکمیل کو پہنچتی تھیں اور پڑھنے والے کے لئے نہایت مشکل ہی کہ اس سے کچھ صحیح تواریخی حالات معلوم کر سکے۔ لیکن جب قرآن کی سورتوں کو تواریخی ترتیب کے لحاظ سے مرتب کیا جاوے تو اُس وقت (جیسا کہ ہم نے ظاہر کرنے کی کوشش کی ہی) اس امر کا پتہ لگ سکتا ہی کہ آنحضرت کے اسلام کو اس طرح پر قائم کرنے سے کہ گویا وہ خدا کی طرف سے تجویز کیا گیا ہی کونسی بات مدنظر تھی۔ جب قرآن کو اس طرح پڑھا جاوے تو نہایت دلچسپ معلوم ہوتا ہی کیونکہ اس سے ایک ایسے شخص کے دلی راز منکشف ہوتے ہیں جس کے دعاوی اور رتبہ کی نسبت خواہ ہمارا کچھ ہی خیال ہو فی الحقیقت ایک بزرگ آدمی تھا۔ صرف اسی طور پر قرآن کے مطالعہ کرنے سے معلوم ہو سکتا ہی کہ اس کا طرز بیان بھی رفتہ رفتہ بدل گیا۔ جو محققین قرآن کو تواریخی پہلو سے ملاحظہ کرتے

ہیں اُنپر بخوبی ظاہر ہوجاتا ہی کہ آخری سورتوں کے پڑھنے سے طبیعت مضمحل ہوتی ہی۔ نولدیکی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر عربی زبان (جس کی فصاحت و بلاغت آنحضرت کی نسبت زیادہ تر اُس زمانہ سے تعلق رکھتی ہی جس میں کہ آپ تھے) ایسی فصیح نہ ہوتی تو قرآن کی آخری سورتوں کے دوبارہ پڑھنے کو مشکل ہی کوئی برداشت کرسکتا۔ سٹینلی لین پول (Stanley Lane Poole) صاحب فرماتے ہیں کہ اگر عربی زبان جو کہ مغلق المضمون فقرات اور نامرغوب حکایات کو دلچسپی کا لباس پہنا دیتی ہی ایسی فصاحت و بلاغت سے پر ہوتی تو قرآن کے آخری حصّہ کا پڑھنا کسی کو بھی پسند نہ ہوتا۔ نیز قرآن کا آخری حصّہ شاعرانہ اور نظمیہ خیالات سے بالکل خالی ہی اور یہہ نثر بھی ایسی اعلیٰ درجہ کی نہیں کہ پہلی سورتوں کی عروض اور اُن کی خوش الحانی کا معاوضہ ہوسکے ✦

مشن پریس لودیانہ۔ ایم۔ وایلی مینجر ۱۹۰۲ء
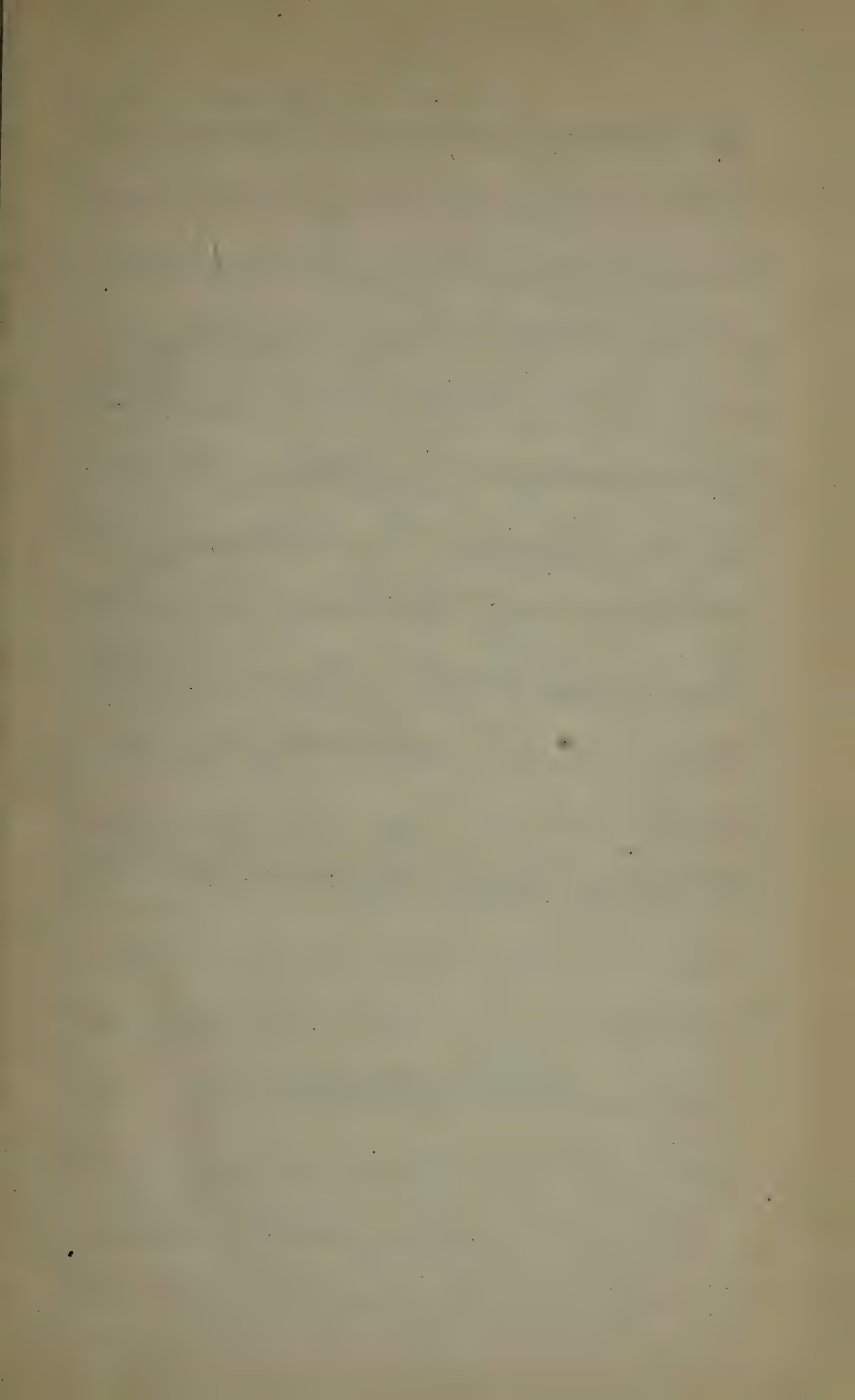
پنجاب ریلجس بک سوسائٹی لاہور

فہرست کتب دربارہ تحقیقات مذہبی

اُردو

ینابیع الاسلام ۔ پادری ٹزڈل صاحب کی مشہور کتاب کا ترجمہ فارسی زبان سے اُردو میں کیا گیا ہی۔ اس میں قرآن و حدیث کی مختلف روائیتوں کے ماخذوں پر بحث کی گئی ہی۔ اور مختلف مذاہب مثل زردشتی۔ مسیحی۔ یہودی۔ ہنود وغیرہ کی کتابوں کے حوالوں سے اُنکا سراغ لگایا گیا ہی۔ عالم مصنف نے اسوری۔ شامی قبطی۔ عبرانی۔ یونانی وغیرہ وغیرہ زبانوں سے حوالہ جات درج کئے ہیں۔ نہایت عالمانہ کتاب ہی اور ہمیں یقین ہی کہ مسلمان اور مسیحی اور دیگر مذاہب کے لوگ جو مذہبی امور میں دلچسپی رکھتے ہیں اُسکے مطالعہ سے محظوظ ہونگے۔ قیمت ۸ر

شہادت قرآنی بر کتب ربّانی ۔ مصنّفہ سر ولیم میور صاحب سابق لفٹنٹ گورنر ممالک مغربی و شمالی اِس کتاب میں قرآن کی تمام آیات جن میں کتب مقدسہ یہود و نصاریٰ کا ذکر ہی ایک جگہ معہ ترجمہ کے جمع کی ہیں +

اثمار شیریں ۔ یہہ ایک نہایت دلچسپ کتاب عربی سے ترجمہ کیگئی ہی اور ایک شامی مسیحی کی تصنیف ہی اس میں ایک دردناک قصہ کے پیرایہ میں مسیحی مذہب کی تائید میں دلائل اور واقعات کی بنا پر بحث کی گئی ہی جس سے کہ پڑھنے والا کتاب کو ختم کئے بغیر چھوڑنا گوارا نہیں کرتا سب سے بڑی خوبی یہہ کہ اُسکا طریق بیان ایسا شائستہ اور مؤثر ہی کہ کسی کو کچھ بھی اعتراض یا بُرا ماننے کی گنجائش نہیں رہتی قیمت حنائی کاغذ ۲ر سفید ۴ر

منار الحق ۔ یہہ کتاب بھی اُسی مصنّف کی تصنیفات میں سے ہی اور گویا بطور اثمار شیریں کے ضمیمہ کے ہی۔ یہہ ناول نہیں ہی مگر اس میں مصنف نے اُن تمام آیات قرآنی پر جن کا حوالہ اثمار شیریں میں دیا گیا ہی مفصل بحث کی ہی اور مشہور مفسرین مثل امام فخر رازی۔ قاضی بیضاوی وغیرہ کے اقوال کو نقل کرکے اپنے دعووں کا ثبوت دیا ہی۔ نہایت دلچسپ کتاب ہی اور خاصکر اہل اسلام کے لئے نہایت مفید ہی۔ قیمت حنائی کاغذ ۲ر سفید کاغذ ۳ر

عبد المسیح ولد اسحاق کندی ۔ جو خلیفہ مامون رشید کے وقت میں لکھی گئی۔ اس کتاب میں ایک مسلمان مسیحی کو اسلام کی دعوت کرتا ہی جس کے جواب میں مسیحی مفصل طور پر اُن تمام وجوہات کو بیان کرتا ہی جس کی وجہ سے وہ اسلام قبول کرنے کو تیار نہیں ہی۔ نہایت مشہور و معروف اور دلچسپ قدیمی کتاب ہی۔ قیمت ۸ر

دعوت المسلمین - مصنفہ سر ولیم میور صاحب جس میں آیات قرآنی کی بنا پر اہل اسلام کو دعوت دی گئی ہے کہ ان پر کتب مقدسہ یعنی تورات - زبور و انجیل کا مطالعہ فرض ہے - بڑی دلچسپ کتاب ہے - قیمت ۱ر

رسالہ جات محمدی مذہب کے متعلق - مسٹر جیمس منرو صاحب کے انگریزی رسالوں کا ترجمہ - جن میں قرآن و احادیث سے تورات زبور و انجیل کی تصدیق و تائید میں ثبوت پیش کئے ہیں - قیمت فی رسالہ ۳ پائی کل مجموعہ سفید کاغذ ایک جلد میں ۱۲ر

۱ - مسیحی کتب مقدسہ کے بارے میں قرآن کی تعلیم

۲ - کن معنوں میں قرآن مسیحی کتب مقدسہ کا مصدق و محافظ ہے حصہ اول توریت

۳ " " حصہ دوم - انجیل

۴ " " حصہ سوم یسوع یعنی مسیح

میزان الحق - مصنفہ پادری فینڈر صاحب - قیمت ۱۲ر

فارسی

ینابیع الاسلام	۸ر	مکالمات محبتانہ	۳ر
شہادت قرآنی بر کتب ربانی	۸ر	تاج حیات	۳ پائی
نور بر شبیر یعنی ترجمہ الباکورۃ الشہیۃ	۶ر	میزان الحق	۱ر
مشکوۃ الصدق ترجمہ منار الحق	۱۲ر	مفتاح الاسرار	۲ر

عربی

عبد المسیح ولد اسحاق کندی .... قیمت ۴ روپے ۶ آنے

الباکورۃ الشہیۃ فی الروایت الدینیہ .... قیمت دو روپے ۸ آنے

منار الحق .... قیمت ۳ روپے

کتب روحانیہ

مسیح کی پیروی - نہایت مشہور و معروف کتاب ہے دنیا کی جتنی زبانوں میں بائبل کا ترجمہ ہوا ہے قریباً اتنی ہی زبانوں میں اس کا بھی ترجمہ موجود ہے - ایک عاشق اپنے معشوق

حقیقی کے سامنے اپنے دل کا حال کھولکر بیان کرتا اور اُسکے شیریں کلام سے حظ اُٹھاتا ہی۔
جو شخص ایک دفعہ اس کتاب کو پڑھتا ہی پھر اسکا ایسا گرویدہ ہو جاتا ہی کہ ہمیشہ حرز جان بناکر
رکھتا ہی۔ بہت سے غیر مسیحی صحاب جن کو عشق الٰہی کا مزہ پڑچکا ہو اس کی حیات بخش تعلیم
سے فائدہ اُٹھا رہے ہیں۔ چھوٹی تقطیع مجلد ۸ر مکمل ۱۲ار

مسیح کا نمونہ۔ مصنّفہ ڈاکٹر سٹاکر صاحب جس میں مسیح کی زندگی کے ہر ایک پہلو کو لیکر
یہہ دکھلایا ہی کہ کس طور سے مومن زندگی کے تمام تعلقات میں اپنی زندگی کو خداوند یسوع
مسیح کی زندگی کے نمونہ پر ڈھال سکتا ہی۔ نہایت دلچسپ کتاب ہی۔ قیمت ۸ر مجلد ۱۲ار

مسیحی کا سفر۔ مصنّفہ جان بنین صاحب۔ ایک خواب کے پیرایہ میں انسان
کی روحانی زندگی کا حال گناہ سے تائب ہونے کے وقت سے لیکر آسمانی راحت میں
داخل ہونے کے وقت تک معہ اُن تمام مشکلات کے جو اس رُوحانی سفر میں ایماندار
پر وارد ہوتی ہیں۔ نہایت دلچسپ طور پر بیان ہوا۔ جس کے مطالعہ سے ہر ایک مذہب
کا آدمی روحانی فائدہ اُٹھا سکتا ہی۔ حصّہ اول ۶ر حصّہ دوم مکمل ۱۲ار کپڑے کی جلد معہ
تصاویر رنگین حصّہ اول ایک روپیہ حصّہ اوّل و دوم مکمل دو روپے ؛

روح القدس سے معمور زندگی۔ مصنّفہ پادری مکینل صاحب جس میں
بڑی پُرزور دلائل اور کتاب مقدس کے حوالوں سے یہ ثابت کیا گیا ہی کہ ہر ایک مسیحی کا حق
اور فرض ہی کہ روح القدس سے معمور ہو کر روحانی صفات سے ملبّس ہو۔ روحانی زندگی کے
متعلق اس کے مطالعہ سے گہرے سبق حاصل ہوتے ہیں۔ قیمت ۸ر

مکتب مسیح میں دعا کی تعلیم۔ اس میں دعا کے اصولوں پر معقولی اور منقولی
طور پر بحث کی ہی اور یہہ بتایا ہی کہ ایماندار کو کس طور سے دُعا مانگنی اور اُس کی قبولیت کی
امید رکھنی چاہئے۔ روحانی زندگی کے لئے اس کتاب میں نہایت بیش قیمت سبق مل سکتے
ہیں۔ مصنّفہ اینڈریو مرے صاحب۔ قیمت ۶ر

طریق تسلیم۔ جس میں ایماندار کے اپنی مرضی کو رضائے الٰہی کے تابع کر دینے
اور روحانی زندگی کے ہر ایک پہلو کی نسبت مفصل ہدایات نہایت دلچسپ طور پر درج
ہیں۔ مصنّفہ اینڈریو مرے صاحب ۶ر مجلد ۱۲ار +

چو پائی زبور۔

روح القدس کی بھرپوری۔ مصنفہ پادری ایف۔ بی۔ مائر صاحب۔ ۳ پائی

یادِ محبوب صبح و شام کے لئے۔ اس میں صبح و شام کے لئے روحانی غور و فکر اور خیالات نہایت دلچسپ طور پر بیان کئے ہیں۔ جو لوگ صبح و شام کے وقت گھڑی دو گھڑی یادِ الٰہی میں صرف کرنے کے عادی ہیں۔ اُن کے لئے یہہ کتاب نہایت دل پسند ہمنشین کا کام دیگی۔ قیمت ۶ر مجلد ۸ر

کتب مقدسہ

کتابِ مقدس یعنی بائبل شریف مکمل مجلد۔	کپڑے کی جلد	ایک روپیہ
"	معہ نقشہ جات چمڑے کا پشتہ	ایک روپیہ بارہ آنے
"	معہ ریفرینس۔ کپڑے کی جلد	دو روپیہ
"	" چمڑے کی جلد	تین روپیہ
انجیل مقدس	بڑی تقطیع ابری والی جلد	بارہ آنے
"	کپڑے کی جلد	ایک روپیہ
"	حمائل کپڑے کی جلد	۶ر
" نیا ترجمہ	کپڑے کی جلد	۶ر
"	ولایتی چمڑے کی جلد دو روپیہ چار آنے سے چھہ روپیہ تک	
توریت شریف معہ حضرت یشوع کی کتاب		۴ر
عہدِ عتیق کے صحیفے و معہ صحف انبیاء	دو جلد	۸ر
زبور شریف		۶ پائی
کتاب پیدائش یعنی توریت شریف کی پہلی کتاب		۶ پائی
کتاب خروج یعنی توریت شریف کی دوسری کتاب		۶ پائی
کتاب امثال		۶ پائی
حضرت سموئیل نبی کی کتاب معہ کتاب روت		۲

اس کے علاوہ اس کتب خانہ میں مسیحی دین کی ہر قسم کی کتابیں اور بائبل و بائبل کے حصّے یورپ اور ایشیا کی مختلف زبانوں میں مل سکتی ہیں۔ خط و کتابت بنام اسسٹنٹ سکرٹری پنجاب ریلجس بک سوسائٹی۔ انار کلی۔ لاہور